مقامِ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

قاضی محمد نذیر صاحب فاضل، ناظر اصلاح وارشاد

کردہ: نظارت اصلاح وارشاد صدر انجمن احمدیہ ربوہ پاکستان

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

مُقامِ خاتَم النّبیّٖن

قاضی محمد نذیر لائلپوری

سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیش لفظ

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین کے مقام پر سرفراز فرمایا ہے۔ اس میں کسی مسلمان کو اختلاف نہیں۔ جماعت احمدیہ کا اُمتِ محمدیہ سے اصولی اتفاق ہے کہ اس آیت کی رُو سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شارع اور مستقل نبی نہیں آسکتا۔ اور مسیح موعود نہ شارع نبی ہوگا نہ مستقل بلکہ وہ ایک پہلو سے نبی ہوگا اور ایک پہلو سے اُمتی۔ اس بارہ میں تمام بزرگانِ اُمت متفق ہیں۔

کچھ عرصہ ہوا کہ لاہور میں میرا ایک پرائیویٹ تبادلہ خیالات مولوی خالد محمود صاحب ایم۔ اے سے ہوا۔ جن کی کتاب عقیدۃ الامۃ فی معنی ختم النبوۃ کا جواب آگے دیا جا رہا ہے، تبادلہ خیالات میں مولوی خالد محمود صاحب نے ہماری سخت حق تلفی کی تھی۔ کیونکہ باوجود فیصلہ کے ہمارا آخری وقت ہمیں نہیں دیا تھا۔ اور بعد میں مباحثہ کی روئداد بنام نصرت الاسلام میں اپنی آخری ساری تقریر درج کرادی۔

اس کتاب میں عقیدۃ الامۃ کے جواب کے علاوہ نصرت الاسلام کے جواب کا قرض بھی چکا دیا گیا ہے۔

محمد نذیر لائل پوری
سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ

ربوہ ۱۵-۱-۶۷

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السّلام اس بات کے مدعی ہیں کہ احادیث نبویہ میں جس مسیح موعود کے اُمّتِ محمدیہ میں آنے کی پیش گوئی سرورِ کائنات فخرِ موجودات حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلّم کی زبانِ فیض ترجمان سے بیان ہوئی ہے، اس کے مصداق آپ ہیں اور خدا تعالیٰ نے آپ کو اپنے الہامات کے ذریعہ بطور استعارہ احادیث نبویہ کا موعود مسیح ابن مریم قرار دیا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے فرمایا:۔

"جَعَلۡنٰکَ الۡمَسِیۡحَ ابۡنَ مَرۡیَمَ"

کہ ہم نے تمہیں مسیح ابن مریم بنا دیا ہے (ازالہ اوہام صـ۶۳۲ و تذکرہ صـ۱۹۱)

اور بطور تشریح فرمایا:۔

"مسیح ابن مریم رسُول اللہ فوت ہو گیا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تو آیا ہے۔ وَکَانَ وَعۡدُ اللّٰہِ

مَفْعُوْلًا۔ (ازالہ اوہام ص۵۶۱)

نیز فرمایا:-

"اَنْتَ اَشَدُّ مُنَاسَبَۃً بِعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ وَاَشْبَہُ النَّاسِ بِہٖ خُلُقًا وَّ خَلْقًا زَمَانًا" (ازالہ اوہام ص۱۲۴)

یعنی تو عیسٰی بن مریم سے سب سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے اور تو خُلق اور خلقت اور زمانہ کے لحاظ سے سب لوگوں سے بڑھ کر اس کے مشابہ ہے۔

پس حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السّلام کے ان الہامات نے احادیث نبویہ کی اس پیشگوئی کو حل کر دیا ہے جو صحیح بخاری میں ان الفاظ میں موجود ہے:-

کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْیَمَ فِیْکُمْ وَاِمَامُکُمْ مِنْکُمْ

اور جو صحیح مسلم میں ان الفاظ میں مروی ہے:-

کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْیَمَ فِیْکُمْ فَاَمَّکُمْ مِنْکُمْ

ان احادیث میں مسیح موعود کو مجاز اور استعارہ کے طور پر ابنِ مریم کا نام دیا گیا ہے کیونکہ اسے امتِ محمدیہ کا ایک فرد بیان فرما کر امت کا امام قرار دیا گیا ہے۔ امامکم منکم اور فامّکم منکم کے الفاظ بطور قرینہ لفظیہ لائے گئے تھے۔ مگر اجتہادی غلطی سے کئی علمائے امت نے ابن مریم کے نزول سے مراد اصالتاً حضرت عیسٰی علیہ السّلام کا دوبارہ آنا سمجھ لیا۔ کیونکہ عیسائیوں نے مسلمانوں میں حضرت عیسٰےؑ کے زندہ آسمان پر اُٹھائے جانے اور ان کے اصالتاً دوبارہ نازل ہونے کا عقیدہ پھیلا رکھا تھا۔

اسی غلطی کی وجہ سے مفسرین نے حضرت عیسٰے علیہ السلام کی وفات کے کے متعلق صریح الدلالت قرآنی الفاظ مُتَوَفِّيكَ اور تَوَفَّيْتَنِي کی تاویل آسمان پر زندہ مع رُوح جسم اُٹھایا جانا کر لی۔ حالانکہ توفّی اور اس کے مشتقات محاورہ زبان عربی میں خدا تعالیٰ کے فاعل اور انسان کے مفعول ہونے کی صورت میں ہمیشہ قبض رُوح کے معنی میں استعمال ہوئے ہیں نہ کہ قبض الروح مع الجسم کے معنوں میں۔ تفسیر فتح البیان میں مفسرین کی اس تاویل کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے

إِنَّمَا احْتَاجَ الْمُفَسِّرُوْنَ إِلَى تَأْوِيلِ الْوَفَاةِ بِمَا ذُكِرَ لِأَنَّ الصَّحِيحَ أَنَّ اللهَ تَعَالَى رَفَعَهُ إِلَى السَّمَاءِ مِنْ غَيْرِ وَفَاةٍ كَمَا رَجَّحَهُ كَثِيْرٌ مِنَ الْمُفَسِّرِيْنَ وَاخْتَارَهُ ابْنُ جَرِيْرٍ الطَّبْرِيُّ - وَوَجْهُ ذٰلِكَ أَنَّهُ قَدْ صَحَّ فِي الْأَخْبَارِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُزُوْلُهُ وَقَتْلُهُ الدَّجَّالَ

(فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۴۹)

ترجمہ:۔ بے شک مفسرین نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وفات کی نص کی مذکورہ تاویل اس لئے کی ہے کہ یہ صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں آسمان کی طرف وفات کے بغیر اُٹھا لیا جیسا کہ اکثر مفسرین نے اس بات کو ترجیح دی ہے اور ابن جریر طبری نے اُسے اختیار کیا ہے اور وجہ اس کے اختیار کرنے کی یہ ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صحیح پیشگوئیوں میں اس کے نزول اور قتل دجّال کا ذکر آیا ہے۔

پس مسیح کے آسمان پر زندہ اُٹھایا جانے کی تاویل ابن جریر طبری کی ایجاد

ہے جو محض ایک مورخ اور مفسّر ہے اور اسی کی نقل میں باقی علماء نے اس عقیدہ کو بلا سوچے سمجھے اختیار کر لیا۔ اور اسی کو اپنی تفسیروں میں نقل کرنے لگے۔ جس سے یہ عقیدہ شہرت پا گیا۔ ان علماء نے احادیث نبویہ پر غور نہ کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تو نازل ہونے والے ابن مریم کو امّتِ محمّدیہ میں سے ایک فرد قرار دے کر اُسے اُمّت کا امام ٹھہرایا تھا۔ اور نہ اس بات کی طرف توجہ کی کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے حق میں تو قرآن مجید میں اِنّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ کے الفاظ وارد ہیں جن میں خدا تعالیٰ نے حضرت عیسٰی علیہ السّلام سے یہ وعدہ کیا تھا کہ یہ یہودی تمہیں قتل نہیں کر سکتے۔ میں تمہیں طبعی وفات دوں گا۔ اور اپنی طرف اُٹھاؤں گا۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ مسیح علیہ السّلام سے خدا کا وعدہ وفات دے کر اپنی طرف ان کے رفع کرنے کا تھا۔ رفع کا لفظ عربی زبان میں باعزّت وفات دینے کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ لیکن چونکہ یہ عقیدہ بن گیا تھا کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام آسمان پر زندہ معہ رُوح وجسم اٹھائے گئے۔ اس لئے مفسّرین توفّی کی تاویل پورا پورا لینا کرنے لگے۔ حالانکہ عربی زبان میں یہ لفظ خدا کے فاعل اور انسان کے مفعول بہ ہونے کی صورت میں ہمیشہ قبض رُوح کے معنوں میں استعمال ہوتا رہا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضؓ سے مُتَوَفِّیْکَ کے معنے مُمِیْتُکَ تجھے موت دینے والا بیان ہوئے ہیں اور امام لُغت علامہ زمخشری نے اس کے معنی مُمِیْتُکَ حَتْفَ اَنْفِکَ لَا قَتْلاً بِاَیْدِیْھِمْ لکھے ہیں۔ (تفسیر کشّاف زیر آیت ہذا) یعنی خدا تعالیٰ نے کہا کہ اے عیسٰی میں تجھے طبعی وفات دینے والا ہوں تو یہودیوں کے ہاتھ سے قتل نہیں ہوگا۔

بعض مفسّرین نے مُتَوَفِّيْكَ کی اس تاویل "پُورا لینے" کو تو پسند نہ کیا۔ اس لئے انہوں نے مُتَوَفِّيْكَ کے معنی تو وفات ہی کے کئے مگر انہوں نے اس آیت میں یہ تاویل کرلی کہ رَافِعُكَ اِلَیَّ کا وعدہ خدا نے پہلے پُورا کر دیا ہے اور مُتَوَفِّيْكَ کا وعدہ بعد میں پورا کرے گا۔

یہ مختلف تاویلیں اس لئے کی گئیں کہ عیسائیوں کے اثر کے ماتحت یہ عقیدہ بن چکا تھا کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام آسمان پر زندہ اُٹھائے گئے ہیں اور وہی اصالتًا دوبارہ نازل ہوں گے۔ پھر عیسائیوں کی تقلید میں ہی مسلمانوں کا یہ عقیدہ بن گیا کہ وہ ۳۳ سال کی عُمر میں زندہ آسمان پر اُٹھائے گئے ہیں۔ حالانکہ اسلام میں کوئی ایسی حدیث موجود نہیں جو ۳۳ سال کی عُمر میں یا کسی اَور عُمر میں ان کے زندہ معہ رُوح وجسم آسمان پر اُٹھائے جانے کا ذکر کرتی ہو۔

امام ابن القیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے :۔

"اَمَّا مَا يُذْكَرُ عَنِ الْمَسِيْحِ اَنَّهٗ رُفِعَ اِلَى السَّمَاءِ وَ لَهٗ ثَلَاثَةٌ وَثَلَاثُوْنَ سَنَةً فَهٰذَا لَا يُعْرَفُ لَهٗ اَثَرٌ مُتَّصِلٌ يَجِبُ الْمَصِيْرُ اِلَيْهِ" (زاد المعاد جلد ا صـ۱۹ مطبوعہ مطبع نظامی کانپور)

ترجمہ:۔ یہ جو بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام ۳۳ سال کی عمر میں آسمان پر اُٹھائے گئے تو اس کے لئے کوئی ایسی متصل روایت نہیں پائی جاتی جس کی طرف رجوع کرنا واجب (ضروری) ہو۔

اس بیان پر صاحب فتح البیان لکھتے ہیں :۔

"وَ قَالَ الشَّامِیُّ هُوَ كَمَا قَالَ فَاِنَّ ذٰلِكَ يُرْوٰى عَنِ النَّصَارٰى

وَالْمُصَرَّحُ بِهٖ فِی الْاَحَادِیْثِ النَّبَوِیَّةِ اَنَّهٗ رُفِعَ وَهُوَ ابْنُ مِائَةٍ وَّعِشْرِیْنَ سَنَةٍ۔" (تفسیر فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۴۹)

ترجمہ:- اور شامی نے کہا ہے کہ بات اسی طرح ہے (جیسے امام ابن قیم نے کہی ہے) کیونکہ یہ بات عیسائیوں سے مروی ہے اور احادیث نبویہ میں تصریح سے بیان ہوا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا رفع اُس وقت ہوا جبکہ ان کی عمر ایک سو بیس سال کی تھی"

شامی نے جن احادیث کا اس جگہ ذکر کیا ہے ان میں اُٹھانے کے معنوں کے لئے تو کوئی لفظ موجود نہیں بلکہ "عاش" کا لفظ ہے جس کے معنے ہیں "زندہ رہا" چنانچہ ایسی احادیث کے الفاظ یہ ہیں:-

"اِنَّ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ عَاشَ مِائَةً وَعِشْرِیْنَ سَنَةٍ"

(کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۲۰ و مستدرک للحاکم)

یعنی بے شک عیسٰی بن مریم ایک سو بیس سال زندہ رہے۔

پس احادیث نبویہ سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام نے ایک سو بیس سال کی عمر میں وفات پائی۔ پس اگر شامی کی مراد رفع سے باعزّت وفات ہے جس میں رُوح آسمان کی طرف اُٹھائی جاتی ہے تو ہمیں اعتراض نہیں۔ ورنہ لفظ عاش کی تاویل رفع جسمانی کے معنوں میں بالکل غلط تاویل ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء کے صریح خلاف ہے۔

رفع الی اللہ کا محاورہ عربی زبان میں باعزّت وفات کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت انس رضؓ سے بحوالہ ابن جریر ابن مردویہ بیہقی میں ہے

"أَكْرَمَ اللّٰهُ نَبِيَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُرِيَهٗ فِيْ اُمَّتِهٖ مَا يَكْرَهُ فَرَفَعَهٗ اِلَيْهِ وَ بَقِيَتِ النَّقْمَةُ"

ترجمہ: خدا نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا اعزاز کیا ہے کہ آپ کو رؤیا میں تو اپنی اُمّت میں وقوع میں آنے والی وہ بات دکھا دی جسے آپ ناپسند کرتے تھے پس اُس نے آپؐ کو اپنی طرف اُٹھا لیا (یعنی باعزت وفات دے دی) اور فتنہ و فساد (پیچھے) باقی رہ گیا۔

حضرت انسؓ نے اس حدیث میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے رَفَعَهٗ اِلَيْهِ (خدا نے آپؐ کو اپنی طرف اُٹھا لیا) کے الفاظ یہ ظاہر کرنے کے لئے استعمال کئے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے آپؐ کو باعزّت طریق سے وفات دی کیونکہ امت کا فتنہ و فساد آپؐ کی زندگی میں وقوع میں نہیں آیا۔

انہی معنوں میں خدا تعالیٰ نے آیت کریمہ يَا عِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَيَّ میں مُتَوَفِّيْكَ (تجھے وفات دینے والا ہوں) کے بعد رَافِعُكَ کا لفظ اس لئے استعمال کیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السّلام کو تسلّی دی جائے کہ انہیں طبعی وفات دی جائے گی اور باعزّت طریق سے دی جائے گی۔ یہودی انہیں صلیب پر نہیں مار سکیں گے۔ اس سے پہلی آیت میں خدا تعالیٰ نے فرمایا:۔

مَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَ اللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ ۝

یعنی یہودیوں نے مسیح کو صلیب پر مارنے کی تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں بچانے کی تدبیر کی اور خدا تدبیر کرنے والوں میں سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح کو صلیبی موت سے تدبیر کے ذریعہ بچایا ہے۔ آسمان پر زندہ اُٹھا لینا تو معجزہ نمائی ہے۔ اُسے تدبیر قرار نہیں دیا جا سکتا۔ تدبیر وہ امر ہوتا ہے جس کا مقابلہ دوسرا شخص تدبیر سے کر سکے۔ پس اگر یہ کہا جائے کہ یہودیوں کی تدبیر کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السّلام کو زندہ آسمان پر اُٹھا لیا تو یہ قدرت نمائی تو کہلا سکتی ہے تدبیر نہیں کہلا سکتی۔

پس قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیبی موت سے بچا کر انہیں دشمن کے ہاتھوں سے نکال کر ہجرت کرا دی۔ اور پھر کامیاب زندگی گزارنے کے بعد باعزت طریق سے وفات دی۔ چنانچہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ (انفال ۳۱)

یعنی لوگ آپ کے خلاف قتل کی تدبیر کر رہے ہیں اور اللہ بھی تدبیر کر رہا ہے اور اللہ تدبیر کرنے والوں میں سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے

چنانچہ خدائی تدبیر کے ماتحت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دشمن آپ کو قتل کرنے پر قادر نہ ہو سکے اور خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرا دی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اور ان کی والدہ کی ہجرت کا ذکر قرآن کریم میں ان الفاظ میں آیا ہے:۔

جَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗۤ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَاۤ اِلٰى رَبْوَةٍ

ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ۞ (انفال ع ۴)

یعنی ہم نے ابن مریم اور اس کی ماں کو نشان بنایا اور ان دونوں کو ایک بلند زمین پر پناہ دی جو آرام دہ اور چشموں والی ہے۔

علامہ رشید رضا سابق مفتی دیار مصریہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس تحقیق کو مان لیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کشمیر میں ہجرت کی اور سری نگر میں وفات پائی۔ چنانچہ وہ اس بارہ میں اپنے رسالہ "المنار" مطبوعہ مصر میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کشمیر کی طرف ہجرت سے متعلق دلائل درج کرنے کے بعد مضمون کے آخر میں لکھتے ہیں:۔

فَفِرَارُهٗ اِلَى الْهِنْدِ وَمَوْتُهٗ فِيْ ذٰلِكَ الْبَلَدِ لَيْسَ بِبَعِيْدٍ عَقْلًا وَّ لَا نَقْلًا (المنار جلد ۱۵ صفحہ ۹۰۱)

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہندوستان کی طرف فرار کر جانا اور شہر (سرینگر) میں وفات پانا عقل و نقل سے بعید نہیں۔

پھر آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

هِيَ عَقِيْدَةُ اَكْثَرِ النَّصَارٰى وَقَدْ حَاوَلُوْا فِيْ كُلِّ زَمَانٍ مُنْذُ ظُهُوْرِ الْاِسْلَامِ بَثَّهَا فِي الْمُسْلِمِيْنَ۔ (الفتاوی)

کہ حیات مسیح کا عقیدہ اکثر عیسائیوں کا عقیدہ ہے اور انہوں نے ظہور اسلام سے لے کر ہر زمانہ میں اسے مسلمانوں میں پھیلانے کی کوشش کی ہے۔

پس حیات مسیح کا عقیدہ مسلمانوں میں عیسائیوں کے ذریعہ پھیلا ہے اور

اب بڑے بڑے علماء مصر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کو پڑھنے کے بعد وفات مسیح علیہ السلام کے قائل ہو چکے ہیں۔

علامہ رشید رضا کی طرح علامہ محمود شلتوت منتظم اعلیٰ ازہر یونیورسٹی مصر نے بھی وفات مسیح کا فتویٰ دیا ہے۔ وہ وفات مسیح علیہ السلام کے متعلق مفصل بحث کرنے کے بعد لکھتے ہیں:۔

"إِنَّهُ لَيْسَ فِي الْقُرْآنِ وَلَا فِي السُّنَّةِ الْمُطَهَّرَةِ مُسْتَنَدٌ يَصْلُحُ لِتَكْوِيْنِ عَقِيْدَةٍ يَطْمَئِنُّ إِلَيْهَا الْقَلْبُ بِأَنَّ عِيْسٰى رُفِعَ بِجِسْمِهٖ إِلَى السَّمَاءِ وَأَنَّهٗ إِلَى الْآنِ فِيْهَا وَأَنَّهٗ سَيَنْزِلُ مِنْهَا فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ إِلَى الْأَرْضِ"

(الرسالہ مورخہ ۱۱ رمئی ۱۹۴۲ء القاہرہ والفتاوی مطبوعہ مصر)

ترجمہ:۔ قرآن مجید اور سنّت مطہرہ (نبویہ) میں کوئی ایسی سند موجود نہیں جس سے اس عقیدہ پر دل مطمئن ہو سکے کہ حضرت عیسیٰ اپنے جسم کے ساتھ آسمان پر اُٹھائے گئے اور اب تک وہ آسمان پر زندہ ہیں اور یہ کہ وہی آخری زمانہ میں آسمان سے زمین کی طرف نازل ہوں گے

اس سے ظاہر ہے کہ اب علمائے اسلام رفتہ رفتہ اس سچائی کو قبول کرتے جا رہے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام وفات پا چکے ہیں اور وہ دوبارہ نہیں آئیں گے۔

پُرانے بزرگوں میں سے امام مالکؒ کا مذہب یہ لکھا ہے

وَقَالَ مَالِكٌ مَاتَ (تکملہ مجمع البحار صفحہ ۲۸۶)

کہ امام مالک نے کہا ہے کہ حضرت عیسٰے علیہ السّلام وفات پا گئے۔

اور امام ابن حزم کا مذہب بھی یہی لکھا ہے:۔

تَمَسَّكَ ابْنُ حَزْمٍ بِظَاهِرِ الْآيَةِ وَقَالَ بِمَوْتِهٖ

(جلالین زیر آیت متوفیك)

کہ امام ابن حزم نے آیت کے ظاہری معنوں کو اختیار کیا اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کی موت کے قائل ہیں۔

پس چونکہ مسلمانوں میں یہ غلط عقیدہ عیسائیوں نے پھیلا دیا تھا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام زندہ ہیں اور وہی دوبارہ آئیں گے۔ اس لئے علماء اسلام نے حیاتِ مسیح کے قائل ہوکر جب احادیث نبویہ میں ابن مریم کے نزول کی پیشگوئی ملاحظہ کی تو یہ اجتہاد کر لیا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام زندہ ہیں اور وہی دوبارہ آئیں گے۔ اور اُن قرآنی آیات کی جن میں صریح طور پر وفات مسیح کا ذکر تھا تاویلات کرنے لگے جیسا کہ قبل ازیں مذکور ہوا۔ حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا تھا کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام ایک سو بیس برس زندہ رہے ہیں۔ اور یہ بھی فرما دیا تھا:۔

وَاَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى اِلٰى عِيْسٰى اَنْ يَا عِيْسٰى انْتَقِلْ مِنْ مَكَانٍ اِلٰى مَكَانٍ لِئَلَّا تُعْرَفَ فَتُؤْذٰى۔

(کنز العمال صفحہ ۳۴ جلد ۶)

کہ خدا تعالٰی نے حضرت عیسٰیؑ کو وحی کی کہ ایک جگہ سے دوسری

جگہ چلا جاتا تو پہچان نہ لیا جائے اور پھر دُکھ نہ دیا جائے۔

پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ابن مریم کی پیشگوئی میں فرما دیا تھا کہ یہ ابن مریم تم میں سے تمہارا امام ہوگا تاکہ لوگ اس شُبہ میں نہ پڑیں کہ اسرائیلی مسیح کا آنا مراد ہے لیکن افسوس کہ جس شُبہ سے بچانے کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے اِمَامُکُمْ اور فَاَمَّکُمْ مِنْکُمْ کے الفاظ استعمال فرمائے تھے اُمّت ان الفاظ کی موجودگی میں عیسائیوں کے پراپیگنڈا سے متاثر ہو کر اُسی شُبہ میں گرفتار ہو گئی (وکان ذٰلك قدراً مقدوراً)

نزُول کے لفظ سے بھی علماء کو غلطی میں نہیں پڑنا چاہیئے تھا۔ کیونکہ نزُول کا لفظ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کی بعثت کے لئے بھی بطور اکرام و اعزاز قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :۔

قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۔ (طلاق ع ۲)

ترجمہ :۔ بے شک اللہ نے تمہاری طرف ذکر یعنی رسُول کو نازل کیا ہے جو تم پر اللہ کی آیات پڑھتا ہے تاکہ تمہیں تاریکیوں سے نکال کر نُور کی طرف لے آئے۔

پس جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے نزُول کا لفظ بطور اعزاز و اکرام استعمال ہوا ہے حالانکہ آپؐ اپنی والدہ محترمہ کے بطن سے پیدا ہوئے ویسے ہی مسیح موعود کیلئے حدیثوں میں نزول کا لفظ اکراماً استعمال ہوا ہے۔

پیشگوئیوں میں اجماع نہیں ہو سکتا،

پیشگوئی کے ظہور سے پہلے ضروری نہیں کہ اس کے مفہوم کے بارہ میں علماء کی اجتہادی رائے بالکل ہی صحیح ہو۔ کیونکہ پیشگوئی کی پوری حقیقت دراصل اس کے وقوع پر ہی کھلتی ہے۔ اسی لئے فقہاء اسلام نے پیشگوئیوں میں اجماع پایا جانے سے انکار کیا ہے۔ کیونکہ پیشگوئی کے وقوع سے پہلے اس کے معنیٰ محض ایک رائے کی حیثیت رکھتے ہیں جس میں غلطی ہو جانے کا بھی احتمال ہوتا ہے چنانچہ "مسلّم الثبوت" میں لکھا ہے:۔

"اَمَّا فِی الْمُسْتَقْبِلَاتِ کَاَشْرَاطِ السَّاعَةِ وَ اُمُوْرِ الْاٰخِرَةِ فَلَا (اجماع) عِنْدَ الْحَنَفِیَّةِ لِاَنَّ الْغَیْبَ لَامَدْخَلَ لَہٗ فِی الْاِجْتِہَادِ" (مسلّم الثبوت مع شرح صفحہ ۲۴۶)

یعنی جو امور زمانہ مستقبل سے تعلق رکھتے ہیں جیسے علامات قیامت اور امورِ آخرت ان میں حنفیوں کے نزدیک اجماع نہیں کیونکہ امر غیب میں اجتہاد کا کوئی دخل نہیں۔

پس اگر اُمّت کے سارے علماء بھی اس بات پر اتفاق کر لیتے کہ نزُول ابن مریم کی پیشگوئی سے مُراد حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی اصالتاً آمد ہے تب بھی ان علماء کی یہ رائے اجماع نہ کہلا سکتی۔ لیکن اب تو اس مسئلہ کا یہ حال ہے کہ گو اکثر علماء حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی اصالتاً آمد کے قائل رہے ہیں۔ لیکن ایک گروہ مسلمانوں کا اس بات کا بھی قائل رہا ہے کہ ابن مریم کے نزُول سے مراد یہ ہے کہ امام مہدی علیہ السّلام حضرت عیسٰی علیہ السّلام کا بروز ہوں گے۔ چنانچہ عبدالکریم صاحب صابری

اپنی کتاب "اقتباس الانوار" میں لکھتے ہیں :-

"رُوحانیتِ کُمّل گاہے بر اربابِ ریاضت چناں تصرّف مے نماید کہ فاعلِ افعالِ شاں مے گردد و ایں مرتبہ را صُوفیاء بروز مے گویند بعضے بر آنند کہ رُوحِ عیسیٰ در مہدی بروز کند و از نزول عبارت ہمیں بروز است مطابق ایں حدیث کہ لَا الْمَهْدِیُّ اِلَّا عِیْسٰی"۔

(ابن ماجہ) (اقتباس الانوار صفحہ ۵۲)

یعنی کاملین کی رُوحانیت کبھی ارباب ریاضت پر ایسا تصرّف کرتی ہے کہ وہ ان مرتاضین کے افعال کا فاعل بن جاتی ہے۔ اور اس مرتبہ کے پانے کو صُوفیاء بروز قرار دیتے ہیں۔ بعض کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی رُوح مہدی میں بروز کرے گی اور نزول عیسیٰ سے مراد یہی بروز ہے۔ مطابق اس حدیث کے کہ عیسیٰ کے سوا کوئی مہدی نہیں۔

امام سراج الدین ابن الوردی اپنی کتاب خریدۃ العجائب و فریدۃ الرغائب کے صفحہ ۲۱۴ میں لکھتے ہیں :-

وَقَالَتْ فِرْقَةٌ مِنْ نُزُوْلِ عِیْسٰی خُرُوْجُ رَجُلٍ یَشْبِهُ عِیْسٰی فِی الْفَضْلِ وَالشَّرَفِ كَمَا یُقَالُ لِلرَّجُلِ الْخَیْرِ مَلَكٌ وَ لِلشِّرِّیْرِ شَیْطَانٌ تَشْبِیْهًا بِهِمَا وَلَا یُرَادُ الْاَعْیَانُ۔

یعنی ایک گروہ نے کہا ہے کہ نزولِ عیسیٰؑ سے ایک ایسے آدمی کا ظہور مراد ہے جو فضل و شرف میں حضرت عیسیٰؑ کے مشابہ ہوگا۔ جیسے کہ

ایک نیک آدمی کو فرشتہ کہدیتے ہیں اور شریر آدمی کو شیطان کہدیتے ہیں مگر اس سے فرشتہ اور شیطان کی ذات مراد نہیں ہوتی"۔

گو امام سراج الدین کا اپنا خیال یہی ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اصالتاً نازل ہوں گے مگر آخر میں وہ واللہ اعلم کہہ کر اصل حقیقت کا علم خدا کے حوالے کرتے ہیں۔

پس حضرت عیسٰی علیہ السلام کے اصالتاً نازل ہونے کا عقیدہ اُمّت میں متفق علیہ عقیدہ نہیں رہا۔ اور اب امت محمدیہ میں مسیح موعود کے ظہور نے واقعات کے ذریعہ پیشگوئی کی اصل حقیقت کھول دی ہے۔ لہٰذا اب حیات مسیح علیہ السلام اور ان کی اصالتاً آمد کے خیال پر اصرار کسی طرح بھی جائز نہیں۔ اور پہلے بزرگوں کے اسی عقیدہ سے حجت پکڑنا انہیں ارباب من دون اللہ قرار دینے کے مترادف ہے۔ (اعاذنا اللہ منھا)

احادیث نبویہ میں مسیح موعود کا نبی اللہ ہونا

احادیث نبویہ میں امت محمدیہ میں آنے والے مسیح موعود کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی اللہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم کی حدیث میں جو نواس بن سمعان سے مروی ہے، چار دفعہ نبی اللہ قرار دیا گیا ہے۔ اور فرمایا ہے:۔

وَيُحْصَرُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى وَاَصْحَابُهٗ . . . . فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى . . . . ثُمَّ يَهْبِطُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى وَ اَصْحَابُهٗ فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى وَاَصْحَابُهٗ اِلَى اللّٰهِ

(مشکوٰۃ باب العلامات بین یدی الساعۃ و ذکر الدجال)

ایک دوسری حدیث میں جو صحیح بخاری میں مروی ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :-

اِنَّہٗ لَیْسَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَہٗ نَبِیٌّ (کتاب بدء الخلق)

کہ میرے اور مسیح موعود کے درمیان کوئی نبی نہیں۔

طبرانی کی ایک روایت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کو نبی اور رسول قرار دے کر فرمایا ہے :-

اَلَا اِنَّہٗ خَلِیْفَتِیْ فِیْ اُمَّتِیْ

کہ سُن لو وہ میری اُمت میں میرا خلیفہ ہے۔

گویا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے مسیح موعود کو ایک پہلو سے اُمتی اور ایک پہلو سے نبی قرار دیا ہے۔ اور اپنا خلیفہ کہہ کر یہ بتا دیا ہے کہ وہ نبیٔ نائب اور رسُولِ نائب کی حیثیت رکھے گا۔

علمائے اُمّت کا عقیدہ

علمائے اُمت کے ایک طبقہ نے ان احادیث نبویہ سے مسیح کی اصالتاً آمد خیال کرکے مسیح موعود کو احادیث نبویہ کے رُو سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسا نبی اور رسُول قرار دیا ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے تابع ہوگا۔ امت کے لئے حَکَم ہوگا۔ اُمتیوں کی طرح خانہ کعبہ کی طرف مُنہ کرکے نماز پڑھے گا۔ گویا ایک پہلو سے نبی ہوگا اور ایک پہلو سے اُمتی۔ اور اس طرح اُسے ایک جدید قسم کی نبوت حاصل ہوگی جو پہلے کسی نبی کو حاصل نہیں ہوئی۔

پس مسیح موعود امتی نبی کی آمد کو آئمہ دین اور علمائے اُمّت نے آیت خاتم النّبیّین اور لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وغیرہ انقطاع نبوت پر دلالت کرنے والی احادیث کے منافی نہیں سمجھا۔ بلکہ ایسی احادیث کی انہوں نے یہی توجیہ کی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد شریعت جدیدہ لانے والا کوئی نبی نہیں آسکتا۔ چنانچہ امام علی القاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:۔

اَمَّا الْحَدِیْثُ لَا وَحْیَ بَعْدَ مَوْتِیْ بَاطِلٌ وَ لَا اَصْلَ لَہٗ نَعَمْ وَرَدَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَمَعْنَاہُ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ لَا یَحْدُثُ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ بِشَرْعٍ یَنْسَخُ شَرْعَہٗ۔

(الاشاعۃ فی اشراط الساعۃ صفحہ ۲۴۶)

یعنی حدیث لا وحی بعد موتی باطل اور بے اصل ہے۔ ہاں حدیث میں لَا نبی بعدی کے الفاظ وارد ہیں۔ اس کے معنی علماء کے نزدیک یہ ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی پیدا نہیں ہوگا جو ایسی شریعت لے کر آئے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو منسوخ کرتی ہو۔

اسی طرح اقتراب الساعۃ میں لکھا ہے:۔

"حدیث لَا وَحْیَ بَعْدَ مَوْتِیْ بے اصل ہے البتہ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ آیا ہے جس کے معنے نزدیک اہل علم کے یہ ہیں کہ کوئی نبی شرع ناسخ نہیں لائیگا"

(اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۶۲)

پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسے نبی کا ظہور آیت خاتم النبیّین

اور حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے منافی نہیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تابع اور آپ کا اُمّتی ہو اور شریعت محمدیہ کے کسی حکم کو منسوخ نہ کرتا ہو بلکہ پورے طور پر شریعت محمدیہ پر چلنے والا ہو۔

بعض علماء نے آیت خاتم النّبیین کی یہ تاویل بھی کی ہے کہ کوئی پہلا نبی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آ سکتا ہے لیکن نیا نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ ان لوگوں کی اس تاویل کا باعث صرف یہ امر تھا کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی اصالتاً آمد کے قائل تھے اور نہیں جانتے تھے کہ مسیح موعود تو اُمّت محمدیہ میں سے ہی پیدا ہونے والا تھا۔ اگر ان لوگوں پر یہ انکشاف ہو چکا ہوتا کہ احادیث میں ابن مریم کے نزول سے مُراد حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا اصالتاً آنا نہیں بلکہ یہ ابن مریم اُمّتِ محمدیہ کا ہی ایک فرد ہے جسے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا مثیل ہونے کی وجہ سے احادیث نبویہ میں استعارہ کے طور پر ابن مریم یا عیسیٰ کا نام دیا گیا ہے تو وہ کبھی "خاتم النّبیین" کی یہ تاویل نہ کرتے کہ کوئی ایسا نبی جو ایک پہلو سے نبی ہو اور ایک پہلو سے اُمّتی ہو آئندہ پیدا نہیں ہو سکتا بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام ہی جو مستقل نبی تھے، وہی اب اُمّتی نبی کی حیثیت میں آئیں گے کیونکہ کوئی مستقل نبی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آ سکتا۔

ہمیں ان کا یہ بیان تو مسلّم ہے کہ کوئی مستقل نبی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے بعد نہیں آ سکتا۔ لیکن ایک مستقل نبی کا اُمّتی نبی کی حیثیت میں آنا ان کی مستقلہ نبوت میں ایک تغیّر پیدا ہونے کی وجہ سے ایک نئی قسم کی نبوت کے حدوث (وجود میں آنے) کو مستلزم ہے۔ کیونکہ ہر تغیر حدوث پر دلالت کرتا ہے۔ اس طرح اصولاً

انہوں نے تسلیم کر لیا ہے کہ ایک نئی قسم کی نبوت کا حامل جو ایک پہلو سے نبی ہو اور ایک پہلو سے اُمتی ہو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آ سکتا ہے اور اس کا آنا نہ آیت خاتم النّبیین کے منافی ہے اور نہ ان احادیث کے منافی ہے جو انقطاع نبوت پر دلالت کرتی ہیں۔ پس حضرت عیسٰی علیہ السلام اصالتاً اُمتی نبی کی حیثیت میں آئیں یا امت محمدیہ کا کوئی فرد امتی نبی کا مقام حاصل کرے اصولی طور پر ایک نئی قسم کی نبوت کے حدوث پر روشن دلیل ہے۔ جب ان علماء نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے وجود میں ایک نئی قسم کی نبوت کا حدوث مان لیا تو اس نئی قسم کے نبی کا پیدا ہو جانا بھی ممکن ثابت ہو گیا۔ کیونکہ اس طرح آیت خاتم النّبیین اور لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کی قسم کی احادیث جو انقطاع نبوت پر دال ہیں کے منافی صرف تشریعی یا مستقلہ نبوت قرار پائی نہ کہ ایسی نبوت جس کا حامل ایک پہلو سے نبی ہو اور ایک پہلو سے اُمتی۔

ہاں انہوں نے غور نہیں کیا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی مستقلہ نبوت کے زوال پر اُمتی نبی بنایا جانا۔ اوّل تو ان کی نبوت مستقلہ کے سلب کو مستلزم ہے جو ایک امر محال ہے۔ دوم وفات مسیح علیہ السلام جو بنصوص صریحہ قرآنیہ و حدیثیہ ثابت ہے، حضرت عیسٰی علیہ السلام کی اصالتاً دوسری آمد میں روک ہے لہٰذا احادیث میں موعود عیسٰی کوئی اُمتی فرد ہی ہو سکتا ہے جسے مجاز اور استعارہ کے طور پر احادیث میں ابن مریم یا عیسٰی کا نام دیا گیا ہے

اگرچہ نواب صدیق حسن خان صاحب بحوالہ امام جلال الدین سیوطی یہ لکھتے ہیں :-

مَنْ قَالَ بِسَلْبِ نُبُوَّتِہٖ فَقَدْ کَفَرَ حَقًّا کَمَا صَرَّحَ بِہٖ

السُّیُوطِیُّ۔ (حجج الکرامۃ صفحہ ۴۳۱)

کہ جو شخص یہ کہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلوب النبوۃ ہو کر آئینگے وہ کافر ہے جیسا کہ امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے اس کی تصریح کی ہے۔

چنانچہ وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ

فَهُوَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَإِنْ كَانَ خَلِيفَةً فِي الْأُمَّةِ الْمُحَمَّدِيَّةِ فَهُوَ رَسُوْلٌ وَنَبِيٌّ كَرِيْمٌ عَلٰى حَالِهِ (حجج الکرامہ صفحہ ۴۲۶)

یعنی حضرت عیسےٰ علیہ السلام اگرچہ امت محمدیہ میں خلیفہ ہیں مگر وہ اپنے پہلے حال کے مطابق نبی اور رسُول بھی ہیں۔

لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اصالتاً آئیں تو وہ علیٰ حالہ نبی نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ تو مستقل نبی تھے اور مستقل نبی کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے بعد آنا آیت خاتم النّبیین کے منافی ہے۔ لہذا جب یہ لوگ مانتے ہیں کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اور امتی ہوں گے تو ان کی پہلی نبوت مستقلہ میں انقلاب آجانے کی وجہ سے وہ علیٰ حالہ نبی تو نہ ہوئے کیونکہ جب استقلال جاتا رہا جو ان کی نبوت کو لازم تھا تو اس سے ان کی نبوت میں تغیّر لازم آیا۔ اور تغیّر حدوث کو چاہتا ہے۔ لہذا نئی قسم کی نبوت کا امکان لازم آیا جس کا حامل ایک پہلو سے اُمّتی ہو اور ایک پہلو سے نبی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ علمائے امتِ محمدیہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اصالتاً آمد کے قائل ہیں۔ ناذانستہ دراصل وہ مسیح موعود کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک نئی قسم کی نبوت (یعنی امتی نبوت) کے حدوث ہی کے قائل

ہیں۔ لیکن بعض کا یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام علیٰ حالہٖ نبی ہوں گے اور اُن کی نبوت مسلوب نہ ہوگی اسی صورت میں درست ہو سکتا ہے کہ وہ مستقل نبی کی حیثیت ہی میں آئیں اور یہ امر تو آیت خاتم النّبیین اور حدیث لا نبی بعدی وغیرہ کے صریح منافی ہونے کی وجہ سے محال ہے۔

پس جب یہ علماء بھی دراصل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی آمد ثانی میں مستقل نبی قرار نہیں دیتے تو صاف ظاہر ہے کہ اُن کے اُمتی نبی کی حیثیت میں آنے کے ہی قائل ہیں اور اس طرح یہ سب علماء جماعت احمدیہ سے متفق ہیں کہ مسیح موعود اُمتی نبی ہوگا۔ اور اُمتی نبی کا آنا آیت خاتم النّبیین اور انقطاع نبوت پر دلالت کرنے والی احادیث کے خلاف نہیں۔

اب ہر سلیم الفطرت یہ امر آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ جماعت احمدیہ اور علمائے امت میں مسیح موعود کی نبوّت کی قسم کے بارے میں اصولی اتفاق ہے کہ وہ اُمّتی بھی ہوں گے اور نبی بھی۔ اور کہ اس قسم کے نبی کا آنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے منافی نہیں۔ پس جماعت احمدیہ اور ان علماء میں صرف مسیح موعود کی شخصیت کی تعیین میں اختلاف ہے نہ کہ مسیح موعود کی قسمِ نبوت میں۔ یہ علمائے امت حضرت مسیح اسرائیلی کو امت محمدیہ کا مسیح موعود قرار دیتے ہیں اور جماعت احمدیہ احادیث نبویہ کے الفاظ اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ اور فَاَمَّکُمْ مِنْکُمْ کے مطابق مسیح موعود کا اُمتِ محمدیہ میں سے پیدا ہونا یقین کرتی ہے۔

آیت خاتم النّبیین میں ایک پیشگوئی

دراصل آیت خاتم النّبیین ایک پیشگوئی پر مشتمل ہے۔ اور علمائے

اُمّت کو اصولی طور پر اس کا یہ مفہوم مسلّم ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد تشریعی نبی یا مستقل نبی کا آنا تو آیت خاتم النّبیین کے منافی ہے لیکن اُمّتی نبی کا آنا آیت خاتم النّبیین کے منافی نہیں۔ البتہ وہ اُمّتی نبی کے ظہور کو حضرت عیسیٰؑ کے وجود میں منحصر سمجھتے ہیں۔ لیکن اُمّتی نبی کے ظہور کی پیشگوئی جو آیت خاتم النّبیین میں مضمر ہے اس کی پوری حقیقت مسیح موعود کے ظہور پر ہی کھُل سکتی تھی۔ کیونکہ پیشگوئی کی اصل اور پوری حقیقت پیشگوئی کے وقوع پر ہی کھُلتی ہے۔ اور پیشگوئی کے ظہور سے پہلے علماء کی رائے اس بارہ میں حجّت شرعی قرار نہیں دی جا سکتی کیونکہ امور مستقبلہ میں اجتہاد کا کوئی دخل نہیں۔

پس خدا تعالیٰ کے پیشگوئی پر مشتمل قول کا وہی مفہوم درست قرار دیا جا سکتا ہے جس کی اس کا فعل تائید کرے یا قبل از ظہور نصوص صریحہ قطعیہ اس کی تائید میں ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اصالتاً دوبارہ آنا قرآن مجید کی نصوص صریحہ کے خلاف ہے اور اُن کی وفات قرآنی آیات سے روز روشن کی طرح ثابت ہے۔ اور اگر بالفرض وہ زندہ بھی ہوں تو ان کا مستقلہ نبوت کے ساتھ آنا کسی عالمِ دین کو بھی مسلّم نہیں۔ کیونکہ مستقلہ نبوت ختم نبوت کے منافی ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اُمّتی نبی کی حیثیت میں آنا ان کی پہلی نبوت میں تغیر ہونے کو مستلزم ہے اور نئی قسم کی نبوت کے حدوث پر روشن دلیل ہے۔ اور یہ امر پہلی نبوت کے سلب کو مستلزم ہے جو محال ہے۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کے بعد اصالتاً آنا کسی طرح بھی جائز نہیں بلکہ مستلزم محال ہونے کی وجہ سے محال ہے۔

آیت استخلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصالتاً آنے میں روک ہے

احادیث نبویہ مسیح موعود کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اُمتی اور آپؐ کا خلیفہ قرار دیتی ہیں۔ اور قرآن مجید کا فیصلہ ہے کہ کوئی پہلا نبی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آیت استخلاف میں فرمایا ہے:۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

(سورہ نور ۴ ۷)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایمان لا کر اعمال صالحہ بجا لانیوالوں سے وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا جو ان سے پہلے گذر چکے ہیں۔

اس آیت سے دو باتیں ثابت ہیں۔

اوّل یہ کہ آئندہ خلفاء ان لوگوں میں سے ہوں گے جو پہلے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر اعمال صالحہ بجا لائیں۔ یعنی صرف اُمتِ محمدیہ کے افراد ہی کو خدا تعالیٰ کی طرف سے خلافت ملنے کا وعدہ ہے۔

دوم یہ کہ ایسے خلفاء کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی نہ کسی پہلے خلیفہ کا مثیل ہوں۔

پس ان دونو باتوں کی وجہ سے اُمتِ محمدیہ کا کوئی فرد تو حضرت عیسیٰؑ کے مشابہ اور اُن کا مثیل ہو کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کا خلیفہ ہو

سکتا ہے۔ لیکن پہلے گذرے ہوئے خلفاء میں سے حضرت عیسٰی علیہ السلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے جانشین اور خلیفہ نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام خود ہی مشبّہ ہوں اور خود ہی مُشبّہ بہٖ۔ اس کے تو یہ معنی ہوئے کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے مشابہ ہوں گے۔

اب دیکھئے یہ امر کیسا مضحکہ خیز ہے۔ مگر مولوی خالد محمود صاحب یہی کہتے ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام خود ہی مُشبّہ ہوں گے اور خود ہی مشبّہ بہٖ۔ حالانکہ مُشبّہ ہمیشہ مُشبّہ بہٖ کا غیر ہوتا ہے۔ جب یہ آیت بتا رہی ہے کہ مُشبّہ خلفاء اُمّتِ محمدیہ کے افراد ہیں جو ایمان لا کر اعمال صالحہ بجا لائیں گے۔ اور مُشبّہ بہٖ اُمّتِ محمدیہ سے پہلے گذرے ہوئے خلفاء ہیں۔ تو پھر حضرت عیسٰی علیہ السلام کو ہی الگ الگ جہتوں سے مشبّہ اور مشبّہ بہٖ قرار دینے کی کوشش بیہودہ ہے یہ بات مولوی خالد محمود صاحب کی درست نہیں ہو سکتی کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام الگ الگ جہتوں سے مُشبّہ اور مُشبّہ بہٖ ہوں گے۔ کیونکہ یہ امر منطوق آیت کے صریح خلاف ہے۔ آیت میں تو مُشبّہ اور مشبّہ بہٖ خلفاء کو الگ الگ شخص قرار دیا گیا ہے۔ یہ تو نہیں کہا گیا کہ ایک شخص ایک جہت سے مُشبّہ ہوگا اور دوسری جہت سے مُشبّہ بہٖ۔ کیونکہ ایمان لا کر اعمال صالحہ بجا لانے والوں کو مُشبّہ قرار دیا گیا ہے اور اُمّتِ محمدیہ سے پہلے گذرے ہوئے خلفاء کو مُشبّہ بہٖ۔

مولوی خالد محمود صاحب کا حضرت امام غزالیؒ پر افتراء

حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب الاقتصاد فی الاعتقاد میں لکھتے ہیں:۔

مَنْ اَنْکَرَ وُجُوْہَ اَبِیْ بَکْرٍ

وَخِلَافَتَهٗ لَمْ يَلْزِمْ تَكْفِيْرُهٗ لِاَنَّهٗ لَيْسَ تَكْذِيْبًا فِيْ اَصْلٍ مِنْ اُصُوْلِ الدِّيْنِ مِمَّا يَجِبُ التَّصْدِيْقُ بِهٖ بِخِلَافِ الْحَجِّ وَالصَّلٰوةِ وَ اَرْكَانِ الْاِسْلَامِ وَلَسْنَا نُكَفِّرُهٗ لِمُخَالَفَةِ الْاِجْمَاعِ فَاِنَّ لَنَا نَظَرًا فِيْ تَكْفِيْرِ النَّظَّامِ الْمُنْكِرِ لِاَصْلِ الْاِجْمَاعِ. لِاَنَّ الشُّبْهَةَ كَثِيْرَةٌ فِيْ كَوْنِ الْاِجْمَاعِ حُجَّةً قَاطِعَةً (الاقتصاد صفحہ ۱۱۲ - ۱۱۳)

یعنی جو شخص ابوبکر کے وجود اور ان کی خلافت کا انکار کرے اس کی تکفیر لازم نہیں ہو گی۔ کیونکہ یہ امر اصول دین میں سے کوئی اصل نہیں ہے جن کی تصدیق واجب ہے بخلاف حج، نماز اور ارکان اسلام کے اور ہم ایسے شخص کی تکفیر اجماع کا مخالف ہونے کی بنار پر بھی نہیں کریں گے کیونکہ ہمیں نظّام کو کافر ٹھہرانے میں بھی اعتراض ہے جو سرے سے اجماع کے وجود کا ہی منکر ہے۔ کیونکہ اجماع کے قطعی حجت ہونے میں بہت سے شبہات ہیں۔

مگر اس کے برخلاف مولوی خالد محمود صاحب امام غزالی علیہ الرحمۃ یہ افترا کرتے ہوتے لکھتے ہیں کہ

"حجۃ الاسلام امام غزالی لفظ خاتم النبیین کے متعلق الاقتصاد میں ارشاد فرماتے ہیں اِنَّ الْاُمَّةَ فَهِمَتْ بِالْاِجْمَاعِ مِنْ هٰذِهٖ وَمِنْ قَرَائِنِ اَحْوَالِهٖ اَنَّهٗ اَفْهَمَ عَدَمَ نَبِيٍّ بَعْدَهٗ اَبَدًا وَعَدَمَ رَسُوْلٍ بَعْدَهٗ اَبَدًا وَاَنَّهٗ لَيْسَ فِيْهِ تَاْوِيْلٌ

وَ تَخْصِيْصٌ (الاقتصاد صفحہ ۱۴۶)"

مولوی خالد محمود صاحب نے اس عبارت کو غلط طور پہ امام غزالی علیہ الرحمۃ کا قول قرار دیتے ہوئے اس عبارت کا ترجمہ یہ لکھا ہے:-

"اُمّت نے اس لفظ خاتم النّبیین اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے احوال و قرائن سے اجماعی طور پہ یہی سمجھا ہے کہ حضور نے یہی سمجھایا ہے کہ آپ کے بعد نہ کوئی نبی ہوگا اور نہ کوئی رسُول۔ اس مسئلہ ختم نبوت میں نہ کسی تاویل کی گنجائش ہے نہ کسی قسم کی کوئی تخصیص ہے" (عقیدۃ الامۃ صفحہ ۱۴ و ۱۵)

یہ قول امام غزالی علیہ الرحمۃ کا ارشاد قرار دے کر مولوی خالد محمود صاحب یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ امام غزالی اپنی طرف سے یہ کہہ رہے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی اور رسُول کی آمد کا عقیدہ چونکہ اجماع اُمت کے خلاف ہے اس لئے کُفر ہے۔ حالانکہ یہ قول امام غزالی علیہ الرحمۃ دوسروں کا نقل کر رہے ہیں اور خود اس جگہ اس عبارت سے پہلے یہ لکھ رہے ہیں کہ نبی اور رسُول کا آنا چونکہ عقلاً محال نہیںؑ اور آیت خاتم النّبیین اور حدیث لانبی بعدی کی تاویل سےؑ نبی اور رسُول کی آمد کا قائل عاجز نہیںؑ ہوگا۔ لہٰذا ایسے شخص کی تردید میں صرف یہ بات رہ گئی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اُمت نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ سمجھایا ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی اور رسُول نہیں

عہ حاشیہ:- فَاِنَّ الْعَقْلَ لَا يُحِيْلُهُ (اقتصاد ص۱۱۳)

عہ حاشیہ:- فَلَا يعجز هذا القائل عن تاويله خاتم النبيين (الاقتصاد ص۱۱۳)

اور اس میں کوئی تاویل و تخصیص نہیں ہو سکتی۔ اور زیادہ سے زیادہ اسے اجماع کا منکر کہا جا سکتا ہے۔ یعنی نص خاتم النبیین کا منکر نہیں قرار دیا جا سکتا۔ کیونکہ امام غزالی اس سے پہلے لکھ چکے ہیں کہ اُن کے نزدیک اجماع حجت قاطعہ ہی نہیں۔ ان کے نزدیک اجماع کے حجت ہونے میں بہت سے شبہات ہیں۔ اور وہ نظام معتزلی کو بھی جو سرے سے اجماع کے وجود کا منکر ہے کافر نہیں سمجھتے۔

پس امام موصوف اس مقام پر تکفیر میں توقف نہ کرنے اور فوراً ماؤل کو کافر قرار دینے کے رجحان کو دُور کرنا چاہتے ہیں اور ایسے لوگوں کو جو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے قائل ہوں، کافر قرار دینے کا رجحان مٹانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ آپ مسلمانوں کے فرقوں معتزلہ اور مشبّہہ کو تاویل کی وجہ سے کافر نہ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

وَدَلِیْلُ الْمَنْعِ مِنْ تَکْفِیْرِھِمْ اَنَّ الثَّابِتَ عِنْدَنَا بِالنَّصِّ تَکْفِیْرُ الْمُکَذِّبِ لِلرَّسُوْلِ وَ ھٰؤُلَاءِ لَیْسُوْا مُکَذِّبِیْنَ اَصلًا وَلَمْ یُثْبِتْ لَنَا اَنَّ الْخَطَاءَ فِی التَّاوِیْلِ مُوْجِبٌ لِلتَّکْفِیْرِ فَلَا بُدَّ مِنْ دَلِیْلٍ عَلَیْہِ وَ ثَبَتَ اَنَّ الْعِصْمَۃَ مُسْتَفَادَۃٌ مِنْ قَوْلِہٖ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قَطْعًا فَلَا یُدْفَعُ ذٰلِکَ اِلَّا بِقَاطِعٍ وَھٰذَا الْقَدْرُ کَافٍ فِی التَّنْبِیْہِ عَلٰی اَنَّ اِسْرَافَ مَنْ بَالَغَ فِی التَّکْفِیْرِ لَیْسَ عَنْ بُرْھَانٍ فَاِنَّ الْبُرْھَانَ اِمَّا اَصْلٌ اَوْ قِیَاسٌ عَلَی الْاَصْلِ وَ الْاَصْلُ ھُوَ التَّکْذِیْبُ الصَّرِیْحُ وَمَنْ لَیْسَ بِمُکَذِّبٍ فَلَیْسَ فِیْ

مَعْنَی الْمُکَذِّبِ اَصْلاً فَیَبْقٰی تَحْتَ عُمُوْمِ الْعِصْمَۃِ بِکَلِمَۃِ الشَّہَادَۃِ (الاقتصاد صفحہ ۱۱۴)

یعنی اس امر کی دلیل کہ انہیں کافر نہیں کہنا چاہیئے یہ ہے کہ ہمارے نزدیک نصّ (شرعی) سے جو کچھ ثابت ہے وہ یہ ہے کہ جو رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جھٹلانے والا ہو وہ کافر ہوتا ہے اور یہ فرقے (معتزلہ و مشبھہ) ہرگز رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کے مکذّب نہیں۔ اور ہمارے نزدیک یہ ثابت نہیں کہ تاویل میں غلطی کھانا موجب تکفیر ہے اور یہ امر ثابت شدہ ہے کہ کلمہ طیّبہ لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللہُ کہنے سے انسان کو جان و مال کی حفاظت حاصل ہو جاتی ہے۔ اور جب تک اس کے خلاف کوئی یقینی دلیل نہ ہو یہ حفاظت قائم رہے گی۔ اور ہمارا اس قدر کہنا یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ تکفیر میں حدّ سے تجاوز کرنے والے کا فعل کسی دلیل پر مبنی نہیں۔ کیونکہ دلیل یا اصلی ہوگی یا کسی اصل پر قیاس ہوگی۔ اور اصل اسبارہ میں صریح تکذیب (رسُول) ہے۔ اور جو مکذّب نہ ہو وہ مکذّب کے معنوں (حکم) میں قرار نہیں دیا جا سکتا۔ لہٰذا کلمۂ شہادت کی وجہ سے ایسے شخص کو عام عصمت حاصل ہوگی یعنی اُسے کافر قرار دینا جائز نہ ہوگا۔

اس کے بعد انہوں نے خاتم النّبیین کی نص کی بعض رکیک تاویلات کرنے والے کا ذکر کیا ہے۔ اور آگے چل کر اس کے بارہ میں لکھا ہے کہ عقلاً نبی کا آنا محال

نہیں اور آیت خاتم النّبیین کی تاویل سے یہ شخص عاجز نہ ہوگا۔ اس لئے فرماتے ہیں:۔

لَا یُمْکِنُ اَنْ تَدَّعِیَ اِسْتِحَالَتَہٗ مِنْ حَیْثُ مُجَرَّدِ اللَّفْظِ فَاِنَّا فِیْ تَاوِیْلِ ظَوَاھِرِ التَّشْبِیْہِ تَضَیْنَا بِاحْتِمَالَاتٍ اَبْعَدَ مِنْ ھٰذِہٖ وَلَمْ یَکُنْ ذٰلِکَ مُبْطِلًا لِلنُّصُوْصِ"

(الاقتصاد صفحہ ۱۱۳)

یعنی ہم خاتم النّبیین اور لَا نَبِیَّ بَعْدِی کے الفاظ کی ایسی تاویلات کے محال ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے کیونکہ ہم نے ظواہر تشبیہ (متشابہات) میں اس شخص کے احتمالات (تاویلات) سے بھی بہت دور کے احتمالات سے فیصلہ دیا ہے اور ایسا شخص نصوص کو باطل کرنے والا قرار نہیں دیا۔

اس سے ظاہر ہے کہ امام موصوف خَاتَمُ النَّبِیّٖن اور لَا نَبِیَّ بَعْدِی کی بعض رکیک تاویلات کرنے والے کی تکفیر میں بھی توقف کو ضروری قرار دینا چاہتے ہیں۔ اور ایسے شخص کی تکفیر میں وہ عدم توقف کو جائز نہیں رکھتے۔ مگر مولوی خالد محمود صاحب امام غزالیؒ کی اس سے پہلی عبارت کو سیاق کے خلاف اپنے من گھڑت معنی دے کر امام غزالیؒ کی طرف یہ منسوب کرنا چاہتے ہیں کہ وہ خاتم النبیین اور لا نبی بعدی کی تاویل کرنے والے کو بلا توقف کافر قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ اس سے پہلی عبارت میں تکفیر میں جلد بازی سے منع فرما رہے ہیں۔ وہ عبارت یہ ہے :۔

لَوْ فُتِحَ ھٰذَا الْبَابُ لَانْجَرَّ اِلٰی اُمُوْرٍ شَنِیْعَۃٍ وَھُوَ اَنَّ قَائِلًا لَوْ قَالَ یَجُوْزُ اَنْ یُّبْعَثَ رَسُوْلٌ بَعْدَ نَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰہُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَبْعُدُ التَّوَقُّفُ فِي تَكْفِيْرِهٖ۔

(الاقتصاد صفحہ ۱۱۳)

صحیح مفہوم اس عبارت کا سیاق کلام کے مطابق یہ ہے کہ

اگر ہم تکفیر کا دروازہ (لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والے کے لئے بھی اجماع کا منکر ہونے کی بنا پر) کھول دیں تو اس سے کئی امور شنیعہ پیدا ہوں گے۔ مثلاً ایک شخص کے یہ کہنے پر کہ یہ امر جائز ہے کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی رسول ہو اس کو کافر کہنے میں توقف نہ ہوگا (یعنی وہ فوراً کافر قرار دے دیا جائے گا)

حالانکہ امام موصوف تکفیر میں جلد بازی کے رجحان کو اس سے پہلی عبارت کے ذریعہ مٹانا چاہتے ہیں اور اجماع کو بھی حجت قاطعہ نہیں سمجھتے اور اس سے انکار کو تکفیر کا موجب نہیں جانتے۔ مولوی خالد محمود صاحب نے اس عبارت کا ترجمہ منشائے متکلّم کے بالکل اُلٹ یہ کر دیا ہے:۔

اگر محض اقرار کلمۂ اسلام کی بنا پر تکفیر کو روک لیا جائے تو اس سے بہت سے امور شنیعہ کا دروازہ کھُل جائے گا۔ مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کسی شخص کو نبوت مل سکتی ہے **تو اس کی تکفیر میں توقف کرنا تو ہرگز جائز نہ ہوگا۔**

جن الفاظ کو ہم نے جلی لکھا ہے وہ ہرگز مندرجہ بالا عربی عبارت کا صحیح ترجمہ نہیں۔

خالد محمود صاحب کا یہ ترجمہ تو امام موصوف کے سارے پچھلے بیان کے صریح برعکس ہے۔ اور سیاق کلام سے اس کا کوئی علاقہ نہیں۔ کیونکہ امام موصوف تو تکفیر کا رجحان مٹانا چاہتے ہیں مگر اپنے ترجمہ سے مولوی خالد محمود صاحب نے امام موصوف کے اس مضمون کی رُوح کو ہی کچل کر رکھ دیا ہے۔ امام موصوف تو تکفیر کے رجحان کو دُور کرنے کے لئے نصّ کو مان کر اس کی تاویل کرنے والوں کی تکفیر میں توقف کا سبق دے رہے ہیں۔ اور مولوی خالد محمود صاحب اس کے برعکس امام صاحب کی طرف یہ امر منسوب کر رہے ہیں کہ نصّ خاتم النبیین اور لَا نَبِیَّ بعدی کو مان کر اس کی تاویل کرنے والوں کو امام موصوف نے اس عبارت میں بلا تاخیر و توقف کافر قرار دے دیا ہے۔ حالانکہ امام موصوف تو یہ بتا رہے ہیں کہ کلمہ شہادت تکفیر میں توقف کا قطعی موجب ہے اور تاویل کرنے والوں کو کافر نہ قرار دینے کے متعلق ایک روشن دلیل ہے اور اجماع حجّت قاطعہ نہیں۔ مگر مولوی خالد محمود صاحب امام موصوف کی طرف یہ منسوب کر رہے ہیں کہ گویا وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر کلمۂ شہادت کہنے والے کو کُفر کے فتویٰ سے محفوظ قرار دے دیا جائے تو اس سے بہت سے امورِ شنیعہ پیدا ہوتے ہیں حالانکہ امام موصوف کی مُراد اس سے بالکل برعکس ہے وہ کلمۂ شہادت کو کافر نہ قرار دینے کی دلیل بیان کرنے کے بعد یہ فرماتے ہیں کہ اگر تکفیر کا دروازہ کھول دیا جائے اور لا الٰہ الا اللہ کے ذریعہ اقرارِ اسلام کو تکفیر میں توقف کی دلیل نہ سمجھا جائے اور اجماع کو حجّت قاطعہ سمجھا جائے، تو اس سے بہت سے امورِ شنیعہ یعنی مفاسد پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ چنانچہ اگر تکفیر کا دروازہ کھول دیا جائے تو پھر تو خاتم النبیین اور لَا نبی بعدی کی تاویل

کرنے والے کی تکفیر میں توقف نہ کیا جائے گا حالانکہ صحیح مذہب یہ ہے کہ تاویل کرنے والے کو کافر قرار نہیں دینا چاہیئے۔ کیونکہ وہ صاف لکھ چکے ہیں :-

لَمْ يَثْبُتْ لَنَا اَنَّ الْخَطَأَ فِي التَّاْوِيْلِ مُوْجِبٌ لِلتَّكْفِيْرِ

(الاقتصاد صفحہ ۱۱۲)

کہ یہ بات ہم پر ثابت نہیں ہوئی کہ تاویل میں غلطی کرنا تکفیر کا موجب ہے اور اجماع کے متعلق بھی وہ صاف لکھ چکے ہیں :-

لِاَنَّ الشُّبْهَةَ كَثِيْرَةٌ فِيْ كَوْنِ الْاِجْمَاعِ حُجَّةً قَاطِعَةً۔

(الاقتصاد صفحہ ۱۱۳)

یعنی اجماع کے قطعی حجت ہونے میں بہت سے شبہات ہیں۔ اسی لئے وہ نظّام معتزلی کو جو سرے سے اجماع کے وجود ہی کا منکر ہے کافر قرار نہیں دیتے۔

مولوی خالد محمود صاحب تو امام غزالیؒ کی زیر بحث عبارت کا مطلب ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ امام غزالیؒ آیت خاتم النبیین اور حدیث لَانبی بعدی کی تاویل کرنے والے کو بلا توقف کافر قرار دیتے ہیں اور ہم نے یہ بتایا ہے کہ مولوی خالد محمود صاحب اُن کی عبارت کے ترجمہ کو بگاڑ کر اُن کے مقصد کے صریح خلاف یہ غلط بات منسوب کر رہے ہیں کہ امام موصوف خاتم النّبیین اور لانبی بعدی کی تاویل کرنے والے کی تکفیر کے حامی ہیں۔

دیکھئے علّامہ قرطبی نے بھی جو تکفیر میں متشدد ہیں امام غزالیؒ کے کلام سے یہی سمجھا ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔ اسی لئے وہ خاتم النبیین کی تاویل کرنے والے

کو کافر قرار نہ دینے پر امام غزالیؒ کو ختم نبوت کے عقیدہ کو مشوش کرنے کی راہ نکالنے والا قرار دے رہے ہیں۔ چنانچہ وہ امام غزالی کی اس تحریر کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"وَمَا ذَكَرَهُ الْغَزَالِيُّ فِي هٰذِهِ الْاٰيَةِ وَهٰذَا الْمَعْنٰى فِي كِتَابِهِ الَّذِي سَمَّاهُ بِالْاِقْتِصَادِ اِلْحَادٌ عِنْدِي وَتَطَرُّقٌ خَبِيْثٌ اِلٰى تَشْوِيْشِ عَقِيْدَةِ الْمُسْلِمِيْنَ فِي خَتْمِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلنُّبُوَّةِ فَالْحَذَرَ الْحَذَرَ مِنْهُ۔"

(تفسیر قرطبی جزو ۱۴ صفحہ ۱۹۶ - ۱۹۷)

یعنی آیت خاتم النبیین کے متعلق جو معنی غزالی نے اپنی کتاب الاقتصاد میں بیان کئے ہیں وہ میرے نزدیک الحاد ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے بارہ میں مسلمانوں کے عقیدہ کو مشوش کرنے کے لئے ایک خبیث راہ نکال رہے ہیں۔ اس سے بچ کر رہنا چاہیئے۔

اب مولوی خالد محمود صاحب بتائیں کہ امام غزالیؒ کی ختم نبوت کی تاویل کے متعلق زیر بحث عبارت کو آپ صحیح سمجھے ہیں یا امام قرطبی۔ جو اس عبارت کی وجہ سے امام غزالیؒ کو الحاد کا الزام دے رہے ہیں اور اس کا مفہوم مولوی خالد محمود صاحب کے بیان کردہ مفہوم کے خلاف جانتے ہیں۔

مولوی خالد محمود صاحب سے دو ضروری سوال،

(۱) مولوی خالد محمود صاحب! جب آپ اور دیگر علمائے ملّت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے بعد امتی نبی کی حیثیت میں آنا تسلیم کرتے ہیں، تو صاف ظاہر ہے کہ آپ لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کو

خاتم النبیین بمعنی مطلق آخری نبی تسلیم نہیں کرتے۔ کیونکہ آپ کے عقیدہ کے رُو سے تو آخری نبی ایک لحاظ سے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام قرار پاتے ہیں۔ پس جب آپ لوگ اُن کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آنا مانتے ہیں۔ تو اس لحاظ سے آپ لوگ کس طرح آیت خاتم النّبیین کے معنی آخری نبی میں تاویل وتخصیص کے قائل نہیں۔ جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو آپ لوگ ایک خاص قسم کا آخری نبی قرار دے رہے ہیں نہ علی الاطلاق ہر لحاظ سے آخری نبی؟

آپ کے اس عقیدہ سے تو ظاہر ہے کہ آپ لوگ خاتم النّبیین کے معنی مطلق آخری نبی تسلیم نہیں کرتے۔ بلکہ پیدا ہونے میں آخری نبی قرار دے کر تاویل وتخصیص کے قائل ہیں۔

(۲) پھر آپ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد امتی نبی کی حیثیت میں آنا مان کر حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ اور حدیث اِنِّیْ اٰخِرُ الْاَنْبِیَاءِ کی تاویل بھی کر رہے ہیں اور تخصیص بھی۔ کیونکہ آپ ان حدیثوں کو مخصوص بالبعض قرار دے رہے ہیں نہ کہ اپنے مفہوم میں عام۔ حالانکہ ان حدیثوں میں بظاہر عموم ہے اور ان میں بظاہر مطلق نبی کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے کی نفی ہے۔

جب ان حدیثوں کی موجودگی میں آپ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے نبی کی حیثیت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے کا بدیں وجہ جواز نکال لیے ہیں کہ وہ آمد ثانی پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے ماتحت امتی نبی کی حیثیت میں ہوں گے تو پھر آپ لوگوں کو اپنے اس مخصوص عقیدہ کی موجودگی

میں یہ کہنے کا حق کیسے حاصل ہے کہ اُمت کا اس بات پر اجماع ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اور آیت خاتم النّبیین اور حدیث لانبی بعدی میں کوئی تاویل اور تخصیص نہیں بلکہ یہ اپنے مفہوم میں عام ہیں؟

ہاں ہم احمدی یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم آیت خاتم النّبیین میں کسی تاویل و تخصیص کے قائل نہیں کیونکہ ہمارے نزدیک آیت خاتم النّبیین کا اصل اور حقیقی مفہوم خاتمیت مرتبی ہے جس سے یہ مراد ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نبوت میں انتہائی کمال پر پہنچے ہوئے ہیں اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے افاضۂ رُوحانیہ سے مقام نبوت بھی مل سکتا ہے۔ اور خاتمیت مرتبی کے مقام کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا آخری تشریعی اور آخری مستقل نبی ہونا لازم ہے۔ گویا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے بعد کوئی شارع اور مستقل نبی نہیں آسکتا۔ ہاں آپؐ کے فیض سے آپؐ کا اُمتی مقام نبوت پاسکتا ہے۔ اور وہ ایک پہلو سے اُمتی ہوگا اور ایک پہلو سے نبی۔ اور اس کی نبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے انوارِ نبوت کی ایک تجلّی ہوگی۔ اور وہ آپ کا کامل ظِلّ ہوگا اور وہ مستقل نبی نہیں ہوگا بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی ہوگا۔ دیکھ لیجئے۔ خاتم النّبیین کے ان حقیقی لغوی معنیٰ کے رُو سے ہم آیت خاتم النّبیین میں کسی تاویل اور تخصیص کے قائل نہیں۔

البتہ حدیث لَانَبِیَّ بَعْدِیْ اور حدیث اِنِّیْ اٰخِرُالْاَنْبِیَاءِ میں تاویل و تخصیص کے مولوی خالد محمود صاحب اور ان کے ہمنیال بھی قائل ہیں اور ہم بھی قائل ہیں۔ پس مولوی خالد محمود صاحب کی یہ کیسی ستم ظریفی ہے کہ

وہ ہمارے خاتم النّبیین کے معنوں میں تاویل وتخصیص کے قائل نہ ہونے کے باوجود ہم پر تو کُفر والحاد کا فتویٰ لگا رہے ہیں اور خود آیت خاتم النّبیین کے یہ معنی لے کر کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پیدا ہونے کے لحاظ سے آخری نبی ہیں آیت خاتم النّبیین کی تاویل بھی کرتے ہیں اور اس کے معنوں میں تخصیص کے بھی قائل ہیں اور تاویل وتخصیص کی وجہ سے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد امتی نبی کی حیثیت میں آنا مانتے ہیں، وہ پکّے مسلمان ہیں۔

امام غزالیؒ کے بعد مولوی خالد محمود صاحب نے علاّمہ قاضی عیاض کا یہ قول "شفاء" سے نقل کیا ہے:۔

"لِاَنَّهٗ اَخْبَرَ اَنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَلَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ وَاَخْبَرَ عَنِ اللّٰهِ تَعَالٰی اَنَّهٗ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَاَجْمَعَتِ الْاُمَّةُ عَلٰى حَمْلِ هٰذَا الْكَلَامِ عَلٰى ظَاهِرِهٖ وَ اَنَّ مَفْهُوْمَهٗ الْمُرَادَ بِهٖ دُوْنَ تَاْوِيْلٍ وَتَخْصِيْصٍ فَلَا شَكَّ فِیْ كُفْرِ هٰؤُلَاءِ الطَّوَائِفِ كُلِّهَا قَطْعًا اِجْمَاعًا سَمْعًا"

(شفاء صـ ۳۶۲ ۔ عقیدۃ الامہ صـ ۱۶)

اور ترجمہ اس قول کا یہ کیا ہے:۔

اس لئے کہ حضور نے فرمایا ہے کہ آپؐ خاتم النّبیین ہیں اور یہ کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا ("پیدا نہیں ہوگا" کا لفظ مولوی خالد محمود صاحب نے لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ کے الفاظ کی تاویل میں

اپنی طرف سے بڑھایا ہے۔ ناقل) اور خدا کی طرف سے بھی حضور نے
یہی بتلایا ہے کہ آپ خاتم النّبیین ہیں۔ اور اُمت کا اتفاق ہے کہ
یہ آیت اپنے ظاہری معنوں پر محمول ہے اور جو اس کا مفہوم ظاہری
لفظوں سے سمجھ میں آرہا ہے وہی اس میں بغیر کسی تاویل وتخصیص
کے مُراد ہے۔ پس ان لوگوں کے کُفر میں قطعاً کوئی شک نہیں جو
اس معنی کا انکار کریں۔ (عقیدۃ الامہ صفحہ ۱۶-۱۷)

قاضی عیاض صاحب تو زندہ موجود نہیں ورنہ ہم ان سے دریافت کرتے کہ اُن کے نزدیک خاتم النّبیین کے ظاہری معنی کیا ہیں اور ان معنوں کی موجودگی میں وہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی آمد ثانی کو تسلیم کرتے ہوئے خاتم النّبیین کے ظاہری معنوں میں کس طرح تاویل وتخصیص کے قائل نہیں۔ اب تو مولوی خالد محمود صاحب ہی ان کی طرف سے وکیل ہیں۔ لہٰذا وہی ہمارے سوال کا جواب دیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی آمد ثانی کے قائل ہونے کی صورت میں وہ کس طرح آیت خاتم النّبیین میں تاویل وتخصیص کے قائل نہیں؟ جبکہ مولوی خالد محمود صاحب ان کی طرف خاتم النّبیین کے یہ معنی منسوب کر رہے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پیدا ہونے کے لحاظ سے آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ ان معنوں کے رُو سے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مطلق آخری نبی ثابت نہیں ہوتے۔ کیونکہ پیدائش کے لحاظ سے آخری نبی تو آخری نبی کی ایک مقیّد اور مخصوص صورت قرار پاتی ہے اور اس طرح مطلق آخری نبی معنٰی کرکے ان میں تاویل وتخصیص کا قائل ہوتا ہے۔

آیت خاتم النّبیّین کے حقیقی بلاتاویل و تخصیص معنی

میں بتا چکا ہوں کہ آیت خاتم النبیین کے معنی مطلق آخری نبی نہ ہم مانتے ہیں نہ خالد محمود صاحب اور نہ دوسرے علمائے امت۔ کیونکہ ہم اور دوسرے علمائے اُمت سب مسیح موعود کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد امتی نبی کی حیثیت میں مانتے ہیں۔ اور ہم میں اور ان میں اختلاف ہے تو صرف مسیح موعود کی شخصیت کی تعیین میں ہے نہ کہ اس کے امتی نبی ہونے کی حیثیت میں۔ اگر خاتم النبیین کے معنی مطلق آخری نبی کئے جائیں تو پھر ان علماء کو مسیح موعود کو امتی نبی ماننے کی صورت میں بلاشبہ خاتم النبیین کے معنوں میں تاویل و تخصیص کا قائل ہونا پڑے گا۔

علاوہ ازیں خاتم النّبیین کے معنی مطلق آخری نبی بھی دراصل حقیقی معنی نہیں ہو سکتے بلکہ یہ مجازی معنی ہوں گے اور مجازی معنی حقیقی معنوں کے مقابل تاویلی معنی ہی ہوتے ہیں۔ خاتم النّبیین کے حقیقی معنی تو نبوت میں مؤثر وجود کے ہیں۔ خاتم النّبیین کے یہی حقیقی معنی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمائے ہیں۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں :-

"جیسے خاتم بفتح تاء کا اثر مختوم علیہ میں ہوتا ہے۔ ایسے موصوف بالذّات (یعنی خاتم النّبیین) **کا اثر موصوف بالعرض** (دوسرے انبیاء۔ ناقل) **میں ہو گا۔**

حاصل مطلب آیت کریمہ (ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین۔ ناقل)

اس صورت میں یہ ہوگا کہ ابوتِ معروفہ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کو کسی مرد کی نسبت حاصل نہیں پر ابوتِ معنوی اُمتیوں کی نسبت بھی
حاصل ہے اور انبیاء کی نسبت بھی حاصل ہے۔ انبیاء کی نسبت
تو فقط آیت خاتم النبیین شاہد ہے کیونکہ اوصافِ معروض اور
موصوف بالعرض موصوف بالذات کی فرع ہوتے ہیں اور موصوف
بالذات اوصاف عرضیہ کا اصل ہوتا ہے اور وہ اس کی نسل۔
. . . . اور امتیوں کی نسبت لفظ رسول اللہ میں غور کیجئے"
(تحذیر الناس صفحہ ۱۰)

پس مولانا موصوف کے نزدیک خاتم النبیین کے معنی نبیوں کے لئے نبوت پانے میں مؤثر وجود کے ہیں۔ اور یہی خاتم النبیین کے حقیقی معنی ہیں۔ جو اے مولوی خالد محمود صاحب آپ کو بھی مسلّم ہیں اور آپ ان معنوں کو خاتمیت مرتبی کہہ کر اسلامی عقیدہ قرار دے رہے ہیں۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:-

"اسلامی عقیدہ ختم نبوت ہر دو صورتوں کا مطالبہ کرتا تھا کہ ختم
نبوت زمانی پر بھی ایمان ہو اور ختم نبوت مرتبی کو بھی اپنی جگہ تسلیم
کیا جائے" (عقیدۃ الامۃ صفحہ ۵۸)

یہ ظاہر ہے کہ خاتمیت مرتبی کا مقام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی جسمانی ولادت سے پہلے بھی حاصل تھا جس کی تاثیر سے بقول مولانا محمد قاسم صاحب تمام انبیائے سابقین کا ظہور ہوا۔ اور خاتمیت زمانی خاتمیت مرتبی کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جسمانی ظہور پر لازم اور لاحق ہوئی۔ وہ بھی اس مفہوم میں کہ آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم آخری اور اتمّ واکمل شریعت لانے کی وجہ سے آخری شارع نبی ہیں اور آپؐ کے بعد امتی نبی کے ظہور میں آپ کی خاتمیت زمانی روک نہیں۔ کیونکہ خاتمیت مرتبی کے اثر سے آپ کے بعد آئندہ امتی نبی پیدا ہو سکتا ہے۔ اور اگر آپ کی خاتمیتِ زمانی کا یہ مفہوم لیا جائے کہ اس کے اثر سے آئندہ نبی پیدا نہیں ہو سکتا تو خاتمیت زمانی کا خاتمیت مرتبی سے تضاد پیدا ہو جائے گا۔ اور مولوی محمد قاسم صاحب علیہ الرحمۃ جیسا جیّد عالم دو متضاد اور متناقض معنے خاتم النبیین کے قرار دے کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود مبارک میں اجتماع النقیضین پایا جانے کا قائل نہیں ہو سکتا کیونکہ اجتماع النقیضین محال ہے۔ اور مولانا محمد قاسم صاحب نے خاتمیت مرتبی سے خاتمیت زمانی کا لزوم قرار دیا ہے۔ اور دو متناقض اور متضاد معنوں میں لزوم پایا نہیں جایا سکتا۔ حالانکہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب علیہ الرحمۃ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں خاتمیت مرتبی سے خاتمیت زمانی کے لزوم کے قائل ہیں۔ چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں :-

"ایسے ہی ختمِ نبوت بمعنی معروض (خاتمیت مرتبی۔ ناقل) کو تاخر زمانی (خاتمیت زمانی۔ ناقل)، لازم ہے۔"

پس چونکہ دو متضاد یا متناقض امور میں لزوم نہیں ہو سکتا۔ لہذا خاتمیت زمانی علے الاطلاق خاتمیت مرتبی کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی کیونکہ خاتمیت مرتبی آئندہ نبی پیدا ہو سکنے کو چاہتی ہے اور خاتمیت زمانی علے الاطلاق آئندہ نبی پیدا نہ ہو سکنے کو چاہتی ہے۔ پس مولانا صاحب کے مد نظر خاتمیت زمانی کا یہی مفہوم ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے ظہور پر آخری شارع نبی ہیں خاتمیت

زمانی کا یہی مفہوم لینے سے مسیح موعود کو ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی قرار دیا جا سکتا ہے۔ خاتمیت زمانی کا یہی مفہوم خاتمیت مرتبی کے ساتھ بطور لازم المعنی کے جمع ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس صورت میں خاتمیت مرتبی کی تاثیر افاضۂ نبوت بھی قائم رہتی ہے اور خاتمیت زمانی کے انقطاع کی تاثیر بھی ان معنوں کے ساتھ قائم رہتی ہے اور جمع ہو سکتی ہے اور خاتمیت مرتبی سے خاتمیتِ زمانی کا لزوم متصور ہو سکتا ہے۔

اگر خاتمیت زمانی کا یہ مفہوم لیا جائے کہ آیندہ کسی قسم کا کوئی نبی حتّٰی کہ امتی نبی بھی پیدا نہیں ہو سکتا تو یہ مفہوم خاتمیت مرتبی کی تاثیر کو منقطع قرار دیتا ہے اور اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتمیت مرتبی کے لحاظ سے دائمی خاتم النبیین نہیں رہتے۔ چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دائمی خاتم النبیین ہیں اور خاتمیت مرتبی خاتم النّبیین کے اصل حقیقی اور مقدم معنے ہیں کیونکہ ان معنوں کے لحاظ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے جسمانی ظہور سے پہلے مؤثر چلے آئے ہیں۔ لہٰذا ان معنوں کے ساتھ خاتمیت زمانی کے بعد میں لاحق ہونے کی تاثیر ایسی قرار نہیں دی جا سکتی جس سے خاتمیت مرتبی کی تاثیر کا جو خاتم النبیین کے اصل اور حقیقی اور مقدم معنی میں آئندہ کے لئے منقطع ہو جانا لازم آئے۔ کیونکہ اگر اصل وصف قائم نہ رہے تو اس سے لازم المعنی کا لزوم کیسے ہو سکتا ہے۔ ملزوم کے منتفی ہو جانے سے تو لازم کا انتفاء لازم آتا ہے۔ اسی لئے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا ہے:۔

"ہاں اگر خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا کہ

اس ہیچمدان نے عرض کیا ہے تو پھر سوائے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کو افراد مقصود بالخلق میں مماثلِ نبوی نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں انبیاء کے افراد خارجی (انبیائے سابقین۔ ناقل) ہی پر آپ کی افضلیت ثابت نہ ہوگی **افراد مقدرہ** (جن کا آیندہ آنا تجویز کیا جائے۔ ناقل) **پر بھی آپ کی افضلیت ثابت ہو جائے گی۔** بلکہ **بالفرض اگر بعد زمانۂ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا"** (تحذیر الناس صفحہ ۲۸)

مولانا موصوف کی اس عبارت سے ظاہر ہے کہ آپ کے نزدیک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی کے پیدا ہونے سے خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آتا۔ واضح رہے کہ "خاتمیت محمدی" "خاتمیت مرتبی" اور "خاتمیت زمانی" دونو پر مشتمل اور ان کی جامعہ ہے۔ اور خاتمیت مرتبی بقول مولانا محمد قاسم صاحب علیہ الرحمۃ خاتمیت زمانی کا ملزوم ہے اور چونکہ خاتمیت زمانی خاتمیت مرتبی کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جسمانی ظہور پر لاحق ہو کر لازم ہوئی ہے لہذا خاتمیت زمانی خاتمیت مرتبی کی آئیندہ افاضہ نبوت کی تاثیر ظاہر ہونے میں علی الاطلاق مانع نہیں ہو سکتی۔ بلکہ بعض قیود کے ساتھ ہی مانع ہو سکتی ہے ورنہ دونو قسم کی خاتمیت میں تناقض تسلیم کرنا پڑے گا۔

چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تشریعی نبی ہیں اس لئے خاتمیت زمانی کا یہی مفہوم خاتمیت مرتبی کو لازم ہوگا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آخری شارع

نبی ہیں۔ کیونکہ خاتمیت زمانی اسی مفہوم میں خاتمیت مرتبی کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے۔ خاتمیت مرتبی کا مفہوم ہی افضلیت کو چاہتا ہے اور خاتمیت زمانی مولانا محمد قاسم صاحب کے نزدیک افضلیت کو نہیں چاہتی۔ چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"عوام کے خیال میں تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپؐ کا زمانہ انبیائے سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں۔ مگر اہلِ فہم پر روشن ہوگا کہ تقدّم اور تاخّر زمانی میں (یعنی اوّل ہونے یا آخر میں ہونے میں۔ ناقل) بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقامِ مدح میں ولٰکن رسول اللّٰہ وخاتم النّبیین فرمانا کیونکر صحیح ہو سکتا" (تحذیر الناس صفحہ ۳)

اور مناظرہ عجیبہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"تاخّر زمانی افضلیت کے لئے موضوع نہیں۔ افضلیت کو مستلزم نہیں افضلیت سے اس کو بالذات کچھ علاقہ نہیں" (مناظرہ عجیبہ ص۴۹)

نیز تحریر فرماتے ہیں:۔

"سو خاتمیت زمانی یا ادکیت نمانی میں کچھ کمال نہیں ورنہ زمانہ سے افضلیت کا استفاضہ ماننا پڑے گا۔ . . . ہمارا تو یہ اعتقاد ہے کہ زمین وزمان کون ومکان تو آپ سے مشرف ہے آپ کو ان سے شرف نہیں" (مناظرہ عجیبہ صفحہ ۹۸)

پس جب تک خاتمیت زمانی کے ساتھ اس کے ملزوم خاتمیت مرتبی کی تاثیر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد امتی نبی کے پیدا ہونے میں موثر قرار نہ دی جائے

نہ آپ خاتمیت مرتبی کے لحاظ سے دائمی خاتم النبیین رہتے ہیں نہ آپ کا دائمی طور پر بالذات افضل الانبیاء ہونا قائم رہتا ہے۔

مولوی خالد محمود صاحب کا اعتراض

مولانا محمد قاسم علیہ الرحمۃ خاتمیت زمانی کو خاتمیت مرتبی کا لازم قرار دیتے ہیں اور مولوی خالد محمود صاحب مولانا موصوف کی عبارت

" بالفرض اگر بعد زمانہ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا "

سے پہلی عبارت پیش کرنے کے بعد معترض ہیں کہ

" اس کے بعد وہ عبارت ہے جو مرزائی حضرات پیش کرتے ہیں اور اسے ختم نبوتِ زمانی کا بیان ظاہر کرکے عوام کو مغالطہ دیتے ہیں۔ حالانکہ ختم نبوتِ زمانی اپنی جگہ مستقل حقیقت ہے جس پر ایمان لائے بغیر فقط ختم نبوت مرتبی پر ایمان لانا ہرگز کافی نہیں" (عقیدۃ الامۃ ص۵۶)

الجواب۔ مولوی خالد محمود صاحب کا یہ اعتراض درست نہیں۔ ہم لوگ اس عبارت کے الفاظ " خاتمیت محمدی " کو خاتمیت زمانی پر بھی مشتمل جانتے ہیں اور خاتمیت مرتبی پر بھی۔ کیونکہ خاتمیت محمدی دونو قسم کی خاتمیت کی جامع ہے۔ ہم خاتمیت محمدی کے الفاظ سے صرف خاتمیت زمانی ہی مراد نہیں لیتے۔ بیشک آئندہ نبی تو خاتمیت مرتبی کے فیض سے ہی پیدا ہو سکتا ہے لیکن مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے نزدیک آئندہ خاتمیتِ مرتبی کی تاثیر میں خاتمیت زمانی علے الاطلاق مانع نہیں۔ تبھی تو آپ نے یہ فرمایا ہے کہ

بالفرض اگر بعد زمانہ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔

مولوی خالد محمود صاحب! خاتمیت محمدی صرف خاتمیت مرتبی ہی کا نام نہیں بلکہ خاتمیتِ محمدی خاتمیت مرتبی اور خاتمیت زمانی دونو پر مشتمل ہے کیونکہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں دونو قسم کی خاتمیت پائی جاتی ہے۔ پس خاتمیتِ زمانی خاتمیت مرتبی کی تاثیر میں علی الاطلاق مانع نہیں ہو سکتی۔ صرف بعض قیود کے ساتھ ہی مانع ہو سکتی ہے۔ پس خاتمیت زمانی سے انقطاع کی تاثیر ایسی ہی ماننی پڑے گی جو خاتمیت مرتبی کی تاثیر میں مانع نہ ہو اور خاتمیتِ مرتبی اور خاتمیت زمانی میں تضاد و تناقض پیدا نہ ہو۔ ورنہ خاتم النبیین کے دو متضاد اور متناقض معنوں کا بیک وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود میں جمع ہونا لازم آئے گا۔ اور اجتماع النقیضین اور اجتماع الضدین تو ایک محال امر ہے۔ اور یہ آپ کہہ نہیں سکتے کہ اب خاتمیت مرتبی قائم نہیں رہی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے جسمانی ظہور پر محض خاتمیت زمانی ہی سے متصف ہیں کیونکہ خاتمیت زمانی مولانا موصوف کے نزدیک خاتمیت مرتبی کو لازم ہے اور ملزوم وصف اگر قائم نہ رہے تو لازم کیسے قائم رہ سکتا ہے۔ پس اس صورت میں تو خاتمیت مرتبی کے انتفاء کو خاتمیت زمانی کا انتفاء لازم آئے گا۔ اور نہ خاتمیت مرتبی کا وصف قائم رہے گا نہ خاتمیت زمانی کا وصف۔ فتدبّر۔

مولوی خالد محمود صاحب نے خاتمیت مرتبی کے ساتھ خاتمیت زمانی کا لزوم مولوی محمد قاسم صاحب علیہ الرحمۃ کی طرف سے مسلّم دکھانے کے متعلق ان کی جو

عبارت خود مختصر کر کے عقیدۃ الامۃ صفحہ ۶۱ پر پیش کی ہے۔ اس کا یہ مفہوم ہرگز نہیں ہو سکتا کہ مولانا محمد قاسم صاحب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تاخّر زمانی کو ایسے معنوں میں تسلیم کرتے ہیں کہ ان کا خاتمیت مرتبی کے معنوں سے تضاد پایا جائے۔ چونکہ اس سے اجتماع النقیضین اور اجتماع الضدین لازم آتا ہے اس لئے خاتم النّبیین کے دو متضاد اور متناقض معنی کو مولانا محمد قاسم صاحب علیہ الرحمۃ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود میں جمع قرار نہیں دے سکتے۔ لہذا حضرت مولانا موصوف کی مُراد اس عبارت میں یہی ہو سکتی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آخری تشریعی نبی ہیں۔ پس خاتمیت مرتبی کے فیض سے آئندہ اُمتی نبی کا پیدا ہونا نہ خاتمیت مرتبی کے منافی ہے نہ خاتمیت زمانی کے۔ اس طرح خاتمیت مرتبی اور خاتمیت زمانی میں کوئی تضاد و تناقض پیدا نہیں ہوتا۔ خاتمیت مرتبی امتی نبی کے ظہور میں مؤثر رہتی ہے اور خاتمیت زمانی تشریعی نبی کے آنے میں مانع رہتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونو معنوں میں خاتم النّبیین رہتے ہیں۔

مولوی خالد محمود صاحب نے مولانا محمد قاسم صاحب علیہ الرحمۃ کی تحذیر الناس صفحہ ۸ کی جو عبارت تاخر زمانی کے لزوم کے ثبوت میں مختصر کر کے پیش کی ہے اس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تاخّر زمانی کو آخری تشریعی نبی کے معنوں میں ہی قرار دیا گیا ہے۔ اس عبارت کے الفاظ یہ ہیں :-

"بالجملہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وصف نبوّت میں موصوف بالذّات ہیں اور سوا آپ کے اور انبیاء موصوف بالعرض۔ اس صورت میں اگر رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اوّل یا اوسط میں رکھتے تو انبیائے

متاخّرین کا دین اگر مخالف دینِ محمدی ہوتا تو اعلیٰ کا ادنیٰ سے منسوخ ہونا لازم آتا اور انبیائے متاخّرین کا دین اگر مخالف نہ ہوتا تو یہ بات ضرور ہے کہ انبیائے متاخرین پر وحی آتی اور افاضۂ علوم کیا جاتا ورنہ نبوت کا پھر کیا معنیٰ۔ سو اس صورت میں اگر وہی علوم محمدی ہوتے تو بعد وعدۂ محکم انّا لہٗ لحافظون ان کی کیا ضرورت تھی۔ اگر علوم انبیائے متاخّرین علوم محمدی کے علاوہ ہوتے تو اس کتاب کا تبیاناً لکلّ شیئٍ ہونا غلط ہو جاتا۔ ایسے ہی ختم نبوت بمعنی معروض کو تاخّر زمانی لازم ہے۔" (عقیدۃ الامۃ صفحہ ۶۱)

اس عبارت میں مولانا محمد قاسم علیہ الرحمۃ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو تشریعی نبی ہیں یہ بتا رہے ہیں کہ آپ اوّل یا اوسط میں کیوں نہیں رکھے گئے اور آخر میں کیوں رکھے گئے؟ مولانا موصوف لکھتے ہیں کہ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اوّل یا اوسط میں رکھے جاتے تو آپ کے بعد آنے والے انبیاء کا دین اگر ناسخ دین محمدی ہوتا تو اس سے ادنیٰ دین سے جو وہ نبی لاتا اعلیٰ دین کا جو دین محمدی ہوتا منسوخ ہونا لازم آتا۔ ان کے بیان کے اس حصّہ سے ظاہر ہے کہ مولانا موصوف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تاخّر زمانی یا بالفاظ دیگر خاتمیتِ زمانی کو اس مفہوم میں لے رہے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا دین لانے والا نبی یعنی تشریعی نبی نہیں آسکتا۔

پھر مولانا موصوف آگے لکھتے ہیں کہ اگر بالفرض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والے انبیاء کا دین جو وہ لاتے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دین

کے مخالف نہ ہوتا تو اس صورت میں ان کا وہ دین جو وہ لاتے علوم محمدی پر ہی مشتمل ہوتا تو شریعت محمدیہ کے متعلق آیت کریمہ اِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ کے مطابق ان تشریعی انبیاء کی کیا ضرورت تھی یعنی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اور بلا ضرورت خدا تعالیٰ کسی شریعت کو بھیجتا نہیں۔ لہذا ایسا تشریعی نبی بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آسکتا۔

پھر فرماتے ہیں کہ اگر بعد آنے والے انبیاء کے علوم علوم محمدی سے علاوہ ہوتے تو اس سے قرآن شریف کا تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ہونا باطل ہو جاتا۔ اور یہ محال ہے۔ لہذا ایسا تشریعی نبی بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آسکتا تھا۔ پس اس مضمون کے خاتمہ پر مولانا موصوف کا یہ فرمانا

"ایسے ہی ختم نبوت بمعنی معروض کو تأخر زمانی لازم ہے"

صرف یہی مفہوم رکھتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد تشریعی نبی کی آمد کے محال ہونے کی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت مرتبی و ذاتی کو جو خاتمیت زمانی کا معروض یعنی ملزوم ہے تأخر زمانی لازم ہے کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے شریعت کاملہ تامہ لانے کی وجہ سے نہ شریعت محمدیہ کے مخالف کوئی نئی شریعت آسکتی ہے اور نہ اس کے موافق کوئی نئی شریعت آسکتی ہے پس تأخر زمانی لازم آنے سے صرف یہ مُراد ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا نبی نہیں آسکتا۔ نہ شریعت محمدیہ کے مخالف نئی شریعت والا نہ شریعت محمدیہ کے موافق نئی شریعت لانے والا۔

اس عبارت کے درمیان کے اس فقرہ

"انبیائے متاخرین پر وحی آتی اور افاضۂ علوم کیا جاتا ورنہ نبوت کے پھر کیا معنیٰ"

میں بلحاظ سیاق عبارت تشریعی انبیاء اور تشریعی وحی اور تشریعی علوم ہی مُراد ہیں اور نبوت سے مراد بھی اس جگہ تشریعی نبوت ہی ہے۔ کیونکہ پچھلی اور اگلی عبارت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا تاخر زمانی تشریعی انبیاء کے لحاظ سے ہی بیان کیا گیا ہے۔ ورنہ مولانا موصوف کا اُمتی نبی کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے سے انکار بیان کرنا مقصود نہیں اور نہ اس پر وحی نازل ہونے سے انکار بیان کرنا مقصود ہے کیونکہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیلئے اُمتی نبی کے طور پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے کے بھی قائل ہیں اور چونکہ حدیث نبوی مندرجہ صحیح مسلم میں مسیح موعود پر وحی نازل ہونے کا بھی ذکر ہے اس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والے مسیح موعود امتی نبی پر وحی نازل ہونے سے بھی وہ انکار نہیں کر سکتے۔

اسی حدیث کی بناء پر علماء اُمّت نے مسیح موعود پر وحی حقیقی کا نازل ہونا تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ تفسیر رُوح المعانی میں امام ابن حجر الهیثمی کا یہ قول ان کی کتاب الفتاوی الحدیثیہ سے اخذ کر کے منقول ہے :-

"نَعَمْ يُوْحىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَحْيٌ حَقِيْقِيٌّ كَمَا فِىْ حَدِيْثِ مُسْلِمٍ" (رُوح المعانی جلد ۷ صفحہ ۶۵)

کہ اس مسیح موعود پر وحی حقیقی نازل ہوگی جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں آیا ہے۔

آگے لکھتے ہیں :۔

"حَدِیْثُ لَا وَحْیَ بَعْدَ مَوْتِیْ بَاطِلٌ وَمَا اشْتَهَرَ اَنَّ جِبْرِیْلَ لَا یَنْزِلُ اِلَی الْاَرْضِ بَعْدَ مَوْتِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ لَا اَصْلَ لَهٗ" (روح المعانی جلد ۷ صفحہ ۶۵)

یعنی حدیث لَا وَحْیَ بَعْدَ مَوْتِیْ باطل ہے اور جو یہ مشہور ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد جبریل زمین کی طرف نازل نہیں ہوں گے ایک بے اصل بات ہے۔

حضرت امام علی القاری علیہ الرحمۃ جو فقہ حنفیہ کے جلیل القدر امام اور ایک مسلّم محدّث ہیں، فرماتے ہیں :۔

اَمَّا الْحَدِیْثُ لَا وَحْیَ بَعْدَ مَوْتِیْ بَاطِلٌ وَ لَا اَصْلَ لَهٗ نَعَمْ وَرَدَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَمَعْنَاهُ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ لَا یَحْدُثُ بَعْدَهٗ نَبِیٌّ بِشَرْعٍ یَنْسَخُ شَرْعَهٗ "

(الاشاعۃ فی اشراط الساعۃ صفحہ ۲۲۶)

یعنی حدیث لَا وَحْیَ بَعْدِیْ باطل اور بے اصل ہے۔ ہاں حدیث میں لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وارد ہے اور اس کے معنی علماء کے نزدیک یہ ہیں۔ کہ آئندہ کوئی ایسا نبی پیدا نہ ہوگا جو ایسی شریعت لے کر آئے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو منسوخ کرے۔

پس جس طرح امام علی القاری علیہ الرحمۃ کے نزدیک خاتمیت زمانی کا مفہوم یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی تشریعی نبی پیدا نہیں ہو سکتا اسی طرح

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب علیہ الرحمۃ بھی خاتمیت مرتبی کے ساتھ تاخّر زمانی کا لزوم انہی معنوں میں قرار دے رہے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کوئی تشریعی نبی نہیں آسکتا۔ لہٰذا خاتمیت مرتبی کے فیض سے ایسا نبی پیدا ہو سکتا ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تابع اور آپؐ کا اُمّتی ہو۔ اگر تاخّر زمانی علی الاطلاق قرار دیا جائے تو پھر خاتمیت مرتبی اور خاتمیت زمانی میں تناقض پیدا ہو جاتا ہے اور اجتماع النقیضین لازم آتا ہے جو امر محال ہے۔ پس تاخّر زمانی علے الاطلاق چونکہ مستلزم محال ہے اس لئے باطل ہے اور تاخّر زمانی بلحاظ تشریعی و مستقل نبی کے خاتمیت مرتبی سے تناقض نہیں رکھتا اس لئے تاخّر زمانی سے یہی مُراد ہو سکتی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آخری تشریعی اور مستقل نبی ہیں یہی معنے خاتمیت مرتبی کے ساتھ جمع ہو سکتے ہیں اور انہی معنیٰ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دائمی طور پر خاتم النبیین بمعنی خاتمیت مرتبی قرار پاتے ہیں۔

مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی علیہ الرحمۃ کی مندرجہ ذیل تحریرات بھی اس بات پر روشن دلیل ہیں کہ آپ کے نزدیک خاتمیت زمانی سے مراد یہی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آخری تشریعی نبی ہیں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

(۱) "جیسے عہدہ ہائے ماتحت میں سب میں اُوپر عہدہ گورنری یا وزارت ہے اور سوا اس کے اور سب عہدے اس کے ماتحت ہوتے ہیں۔ اوروں کے احکام کو (وہ گورنر یا وزیر۔ ناقل) توڑ سکتا ہے اس کے احکام کو اور کوئی نہیں توڑ سکتا۔ وجہ اس کی یہی ہوتی ہے کہ اس پر (سب سے اعلیٰ عہدہ۔ ناقل) پر مراتب عہدہ جات ختم ہو جاتے ہیں

ایسے ہی خاتم مراتب نبوت کے اُوپر اَور کوئی عہدہ یا مرتبہ ہوتا ہی نہیں۔ جو ہوتا ہے اس کے ماتحت ہوتا ہے اس لئے اس کے احکام اَوروں کے احکام کے ناسخ ہوں گے۔ اوروں کے احکام اس کے احکام کے ناسخ نہ ہوں گے۔ اس لئے یہ ضرور ہے کہ وہ خاتم زمانی بھی ہو کیونکہ اُوپر کے حاکم تک نوبت سب حکّام ماتحت کے بعد آتی ہے اس لئے اس کا حکم آخر حکم ہوتا ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ پارلیمنٹ تک مرافعہ کی نوبت سبھی کے بعد آتی ہے۔ یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ کسی اور نبی نے دعوئی خاتمیت نہ کیا۔ کیا تو حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا چنانچہ قرآن وحدیث میں یہ مضمون بتصریح موجود ہے"

(مباحثہ شاہجہان پور صفحہ ۲۴-۲۵)

جلی عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ مولانا موصوف کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے مرتبہ میں سب سے بڑے اور اعلیٰ عہدہ دار ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی خاتمیت زمانی کا مفہوم صرف یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تو اَور انبیاء کے حکم منسوخ کر سکتے ہیں پر آپ کا حکم کوئی نبی منسوخ نہیں کر سکتا کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم یعنی شریعت آخری ہے۔ لہٰذا احکام الٰہی پہنچانے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آخری سند ہیں۔ یہ ہے مفہوم خاتمیت زمانی کا مولانا موصوف کے نزدیک۔ لہٰذا ماتحت نبی کا آپ کے بعد آنا جو آپ کے حکم کو منسوخ نہ کر سکتا

ہو۔ بلکہ آپ کے دین اور شریعت کے احکام کو آخری سند سمجھتا ہو، خاتمیتِ زمانی کے خلاف نہیں۔

(۲) لِ۔ "جو نبی مرتبہ میں سب سے اول ہوگا اس کا دین یعنی اس کے احکام باعتبار زمانہ سب میں آخر رہیں گے کیونکہ ہنگام مرافعہ جو بموقع نسخ حکم حاکم ماتحت ہوتا ہے حاکم بالادست کی نوبت آخر میں آتی ہے"

(قبلہ نما صفحہ ۶۲)

بِ۔ "تو لاجرم دین خاتم الانبیاء ناسخ ادیان باقیہ اور خود خاتم الانبیاء سردار انبیاء اور افضل الانبیاء ہوگا" (قبلہ نما صفحہ ۶۳)

(۳) "غرض خاتمیت زمانی سے یہ ہے کہ دین محمدی بعد ظہور منسوخ نہ ہو۔ اور علوم نبوت اپنی انتہاء کو پہنچ جائیں۔ کسی اور نبی کے دین یا علم کی طرف بنی آدم کو احتیاج نہ رہے" (مناظرہ عجیبہ صفحہ ۴۰-۴۱)

پس خاتمیت زمانی سے مُراد صرف یہ ہوئی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا دین لانے والا نبی نہیں آسکتا۔ لہٰذا شریعت محمدیہ کے ماتحت امتی نبی کے آنے میں خاتمیت زمانی مانع نہیں کیونکہ سردار انبیاء، افضل الانبیاء اور خاتم الانبیاء تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی رہتے ہیں۔

پھر تحریر فرماتے ہیں:۔

(۴) "رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر تمام مراتبِ کمال اسی طرح ختم ہو گئے۔ جیسے بادشاہ پر مراتبِ حکومت ختم ہو جاتے ہیں۔ اس لئے بادشاہ کو خاتم الحکام کہہ سکتے ہیں۔ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم الکاملین

وخاتم النبیین کہہ سکتے ہیں" (حجۃ الاسلام صفحہ ۳۴ و ۳۵)
اس عبارت سے ظاہر ہے کہ جس طرح خاتم الکاملین کے ماتحت کاملین آسکتے ہیں اور اُن کا وجود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خاتم الکاملین ہونے کے منافی نہیں اسی طرح خاتم النبیین کے ماتحت اُمتی نبی کا آنا آیت خاتم النبیین کے منافی نہیں۔ پس مولانا موصوف نے ٹھیک لکھا ہے کہ

"بالفرض اگر بعد زمانہ نبوی صلے اللہ علیہ وسلّم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا"
(تحذیر الناس صفحہ ۲۸)

پھر تحریر فرماتے ہیں :-

(۵) "بعد نزول حضرت عیسیٰ کا آپ کی شریعت پر عمل کرنا اسی بات پر مبنی ہے۔ ادھر رسُول اللہ کا ارشاد عُلِّمْتُ عَلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ بشرط فہم اسی جانب مشیر ہے" (تحذیر الناس صفحہ ۴)

یعنی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ پہلے نبیوں کا علم اور بعد میں آنے والے نبی کا علم بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نبی اللہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا دین اور نیا علم نہیں لائیں گے بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ماتحت اُمتی نبی ہوں گے۔

پھر حضرت مولانا موصوف مولوی عبد العزیز صاحب امروہی کو بحث میں مخاطب کر کے لکھتے ہیں :-

(۶) "آپ خاتمیتِ مرتبی مانتے نہیں۔ خاتمیت زمانی کو ہی آپ تسلیم کرتے

ہیں۔ خیر اگرچہ اس میں درپردہ انکارِ افضلیتِ تامۂ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم لازم آتا ہے۔ لیکن خاتمیت زمانی کو آپ اتنا عام نہیں کر سکتے جتنا ہم نے خاتمیت مرتبی کو عام کر دیا تھا" (مناظرہ عجیبہ صفحہ ۴۰)

اس سے ظاہر ہے کہ خاتمیت زمانی مولانا موصوف کے نزدیک خاتمیت مرتبی کے مقابلہ میں ایک محدود صورت رکھتی ہے۔ اسی لئے تو علماء خاتمیت زمانی کے ماننے کے ساتھ ہی مسیح نبی اللہ کے "اُمّت محمدیہ میں آنے کے قائل ہیں۔ اور ان کی بعد نزول اُمتی نبی کی حیثیت ہی قرار دیتے ہیں۔ پس ہمارے اور اُن علماء کے درمیان صرف مسیح موعود کی شخصیت کی تعیین میں اختلاف ہے۔ اس کے اُمتی نبی کی حیثیت میں آنے میں کوئی اختلاف نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مستقلہ نبوت کے ساتھ آنا تو علمائے اُمت مانتے ہی نہیں۔ کیونکہ مستقل نبی کی حیثیت میں کسی نبی کا آنا آیت خاتم النّبیین کے صریح خلاف ہے اور اس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی معاذ اللہ کلیتہً باطل ہو جاتی ہے۔ وھٰذا محالٌ۔

مناظرہ عجیبہ میں ہی مولانا موصوف مولوی عبدالعزیز کو یہ بھی لکھتے ہیں:۔

"مولانا خاتمیتِ زمانی کی تو میں نے توجیہ اور تائید کی ہے تغلیط نہیں کی مگر آپ گوشۂ عنایت و توجہ سے دیکھتے ہی نہیں تو میں کیا کروں۔ اخبار بالعلۃ مکذّب اخبار بالمعلول نہیں ہوتا بلکہ اس کا مصدِّق اور مؤیّد ہوتا ہے۔ اوروں نے فقط خاتمیت زمانی اگر بیان کی تھی تو میں نے اس کی علت یعنی خاتمیتِ مرتبی کا بہ نسبت خاتمیت زمانی ذکر کر دیا"

(مناظرہ عجیبہ صفحہ ۳۲)

ظاہر ہے کہ خاتمیت مرتبی جب علت اور خاتمیت زمانی اس کا معلول ہے تو یہ دونو وصف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور پہ باہم ایک دوسرے کے نقیض نہیں ہو سکتے۔ خاتمیت مرتبی کی تاثیر یہ ہے کہ اس کے فیض سے نبی پیدا ہو سکتا ہے۔ اگر خاتمیت زمانی کی تاثیر یہ قرار دی جائے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور پر اب آئندہ آپ کے فیض سے کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا تو خاتمیت مرتبی جو علت ہے خاتمیت زمانی کی وہ تو منقطع ہو جائے گی اور اس کے انتفاء اور انقطاع کے ساتھ اس کا معلول بھی منتفی ہو جائے گا کیونکہ جب وہ وصف جو علت ہے آئندہ کے لئے موجود نہ رہا تو اس کا معلول کیسے پایا جا سکتا ہے۔ پس دونو میں علت و معلول کا تعلق یہ چاہتا ہے کہ خاتمیت زمانی کی تاثیر اور خاتمیت مرتبی کی تاثیر ایک دوسری، کی نقیض نہ ہو بلکہ یہ دونو وصف بیک وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں جمع ہوں۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ خاتمیت زمانی سے یہ مراد ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آخری شارع اور آخری مستقل نبی ہیں اور اس کے ساتھ خاتمیت مرتبی کی یہ تاثیر ہو کہ آپ کے فیض سے امتی نبی پیدا ہو سکے۔

خاتمیت زمانی کے اس مفہوم کے پیش نظر مولانا محمد قاسم صاحب علیہ الرحمۃ نے مناظرہ عجیبہ کے صفحہ ۳۹ پر لکھا ہے۔

"خاتمیت زمانیہ اپنا دین و ایمان ہے"

اور پھر مناظرہ عجیبہ کے صفحہ ۱۱۳ پر خاتمیت زمانیہ کے اسی مفہوم کے پیش نظر یہ لکھا ہے کہ

"امتناع بالغیر میں کسے کلام ہے۔ اپنا دین و ایمان ہے کہ بعد رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم کسی اَور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں تامّل کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں۔"

کسی اور نبی کا ہونا سے مُراد اُن کی تشریعی نبی ہے۔ کیونکہ غرض خاتمیت زمانی کی وہ یہ بتاتے ہیں کہ دین محمدی منسوخ نہ ہو۔ اس غرض کے پیش نظر صرف تشریعی اور مستقل نبی ہی نہیں آسکتا اور اسی لئے وہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے اُمتی نبی کی حیثیت میں آنے کا اعتقاد رکھتے تھے نہ کہ مستقل اور تشریعی نبی کی حیثیت میں فتدبروا یااولی الالباب ؛

مولوی خالد محمود صاحب کی علماء بریلی کے متعلق شکایت

مولوی خالد محمود صاحب مولانا محمد قاسم علیہ الرحمۃ سے مسئلہ ختم نبوت میں مخالفت کرنے والے علماء کے متعلق بے انصافی کے شاکی ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں :-

"نہایت افسوس کا مقام ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شانِ خاتمیت کی جو تفصیل فرمائی ہے اس سے انصاف نہیں کیا گیا اور اس کو اس کی پوری علمی شان کے ساتھ سمجھنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ مسلم عوام کا ایک طبقہ ختم نبوت زمانی پر اکتفاء کا دَم بھرنے لگا۔ اُس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خاتمیتِ مرتبی اور آپ کے نبوت سے اتصاف ذاتی کو شبہے کی نگاہ سے دیکھا۔ اور مرزائی حضرات ختم نبوت زمانی کو یکسر چھوڑ کر ختم نبوت مرتبی کے گُن گانے لگے حالانکہ اسلامی عقیدہ ختم نبوت ہر دو صورتوں کا

مطالبہ کرتا تھا کہ ختم نبوت زمانی پر بھی ایمان ہو اور ختم نبوت مرتبی کو اپنی جگہ تسلیم کیا جائے" (عقیدۃ الامۃ صفحہ ۵۷-۵۸)

مولوی خالد محمود صاحب پر واضح ہو کہ ہم احمدی صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت مرتبی ہی کے گُن نہیں گاتے بلکہ جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی کے بھی ان معنوں میں قائل ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آخری شارع اور آخری مستقل نبی ہیں اور کوئی تشریعی اور مستقل نبی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آسکتا۔ آپ بھی خاتمیت زمانی ہی کے لحاظ سے تسلیم کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی تشریعی نبی آسکتا ہے نہ مستقل نبی۔ تبھی تو آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے امتی نبی کی حیثیت میں آنے کے قائل ہیں۔ پس ہم احمدیوں پر خاتمیت زمانی کے عقیدہ کو یکسر چھوڑنے کا الزام ایک بہتان عظیم ہے۔

مولوی خالد محمود صاحب! گو عوام نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب علیہ الرحمۃ سے انصاف نہیں کیا مگر آپ بھی تو ان سے انصاف نہیں کر رہے۔ کیونکہ آپ اُن کی طرف تاخّر زمانی یا بالفاظ دیگر خاتمیت زمانی کا ایسا مفہوم منسوب کرنا چاہتے ہیں جس سے خاتم النبیّین صلے اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت مرتبی کی تاثیر کا آئندہ کے لئے انقطاع لازم آئے اور خاتمیت مرتبی اور خاتمیت زمانی کے مفہوم میں تضاد اور تناقض پایا جائے اور مولانا موصوف کا اجتماع نقیضین کو تسلیم کرنا لازم آئے۔ یہ امر تو حضرت مولانا موصوف کی عالمانہ شان کے منافی ہے۔ اگر خاتمیت زمانی کے معنی علی الاطلاق آخری نبی قرار دیئے جائیں تو پھر تو مولانا موصوف کا یہ قول

کاذب ٹھہرتا ہے کہ

"بالفرض اگر بعد زمانۂ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو
پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا" (تحذیر الناس صفحہ ۲۸)

کیونکہ اگر خاتمیت زمانی کا یہ مفہوم مراد ہو کہ کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا تو اس قول کا صریح طور پر کاذب ہونا لازم آئے گا کہ اگر کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ فرق کیوں نہیں آئے گا۔ خاتمیت زمانی علی الاطلاق پھر قائم نہ رہیگی پس خاتمیت زمانی کا یہی مفہوم قرار دینے سے اُن کا قول سچا ٹھہرتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شارع اور مستقل نبی نہیں آسکتا۔

خاتم النّبیّین کے حقیقی لغوی معنی

ہم حیران ہیں کہ کوئی عالم دین خاتمیت مرتبی کو کس طرح شبہ کی نگاہ سے دیکھ سکتا ہے جبکہ خاتمیت مرتبی خاتم النّبیین کے حقیقی لغوی معنے ہیں۔ چنانچہ مفردات راغب میں جو قرآن مجید کی مستند لغت کی کتاب ہے۔ ختم اور طبع کو دو ہم معنی مصدر قرار دے کر ان کے معنوں کے متعلق صاف لکھا ہے:-

"اَلْخَتْمُ وَالطَّبْعُ یُقَالُ عَلٰی وَجْهَیْنِ مَصْدَرُ خَتَمْتُ وَ طَبَعْتُ وَهُوَ تَاثِیْرُ الشَّیْءِ كَنَقْشِ الْخَاتَمِ وَالطَّابِعِ الثَّانِی الْاَثَرُ الْحَاصِلُ مِنَ النَّقْشِ وَیُتَجَوَّزُ بِذٰلِكَ تَارَةً فِی الْاِسْتِیْثَاقِ مِنَ الشَّیْءِ وَالْمَنْعِ مِنْهُ اِعْتِبَارًا لِمَا یَحْصُلُ مِنَ الْمَنْعِ بِالْخَتْمِ عَلَی الْكُتُبِ وَالْاَبْوَابِ نَحْوُ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَخَتَمَ عَلٰی سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَتَارَةً فِیْ تَحْصِیْلِ اَثَرٍ عَنْ شَیْءٍ اِعْتِبَارًا

بِالنَّقْشِ الْحَاصِلِ وَتَارَةً يُّعْتَبَرُ مِنْهُ بُلُوْغُ الْاٰخِرِ مِنْهُ خَتَمْتُ الْقُرْاٰنَ اَیْ اِنْتَهَیْتُ اِلٰی اٰخِرِہٖ"

(مفردات القرآن للامام الراغب زیر لفظ ختم)

یعنی ختم اور طبع کی دو صورتیں ہیں (پہلی صورت جو حقیقی لغوی معنی کی صورت ہے یہ ہے) کہ یہ خَتَمْتُ اور طَبَعْتُ کا مصدر ہیں جس کے معنی تاثیر الشئ (یعنی دوسری شئے میں اثرات پیدا کرنا) ہیں جیسا کہ خاتم (مُہر) کا نقش دوسری چیز میں اپنے نقش و اثرات پیدا کرتا ہے۔ اور دوسری صورت (جو مجازی معنی ہیں) اس نقش کی تاثیر کا اثر حاصل ہے۔ اور یہ لفظ مجازاً کبھی تو ختم علی الکتب والابواب (کتابوں اور بابوں پر مُہر لگنے) کے لحاظ سے شئ کی بندش اور روک کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے جیسے خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَخَتَمَ عَلٰی قَلْبِهٖ وَسَمْعِهٖ (میں اس کا استعمال مجازی معنوں میں ہوا ہے) اور کبھی اس کے مجازی معنی نقشِ حاصل کے لحاظ سے کسی شئے سے تحصیلِ اثر ہوتے ہیں اور کبھی اس کے مجازی معنی آخر کو پہنچنا ہوتے ہیں اور انہی معنوں میں ختمت القرأن کہا گیا ہے کہ میں تلاوت قرآن میں اس کے آخر تک پہنچ گیا۔

لُغت کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ ختم اور طبع کے حقیقی لغوی معنی مُہر کے نقش کرنے کی طرح تاثیر الشئ ہیں۔ انہی حقیقی لغوی معنیٰ کے لحاظ سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب علیہ الرحمۃ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بمعنی

نبیوں کے لئے نبوت میں موثر وجود قرار دیا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو نبوت کے وصف سے بالذّات موصوف قرار دیا ہے اور سوا آپ کے اور تمام نبیوں کو موصوف بوصف نبوت بالعرض لکھا ہے یعنی اور سب انبیاء کی نبوت کو خاتم النّبیین صلے اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا فیض قرار دیا ہے اور آپؐ کی نبوت کو کسی اور نبی کا فیض قرار نہیں دیا۔

مفردات کے بیان سے یہ بھی ظاہر ہے کہ اثر حاصل اور منع اور بندش اور آخر کو پہنچنا ختم کے مجازی معنیٰ ہیں جس پر مفردات کے الفاظ یتجوّز بذالك تارۃً روشن دلیل ہیں۔

تفسیر بیضاوی کے حاشیہ پر بھی لکھا ہے:۔

فَاِطْلَاقُ الْخَتْمِ عَلَے الْبُلُوْغِ وَالْاِسْتِیْثَاقِ مَعْنًی مَّجَازِیٌّ

یعنی لفظ ختم کا آخر کو پہنچنے اور بند کرنے کے معنوں میں استعمال مجازی معنیٰ ہیں۔

پس مطلق آخری نبی خاتم النّبیین کے حقیقی معنیٰ نہیں۔ حقیقی معنیٰ اس کے تو خاتمیت مرتبی ہی ہیں یعنی ایسا نبی جو تمام انبیاء کے نبوت پانے میں مؤثر وجود ہے خاتمیت مرتبی خاتم النّبیین کے حقیقی اور مقدّم معنیٰ ہیں جو آئندہ نبی پیدا ہو سکنے پر دلالت کرتے ہیں اور خاتمیت زمانی علی الاطلاق (یعنی مطلق آخری نبی ہونا) ان حقیقی معنوں کے ساتھ مجازی معنے ہونے اور تناقض رکھنے کی وجہ سے جمع نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ان معنوں سے آئندہ خاتمیت مرتبی کے وصف کا انقطاع لازم آتا ہے۔ پس خاتمیت زمانی صرف ان معنوں میں خاتمیت مرتبی کے ساتھ بطور لازم المعنیٰ

جمع ہو سکتی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم آخری شارع اور آخری مستقل نبی ہیں اور آپ کے بعد آپ کی خاتمیت مرتبی کے فیض سے آئندہ اُمّتی نبی پیدا ہو سکتا ہے۔ پس مولوی خالد محمود صاحب! آپ ضد کو چھوڑ کر ذرا غور کریں اور احمدیت کی اندھی مخالفت میں مولانا محمد قاسم صاحب علیہ الرحمۃ کی طرف خاتم النّبیین کے معنوں میں متناقض باتوں کا قائل ہونا منسوب کر کے ان کی علمی شان پر دھبہ نہ لگائیں اور انہیں اجتماع النقیضین کا قائل قرار نہ دیں۔ خاتمیت مرتبی کو ان کے - - - نزدیک خاتمیتِ زمانی لازم ہے اور خاتمیت مرتبی خاتمیت زمانی کا ملزوم ہے اور ملزوم اور لازم ایک دوسرے سے تناقض اور تضاد نہیں رکھتے۔ مگر خاتمیت مرتبی اور خاتمیت زمانی علی الاطلاق میں تناقض ہے لہٰذا وہ خاتمیت مرتبی کے ساتھ خاتمیت زمانی علی الاطلاق (یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مطلق آخری نبی ہونے) کے قائل نہیں ہو سکتے کیونکہ خاتمیت زمانی علی الاطلاق ماننے سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی آئندہ کے لئے خاتمیت مرتبی کے فیض سے انکار لازم آتا ہے۔ اور خاتمیت مرتبی تو خاتم النّبیین کے اصلی، حقیقی اور مقدم بالذّات معنی ہیں۔ یہ وصف آپ کی ذات سے الگ نہیں ہو سکتا اور اس کا انقطاع تسلیم کرنا امر محال ہے کیونکہ خاتمیت مرتبی اور خاتمیت زمانی میں ملزوم و لازم اور علّت و معلول کا علاقہ ہے۔

مولانا محمد قاسم صاحب فرماتے ہیں کہ آئندہ نبی پیدا ہونے سے خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ اور خاتمیت محمدی چونکہ خاتمیت مرتبی اور خاتمیت زمانی کی جامعہ ہے لہٰذا مولانا موصوف علیہ الرحمۃ آئندہ خاتمیتِ مرتبی کے فیض و تاثیر کو منقطع قرار نہیں دیتے۔ پس خاتمیت زمانی سے اُن کی مُراد یہی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

کے بعد کوئی تشریعی اور مستقل نبی نہیں آسکتا اور غیر تشریعی اُمتی نبی کے آئندہ خاتمیت مرتبی کے فیض سے پیدا ہونے میں تو خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہیں آتا اگر نبوت کا کلی انقطاع ماننے کی صورت میں ضرور فرق آجاتا ہے اور مولانا موصوف کا بیان جھوٹ قرار پاتا ہے

مولوی خالد محمود صاحب ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ یہ نبی پیدا ہونے کا امکان مولانا محمد قاسم صاحب نے صرف خاتمیت مرتبی کے لحاظ سے بیان کیا ہے نہ کہ خاتمیت زمانی کے لحاظ سے۔ لیکن چونکہ وہ خاتمیت زمانی کے بھی قائل ہیں لہذا نبی کا پیدا ہونا اُن کے نزدیک ممکن نہیں۔ گویا وہ یہ بتاتے ہیں کہ مولانا موصوف علیہ الرحمۃ کے نزدیک خاتمیت مرتبی کے لحاظ سے تو آیندہ نبی پیدا ہو سکتا ہے اور خاتمیت زمانی کے لحاظ سے آیندہ نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ یعنی اگر آیندہ نبی پیدا ہو جائے تو خاتمیت مرتبی میں تو فرق نہیں آتا البتہ خاتمیت زمانی میں ضرور فرق آتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ خوب جانتے ہیں کہ وہ خاتمیت زمانی کا جو مفہوم مولوی محمد قاسم صاحب کی طرف منسوب کر رہے ہیں وہ خاتمیت مرتبی سے تناقض رکھتا ہے۔ کیونکہ اگر آئندہ نبی پیدا ہو جائے۔ تو خاتمیت زمانی باطل ہو جاتی ہے لہذا خاتمیت زمانی کے ہوتے ہوئے آیندہ نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ اس طرح آیندہ کے لئے خاتمیت مرتبی کے وصف کا انتفاء لازم آیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاتمیت مرتبی کے لحاظ سے جو خاتم النبیین کے اصلی اور حقیقی اور مقدم معنیٰ ہیں، اپنے جسمانی ظہور پر خاتم النبیین نہیں رہے کیونکہ یہ عقیدہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائمی طور پر حقیقی معنیٰ میں خاتم النبیین نہ رہنے کو مستلزم ہے۔ اعاذنا اللہ عن هٰذہ العقیدۃ الفاسدۃ۔

ایک بریلوی عالم کا اعتراض

اب ایک بریلوی عالم کا اعتراض سنئیں جو مولانا محمد قاسم صاحب علیہ الرحمۃ سے اختلاف رکھتے ہیں۔ یہ عالم مولانا موصوف کی عبارت مندرجہ تحذیر النّاس صفحہ ۸ کے فقرہ

" ایسے ہی ختم نبوت بمعنی معروض کو تاخرِ زمانی لازم ہے "

کے متعلق لکھتے ہیں:-

"جب یہ کہا جائے کہ بالفرض حضور کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدیہ میں فرق نہ آئے گا۔ یہ عبارت اس لئے قابل اعتراض ہے کہ اس سے خاتمیت زمانی تو یقیناً باطل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اگر بالفرض حضور کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو یقیناً حضور کی خاتمیت میں فرق آتا ہے اور مولوی قاسم کہتے ہیں کہ فرق نہیں آتا تو اس سے خاتمیت زمانی تو باطل ہوگئی اور خاتمیّت مرتبی کو خاتمیت زمانی لازم تھی۔ جب لازم باطل ہوا تو ملزوم بھی باطل ہوگیا اور اس طرح اس عبارت سے ختم زمانی اور ختم ذاتی دونوں کا خاتمہ ہوگیا"

(رسالہ رضوان یکم فروری ۱۹۵۷ء صفحہ ۱۲ کالم اوّل)

اس اعتراض کا معقول جواب یہی دیا جا سکتا ہے کہ یہ تسلیم کیا جائے کہ مولانا محمد قاسم صاحب کے نزدیک تاخرِ زمانی خاتمیّت مرتبی کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے آخری تشریعی اور مستقل نبی ہونے کے معنوں میں لازم ہے کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تشریعی نبی ہیں نہ کہ غیر تشریعی نبی۔ پس خاتمیت زمانی کے خاتمیت مرتبی کو لازم ہونے کی صورت میں غیر تشریعی اُمتی نبی کے پیدا ہو سکنے میں خاتمیت زمانی

روک نہیں۔ اس صورت میں خاتمیّت زمانی خاتمیت مرتبی کو لازم بھی ہے اور خاتمیت مرتبی کی آئندہ تاثیر میں کلیّتہً روک بھی نہیں۔ تاخّر زمانی علی الاطلاق قرار دینے میں یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مطلق آخری نبی قرار دینے کی صورت میں خاتمیّت مرتبی تو منتفی ہو جاتی ہے اور اس کے منتفی ہونے کے ساتھ ہی اس کا لازم خاتمیت زمانی بھی منتفی ہو جاتا ہے کیونکہ جب ملزوم نہ رہا تو لازم کا وجود کیسے پایا جاسکتا ہے۔ پس خاتمیّت زمانی علی الاطلاق ماننے کی صورت میں خاتمیت محمدی میں ضرور فرق آجاتا ہے اور مولانا محمد قاسم صاحب کا یہ قول کاذب قرار پاتا ہے کہ آئندہ کسی نبی کے پیدا ہونے سے خاتمیّت محمدی میں کچھ فرق نہیں آتا۔ چونکہ ان کا یہ قول درست ہے اس لئے حقیقت یہی ہے کہ خاتمیّت زمانی سے مُراد یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آخری شارع نبی ہیں نہ یہ کہ مطلق آخری نبی۔ خود مولوی خالد محمود صاحب کا حضرت عیسےٰ علیہ السّلام کے اصالتاً نزول کا عقیدہ بھی خاتمیّت علےٰ لاطلاق کے خلاف ہے۔ محقق علماء کے نزدیک آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاتمیّت زمانی سے یہی مراد ہے کہ آپؐ کے بعد کوئی تشریعی نبی پیدا نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ امام علی القاری علیہ الرحمۃ حدیث لَانَبِیَّ بَعْدِیْ کی تشریح میں فرماتے ہیں :-

"مَعْنَاہُ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ لَا یَحْدُثُ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ بِشَرْعٍ یَنْسَخُ شَرْعَہٗ" (الاشاعۃ فی اشراط الساعۃ صفحہ ۲۲۶)

یعنی علماء کے نزدیک لانبی بعدی کے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی پیدا نہ ہوگا جو شریعت محمدیہ کو منسوخ کرے

بریلوی عالم کا دوسرا اعتراض

مولانا محمد قاسم صاحب علیہ الرحمۃ کے حامی مصنّف "چراغ سنّت" نے لکھا تھا کہ مولانا محمد قاسم صاحب نے بطور فرض کے یہ عبارت لکھی ہے۔ اس پر معترض خاتمیّت زمانی علی الاطلاق مراد لے کر لکھتا ہے:۔

"مولوی محمد قاسم کی عبارت یہ ہے:۔

'بالفرض بعد زمانہ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیّت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا'

غور کیجئے۔ بالفرض اگر نبی پیدا ہو تو حضور کی خاتمیّت میں فرق آئے گا یا نہیں۔ اگر آپ کہیں نہیں آئے گا تو غلط ہے۔ کیوں اس لئے کہ:۔

(۱) اگر بالفرض اگر (کسی صاحب)[علہ] کی دونو آنکھیں نکال دی جائیں تو پھر بھی ان کی بینائی میں کچھ فرق نہیں آئے گا؟

(۲) بالفرض اگر (کسی صاحب) کے سر کو جسم سے جُدا کر دیا جائے تو پھر بھی ان کے زندہ رہنے میں کچھ فرق نہیں آئے گا؟

(۳) بالفرض اگر (کوئی صاحب) اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو پھر بھی اُن کے نکاح میں کچھ فرق نہیں آئے گا؟

(۴) بالفرض اگر (کوئی صاحب) زنا کرلیں تو پھر بھی ان کی پاک دامنی میں کچھ فرق نہ آئے گا؟

علہ حاشیہ۔ ذیل کے چاروں نمبروں کی عبارتوں میں "کسی صاحب" اور "کوئی صاحب" کے الفاظ جو اندر بریکٹ ہیں وہ ہمارے ہیں۔ معترض صاحب نے ان کی بجائے "مصنف چراغ سُنّت" کے الفاظ لکھے ہیں۔ ہم نے ان کا لکھنا پسند نہیں کیا۔

توجناب فرمائیے۔ فرق آئے گا یا نہیں۔ تو اعتراض ان لفظوں پر ہے کہ فرق نہیں آئے گا۔ اور یہ ہی مولوی قاسم کہتے ہیں

بالفرض حضور کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدیہ میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔

تو فرض کا لفظ ان تمام مثالوں میں موجود ہے جو قابل اعتراض نہیں ہے۔ قابل اعتراض لفظ یہ ہیں

کچھ فرق نہیں آئے گا

ہم کہتے ہیں اور ساری دنیا کے انسان کہتے ہیں کہ بالفرض حضور کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدیہ میں ضرور فرق آئے گا۔ کیونکہ اس صورت میں حضور آخری نبی نہیں رہیں گے اور مولوی قاسم کہتے ہیں بالفرض حضور کے بعد نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدیہ میں کچھ فرق نہیں آئے گا"

صاف ظاہر ہے کہ مولوی خالد محمود صاحب خاتمیت زمانی کے معنی مطلق آخری نبی قرار دے کر اس سوال کا بھی کوئی معقول جواب نہیں دے سکتے۔ البتہ ہم مولانا محمد قاسم صاحب کی طرف سے یہ جواب دے سکتے ہیں کہ اُن کے نزدیک خاتمیّت زمانی سے مُراد امام علی القاری علیہ الرحمۃ کی طرح یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی تشریعی نبی نہیں آسکتا۔

لہٰذا بعد زمانہ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم غیر تشریعی امتی نبی کے پیدا ہو جانے سے

مولوی محمد قاسم صاحبؒ کے نزدیک واقعی خاتمیت محمدیہ میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ نہ خاتمیت مرتبی ہیں اور نہ ہی خاتمیت زمانی ہیں۔ اور خاتمیت مرتبی خاتمیت زمانی کے ساتھ امتی نبی کے پیدا ہونے کی صورت میں جمع رہے گی۔ اگر مولوی خالد محمود صاحب مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی طرف خاتمیت زمانی بمعنی مطلق آخری نبی ہی منسوب کرنے پر مُصر ہیں تو پھر وہ اس بریلوی عالم کے مذکور اعتراض کا ہرگز کوئی معقول جواب نہیں دے سکتے اگر اُن کے پاس کوئی جواب ہے تو وہ پیش کریں۔

بریلوی عالم کا اعتراف حقیقت

رسالہ "رضوان" کا مضمون نگار بریلوی عالم مولانا محمد قاسم صاحب کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو بالذات اور سوا آپ کے اَور نبیوں کی نبوت کو بالعرض قرار دینے پر محض متعصبانہ نگاہ سے مولانا موصوف سے بے انصافی کرتے ہوئے بالعرض کے معنی عارضی قرار دیکر معترض ہے کہ مولانا موصوف نے تمام انبیاء کی نبوت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بالمقابل عارضی قرار دے دیا ہے۔ حالانکہ بالعرض سے حضرت مولانا موصوفؒ کی مراد عارضی نہیں بلکہ صرف یہ مُراد ہے کہ تمام انبیاء کی نبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیض کے واسطہ سے ہے اور یہ بریلوی عالم خود بھی تمام انبیاء کی نبوت کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے مانتا ہے۔ چنانچہ یہ لکھتا ہے:۔

"یہ بات بھی حق ہے کہ ابتدا سے لے کر تا ابد تکؑ جس کو نعمت ملی ہے

اس کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور قاسم (تقسیم کرنے والے۔ ناقل) حضور اکرم

ہیں جس کو جو نعمت ملی وہ حضور کے وسیلہ اور واسطہ سے ملی

ع حاشیہ۔ نقل مطابق اصل ہے۔ ویسے 'تا' اور 'تک' دونو کا اکٹھا استعمال غلط ہے (مؤلف)

ہے تو اس اصول کے لحاظ سے یہ کہنا حق ہے کہ انبیاء کی
نبوت بھی حضور کے صدقہ اور وسیلہ سے ملی ہے"

(رضوان یکم فروری ۵۸ء صفحہ ۸ کالم ۲)

پھر یہ عالم لکھتا ہے :-

"بعض علماء اور اولیاء عظام نے حضور کو سورج اور باقی انبیاء کو تاروں سے تشبیہ دی ہے اور یہ لکھا ہے کہ حضور فضل و شرف کے سورج ہیں۔ اس سورج سے تمام تارے (انبیاء کرام) فیض پاتے ہیں۔ تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضور اصلی نبی ہیں اور باقی انبیاء عارضی طور پر نبی ہیں۔ **بلکہ مطلب صرف اس قدر ہے کہ تمام انبیاء کرام کو جو فضائل و کمال و معجزات حاصل ہوئے وہ سب حضور کے صدقہ اور وسیلہ** سے ان کو ملے ہیں یعنی نبوت اور کمالات کا حضور کے صدقہ اور وسیلہ سے ملنا اور بات ہے۔ اور صفِ نبوت سے دیگر انبیاء کا عارضی طور پر موصوف ہونا اور بات ہے" (رضوان یکم فروری ۵۸ء صفحہ ۹ کالم اول)

اس سے ظاہر ہے کہ مولانا محمد قاسم صاحب سے بریلوی علماء کی محض نزاع لفظی ہے کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بالذّات ہونے اور دوسرے انبیاء کی نبوت کے بالعرض ہونے سے مولانا محمد قاسم صاحب کی مراد بھی یہی ہے کہ تمام انبیاء کو نبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے ملی ہے۔ ان کی مراد بالعرض سے بالواسطہ ہی ہے نہ کہ عارضی۔ معترض کا بالعرض کی فلسفیانہ اصطلاح کو عارضی کے معنوں میں لینا محض اس بغض و تعصّب کا کرشمہ ہے جو وہ مولانا محمد قاسم صاحبؒ سے

رکھتا ہے۔ چنانچہ مولانا محمد قاسم علیہ الرحمۃ تحذیر الناس صفحہ ۴ پر بالذات اور بالعرض کی تشریح میں لکھتے ہیں:۔

"سو اسی طور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کو تصور فرمائیے۔
یعنی آپ موصوف بوصفِ نبوت بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی
موصوف بوصفِ نبوت بالعرض ہیں۔ **اوروں کی نبوت آپ کا فیض
ہے پر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں**"

(تحذیر الناس صفحہ ۴)

پس در حقیقت علماء بریلی بھی مولانا محمد قاسمؒ کی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت مرتبی کو مانتے ہیں۔ لیکن اس امر کی ہم پیچھے وضاحت کر چکے ہیں کہ خاتمیت مرتبی کے ساتھ خاتمیت زمانی مطلق آخری نبی کے معنوں میں تو جمع نہیں ہو سکتی۔ بلکہ خاتمیت زمانی خاتمیت مرتبی کے ساتھ انہی معنوں میں جمع ہو سکتی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آخری تشریعی اور مستقل نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی تشریعی اور مستقل نبی نہیں آسکتا جب یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے کے قائل ہیں۔ اور حدیث نبوی مسیح موعود کو نبی اللہ قرار دیتی ہے تو پھر یہ لوگ خاتمیت زمانی کو انہی معنوں میں تسلیم کر سکتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آخری شارع نبی ہیں اور اس طرح خاتمیت زمانی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اُمتی نبی کے آنے میں مانع نہیں رہتی اور خاتمیت مرتبی بھی آئندہ نبی پیدا ہونے میں مؤثر رہتی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دونو معنوں میں خاتم النبیین رہتے ہیں مولوی خالد محمود صاحب اور تمام علمائے بریلی و دیوبند حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کا جو مستقل نبی تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اُمتی نبی کی صورت میں آنا مانتے ہیں۔ لہذا وہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے وجود میں ایک نئی قسم کی نبوت کے حدوث کے قائل ہیں جس قسم کا کوئی نبی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پہلے ظاہر نہیں ہوا۔ پس ہمارے عقیدہ اور ان سب علماء کے عقیدہ میں ختم نبوت کے معنوں میں اصولی لحاظ سے کوئی فرق نہیں۔ ہم بھی مسیح موعود کو امتی نبی کی حیثیت میں مانتے ہیں اور یہ سب علماء بھی مسیح موعود کو امتی نبی ہی قرار دیتے ہیں۔ ہمارے درمیان صرف مسیح موعود کی شخصیت کی تعیین میں اختلاف ہے۔ اس کے درجہ اور مرتبہ کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں۔

اب مولوی خالد محمود صاحب وغیرہ خاتم النبیین کے معنی کی یہ تاویل نہیں کر سکتے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پیدا ہونے کے لحاظ سے آخری نبی ہیں۔ کیونکہ اوّل تو یہ خاتم النبیین کے معنوں کی تاویل و تخصیص ہے اور تاویل و تخصیص مولوی خالد محمود صاحب کے نزدیک بقول قاضی عیاض جائز نہیں۔ دوم وہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے وجود میں بعد از نزول ان کی پہلی نبوت میں ایک تغیر عظیم مان کر ایک نئی قسم کی نبوت کے حادث ہونے کے قائل ہیں۔ پس یہ نئی قسم کی نبوت کا حدوث خاتمیت مرتبی کے واسطہ اور فیض سے ہی ہو سکتا ہے۔ پس خاتمیت مرتبی کے فیض سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے بعد ایک نئی قسم کی نبوت کا حدوث ممکن ثابت ہوا۔ اور خاتمیت زمانی بھی اس میں مانع نہ ہوئی کیونکہ مسیح موعود نبی اللہ کا بموجب احادیث نبویہ اُمتی نبی کی حیثیت میں آنا مسلّم ہے۔ پس خاتمیت زمانی کا یہی مفہوم متعیّن ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آخری تشریعی نبی ہیں۔ جب

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تشریعی نبی ہیں تو پھر انہیں آخری تشریعی نبی ہی قرار دیا جا سکتا ہے نہ کہ مطلق آخری نبی۔ کیونکہ مسیح موعود اُمّتِ محمدیہ میں نبی اللہ بھی ہے اور اُمتی بھی۔

ایک دیوبندی عالم کا جواب علمائے بریلی کو

ایک دیوبندی مولوی ابوالزاہد سرفراز صاحب مولوی محمد قاسم صاحب کی مندرجہ ذیل دو عبارتوں کو پیش کرتے ہیں :-

(۱) "بالفرض اگر بعد زمانہ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیّت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا"

(۲) "اس طرح فرض کیجئے آپؐ (آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم۔ ناقل) کے زمانہ میں بھی اس زمین میں یا کسی اَور زمین میں یا آسمان میں کوئی نبی ہو تو وہ بھی اس وصف نبوت میں آپؐ کا محتاج ہوگا اور اس کا سلسلہ بہرطور آپ پر مختتم ہوگا"

مولوی ابوالزاہد صاحب مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی ان دونو عبارتوں میں "بالفرض" اور "فرض کیجئے" کے الفاظ استعمال ہونے کی وجہ سے علمائے بریلی کے خلاف لکھتے ہیں :-

"رہا یہ سوال کہ حضرت نانوتوی کے نزدیک آپؐ کے بعد کوئی اَور نبی آسکتا ہے یا کسی کو نبوت مل سکتی ہے یا اس کا امکان شرعی پیدا ہوسکتا ہے تو قضیۂ شرطیہ اور فرضیہ سے اس کا ثبوت کیونکر ہوا تو قرآن کریم میں اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں"

اس کے بعد یہ دیوبندی عالم پانچ آیات قرآنیہ پیش کرتے ہیں:۔

۱۔ اِنْ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعَابِدِیْنَ (الاعراف ۷)

۲۔ لَوْ کَانَ فِیْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (الانبیاء ۲۰)

۳۔ وَلَوْ اَشْرَکُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (الانعام ۱۰)

۴۔ فَاِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ (الزمر ۷)

۵۔ وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیْ اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ (بنی اسرائیل)

(کتاب بانی دارالعلوم دیوبند مصنفہ ابوالزاہد سرفراز مکتبہ اشاعت اسلام گنج مغلپورہ لاہور)

الجواب مولوی ابوالزاہد سرفراز صاحب! مولانا محمد قاسم صاحب کی مندرجہ بالا دونو عبارتوں میں "بالفرض" اور "فرض کیجئے" کے شرطیہ جملوں کو مندرجہ بالا آیات قرآنیہ پر قیاس نہیں کر سکتے کیونکہ ان سب آیات میں شرط محال ہے اور شرط کے محال ہونے کی بنار پر جزا محال ہے۔ کیونکہ رحمٰن کا بیٹا ہونا بھی ہمیشہ محال ہے اور ایک سے زیادہ خداؤں کا ہونا بھی ہمیشہ محال ہے اور انبیاء سے شرک کا صدور بھی محال ہے اور قرآنی وحی کا نسخ بھی محال ہے کیونکہ خدا تعالےٰ اُس کی حفاظت کا وعدہ کر چکا ہوا ہے۔ لیکن خاتمیتِ مرتبی کے فیض سے نبی کا ظہور ہمیشہ ممکن رہا ہے۔ لہٰذا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور پر بھی ممکن ہے کیونکہ خاتمیتِ مرتبی خاتم النبیین کے اصل اور مقدم معنی ہیں اور یہ وصف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ذاتی ہونے کی وجہ سے دائمی طور پر آپ کو حاصل ہے۔

اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۞

(الاعراف ع ۳)

کہ اے بنی آدم اگر آیندہ تمہارے پاس تم میں سے رسول آئیں جو میری آیات تم پر بیان کریں تو جو لوگ تقویٰ اختیار کریں گے اور اپنی اصلاح کر لیں گے اُن پر کوئی خوف نہیں اور وہ غمگین نہیں ہوں گے۔

دیکھئے یہ آیت بھی جملہ شرطیہ ہے اور اس کی رُو سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد بنی آدم میں نبی کا آنا جائز قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ علامہ بیضاوی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ اِتْيَانُ الرُّسُلِ جَائِزٌ غَيْرُ وَاجِبٍ کہ رسولوں کا آنا جائز ہے واجب نہیں (خدا تعالیٰ پر تو کوئی بات واجب نہیں پھر قرآن کریم میں کئی ایسی آیات موجود ہیں جو ایسے جملات شرطیہ پر مشتمل ہیں جن میں شرط محال نہیں بلکہ ممکن امر کو شرط قرار دیا گیا ہے جیسے

اِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ

کہ اگر قرضدار تنگدست ہو تو اُسے آسانی پانے تک مہلت دینی چاہیئے

دیکھئے اس جملہ شرطیہ میں قرضدار کا تنگدست ہونا ایک ممکن امر ہے جسے فرض کیا گیا ہے اسی طرح آیت کریمہ

فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ

یعنی اگر وہ قرآن کے معاملہ میں اس کا جواب نہ لائیں تو جان لو کہ یہ اللہ کے علم کے ساتھ نازل ہوا ہے۔

اب دیکھئے۔ قرآن کریم کے مقابلہ میں کوئی آیت نہ بنا سکنا محال نہیں بلکہ اس کے برعکس ان کا کوئی آیت بنا کر لانا محال ہے۔ اس آیت میں بھی شرطِ محال نہیں۔ نبی کا آنا چونکہ ممکن امر تھا اس لئے مولوی محمد قاسم صاحب نے ان عبارتوں میں محال امر کو فرض نہیں کیا۔ جب مولوی محمد قاسم صاحب اور تمام علماء دیوبند و بریلی بلکہ تمام آئمہ دین بموجب احادیث نبویہ اُمّت محمدیہ میں مسیح موعود کا امتی اور نبی ہونا تسلیم کرتے ہیں تو اُمتی نبوت کا حدوث آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اُن کے عقیدہ کی رو سے ممکن بلکہ ضروری ہوا۔ فتدبروا یا اولی الالباب۔

آیاتِ قرآنیہ سے خاتمیّتِ مرتبی اور زمانی کا ثبوت

اَلْقُرْاٰنُ یُفَسِّرُ بَعْضُہٗ بَعْضًا کے مطابق قرآن مجید کی ایک آیت کی تفسیر دوسری آیات کر دیتی ہیں۔ آپ معلوم کر چکے ہیں۔ آیت خاتم النّبیین کے رُو سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دو قسم کی خاتمیّت کا مقام حاصل ہے۔

اوّل خاتمیّتِ مرتبی جو خاتم النّبیین کے مثبت حقیقی اور مقدّم معنی ہیں۔

دوم خاتمیّتِ زمانی جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جسمانی ظہور پر خاتمیّت مرتبی کو لازم ہوئی ہے۔

خاتمیّت زمانی کا ثبوت آیت کریمہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ (المائدہ) اور آیت کریمہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ (الحجر) سے ملتا ہے۔ پہلی آیت بتاتی ہے کہ قرآن مجید کے ذریعہ شریعت اپنے کمال کو پہنچ گئی ہے اور دوسری آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس شریعت کی حفاظت کا

خدا تعالیٰ نے وعدہ کر رکھا ہے۔ لہذا قیامت تک اب کسی تشریعی نبی کی ضرورت نہیں اور یہی مفہوم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خاتمیتِ زمانی کا ہے کہ آپؐ آخری تشریعی نبی ہیں جو خاتمیت مرتبی کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے۔

اب آیندہ کے لئے خاتمیت مرتبی کی تاثیر کے متعلق آیاتِ قرآنیہ ملاحظہ ہوں

آیت اُولیٰ۔ اللہ تعالےٰ سُورۂ نساء میں فرماتا ہے :۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ؕ (سورۂ نساء ع ۹)

ترجمہ :۔ جو لوگ اللہ اور رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کریں گے وہ خدا تعالےٰ کی طرف سے درجہ پانے میں انعام یافتہ لوگوں یعنی نبیوں صدیقوں شہیدوں اور صالحین کے ساتھ ہیں۔ اور یہ اطاعت کرنے والے اُن کے اچھے ساتھی ہیں (یعنی درجہ پانے میں ساتھی ہیں)

آیت ہذا میں مَعَ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ چونکہ جملہ اسمیہ ہے جو استمرار پر دلالت کرتا ہے لہذا اس دُنیا میں اللہ تعالےٰ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والوں کی پہلے انعام یافتہ لوگوں سے درجہ میں معیّت ضروری ہے۔ کیونکہ اس دنیا میں ظاہری معیّت جو زمانی اور مکانی ہوتی ہے۔ ان لوگوں کو پہلے انعام یافتہ لوگوں سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اس آیت میں معنوی معیّت ہی مُراد ہو سکتی ہے جو درجہ اور

مرتبہ کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ جیسے کہ ذیل کی آیت میں معیّت درجہ میں ہی مُراد ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِیْرًا اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِیْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ ؕ

(سورۃ نساء ع ۲۱)

ترجمہ۔ مُنافق آگ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے اور تو ان کا کوئی مددگار نہیں پائے گا مگر جن لوگوں نے توبہ کرلی اور اصلاح کرلی اور اللہ تعالےٰ کے ذریعہ اپنی حفاظت چاہی اور اپنی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کرلیا وہ مومنین کے ساتھ ہیں۔ (یعنی مومنوں میں سے ہیں)

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ جملہ اسمیہ ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ توبہ کرنے والے اور خدا تعالیٰ سے مضبوط تعلق پیدا کرلینے والے اور اطاعت کو خدا تعالیٰ کے لئے خالص کرلینے والے مومنوں کے ساتھ ان معنوں میں ہیں کہ وہ اسی دنیا میں مومنوں کے گروہ کا فرد بن کر مومنوں کا درجہ پانے والے ہیں ۔ اسی طرح فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ الآیۃ بھی جُملہ اسمیہ ہے اور مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والے اسی دُنیا میں نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحین کے چار گروہوں میں سے کسی نہ کسی گروہ کے زمرہ میں ضرور داخل ہو جاتے ہیں۔

پس اس آیت سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی اُمتی کو نبوت کا درجہ بھی مل سکتا ہے۔ اور وہ نبیوں کے گروہ میں داخل ہو سکتا ہے۔ جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والے صدّیقوں، شہداء یا صالحین کا درجہ پا کر ان کے گروہوں میں داخل ہو سکتے ہیں۔

پس اس آیت کریمہ میں خاتم النبیین کی خاتمیتِ مرتبی ہی کی آئندہ کے لئے تاثیر بیان ہوئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ خاتمیتِ مرتبی کے لحاظ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم صرف خاتم النّبیین ہی نہیں بلکہ خاتم الصدّیقین اور خاتم الشّہداء اور خاتم الصّالحین بھی ہیں گویا خاتم الکاملین بھی ہیں۔ اور اب آئندہ کمالِ نبوّت کمالِ صدّیقیت، کمالِ شہادت اور کمالِ صالحیت صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے ہی حاصل ہو سکتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ترک کر کے ان کمالات میں سے کوئی کمال کسی شخص کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ گویا یہ آیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے الگ رہنے والی قوموں کو ان چاروں مدارج سے محروم قرار دیتی ہے۔ اور بتاتی ہے کہ امت محمدیہ سے جو قومیں باہر ہیں ان میں سے نہ صرف یہ کہ کوئی شخص نبی نہیں ہو سکتا بلکہ ان میں درحقیقت کوئی شخص نہ صدّیق کا مرتبہ پا سکتا ہے نہ شہید کا اور نہ ہی صالح کا۔ اب ان انعامات کے پانے کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت شرط ہے

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا بالذّات ہونا اور باقی انبیاء کی نبوت کا بالعرض ہونا حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَتٰى وَجَبَتْ لَكَ النُّبُوَّةُ قَالَ وَاٰدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ (رواہ الترمذی)

یعنی صحابہ نے رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ کیلئے نبوّت کب واجب ہوئی۔ اس پر آپؐ نے فرمایا اس وقت آدم ابھی رُوح جسم کی درمیانی حالت میں تھا۔

ایک دوسری حدیث میں وارد ہے :۔

كُنْتُ نَبِيًّا وَ اٰدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ

کہ میں اُس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم ابھی پانی اور مٹی کی درمیانی حالت میں تھا۔

ایک حدیث نبوی میں وارد ہے :۔

كُنْتُ مَكْتُوْبًا عِنْدَ اللّٰهِ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَاِنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِيْ طِيْنَتِهٖ (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۱۲)

یعنی مَیں اللہ تعالیٰ کے حضور خاتم النّبیین قرار دے دیا گیا تھا حالانکہ آدم ابھی گیلی مٹی میں ہی لت پت تھا۔

پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سب انبیاء سے پہلے نبی اور خاتم النّبیین قرار دیئے گئے۔ لہذا آپؐ کی نبوّت بالذات ہے اور سوا آپؐ کے اَور نبیوں کی نبوّت بالعرض ہے۔ علّتِ غائیہ ہر ایک نبی کی نبوّت کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ اور آپؐ کا خاتم النّبیین ہونا تمام انبیاء کے ظہور میں بطور علّتِ غائیہ کے مؤثر رہا ہے بلکہ تمام کائنات کے ظہور میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

بطور علّتِ غائیہ کے مؤثر ہیں۔ پس اس لحاظ سے آپؐ ابو الانبیاء ہیں۔ بسیاق آیت کریمہ خاتم النّبیین سے بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ابو الانبیاء ہونا ظاہر ہے کیونکہ آیت کریمہ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کے الفاظ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بالغ نرینہ اولاد کا باپ ہونے کی نفی کر کے حرف لٰکِنْ لا کر استدراک کرتے ہوئے رَسُوْلُ اللّٰہِ اور خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ ہونے کے لحاظ سے آپ کو اپنے اُمّتیوں اور تمام نبیوں کا معنوی باپ قرار دیا گیا ہے جیسا کہ مولانا محمد قاسم صاحب کی آیت ہذا کے متعلق تفسیر سے ظاہر ہے جو قبل ازیں تحذیر الناس سے درج کی جا چکی ہے۔

پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان معنی میں خاتم النّبیین ہیں کہ آپؐ ابو الانبیاء ہیں اور تمام انبیاء آپ کی معنوی نسل ہیں۔ کیونکہ علّتِ غائیہ بمنزلہ آباء کے ہوتی ہے۔ ہاں جسمانی ظہور پر اب خاتمیت مرتبی کی تاثیر کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا واسطہ آیت مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ (نساء ع ۹) میں شرط قرار دے دیا گیا ہے۔

مولوی خالد محمود صاحب کا اعتراض

مولوی خالد محمود صاحب آیت مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ کے متعلق لکھتے ہیں :-

"آیت مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ . . . . . سے ماتحت اور غیر تشریعی نبوت کا استدلال بھی غلط ہے کیونکہ دوسرے پیغمبر کی اطاعت

اور پیروی سے جو نبوت ملے ضروری نہیں کہ وہ غیر تشریعی ہی ہو۔ مرزا صاحب کے قول کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبوت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کے واسطہ سے ملی تھی حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریعی پیغمبر تھے اور وہ صاحب کتاب بھی تھے۔

(عقیدۃ الاُمّۃ صفحہ ۱۰)

الجواب (ا) قرآن مجید کی آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ نے بتادیا ہے کہ شریعتِ محمدیہ ایک کامل شریعت ہے اور خدا تعالیٰ نے آیت کریمہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ کے ذریعہ اس کی حفاظت کا وعدہ بھی فرمادیا ہوا ہے تو یہ دونو آیتیں بتاتی ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کسی تشریعی نبی کی ضرورت نہیں اس لئے آیت وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ کے ان آیات کی موجودگی میں صرف یہی معنی ہو سکتے ہیں کہ اب صرف اُمتی نبی ہی خاتمیت مرتبی کے فیض سے آسکتا ہے کوئی تشریعی اور مستقل نبی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آسکتا۔ کیونکہ آپؐ کی شریعت کے آنے پر دائمًا اس کی اطاعت شرط ہے اور شریعت محمدیہ کی اطاعت ہی خدائے تعالیٰ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہے۔

(ب) مولوی خالد محمود صاحب نے یہ غلط لکھا ہے کہ مرزا صاحب کے قول کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبوت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کے واسطہ سے ملی تھی۔ اس امر کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا قول قرار دینے کے لئے خالد محمود صاحب چشمہ مسیحی کی یہ عبارت پیش کرتے ہیں کہ

"ایک بندہ خدا کا عیسیٰ نام جس کو عبرانی میں یسوع کہتے ہیں تیس برس تک موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کر کے خدا کا مقرب بنا اور مرتبہ نبوت پایا"

مولوی خالد محمود صاحب نے اس قول کے لئے چشمہ مسیحی صفحہ ۲۴ کا حوالہ دیا ہے مگر یہ ادھوری عبارت جو انہوں نے پیش کی ہے یہ صفحہ ۶۷ کی ہے۔ اور اس سے پہلے لکھا ہے :۔

"یہ لوگ جو مولوی کہلاتے ہیں ہمارے سید و مولےٰ خیر الرسل و افضل الانبیاء آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں جبکہ کہتے ہیں اس اُمت میں عیسیٰ ابن مریم کا مثیل کوئی نہیں آسکتا تھا اس لئے ختم نبوت کی مُہر توڑ کر اُسی اسرائیلی عیسیٰ کو کسی وقت خدا تعالےٰ دوبارہ دنیا میں لائے گا۔ اس اعتقاد سے صرف ایک گناہ نہیں بلکہ دو گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اوّل یہ کہ ان کو اعتقاد رکھنا پڑتا ہے کہ جیسا کہ"

اس کے بعد وہ عبارت ہے جو مولوی خالد محمود صاحب نے ذیل کے الفاظ میں پیش کی ہے :۔

"ایک بندہ خدا کا عیسیٰ نام جس کو عبرانی میں یسوع کہتے ہیں۔ تیس برس تک موسیٰ رسول اللہ کی شریعت کی پیروی کر کے خدا کا مقرب بنا اور مرتبہ نبوت پایا"

اس کے بعد کی عبارت ہے :۔

"اس کے مقابل پر اگر کوئی شخص بجائے تئیس برس کے پچاس برس بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے تب بھی وہ مرتبہ نہیں پا سکتا۔ گویا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کوئی کمال نہیں بخش سکتی"

اس پُوری عبارت سے ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحب اس جگہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے مرتبہ نبوت پانے کے متعلق اپنا کوئی عقیدہ بیان نہیں فرما رہے ہیں بلکہ بعض غیر احمدی علماء کا عقیدہ بیان کر رہے ہیں جس پر

"اوّل یہ کہ ان کو یہ اعتقاد رکھنا پڑتا ہے"

کے الفاظ شاہد ہیں۔ مگر مولوی خالد محمود صاحب اس بات کو حضرت مرزا صاحبؑ کا عقیدہ قرار دینا چاہتے ہیں۔ حضرت اقدسؑ اسی مضمون کو آگے ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:۔

"مسلمانوں میں سے سخت نادان اور بدقسمت وہ لوگ ہیں جو اس کے کمال حُسن و احسان کے انکاری ہیں۔ ایک طرف تو اس کی مخلوق کو اس کی صفات خاصّہ میں حصہ دار ٹھہرا کر توحید باری پر دھبہ لگاتے اور اس کے حُسنِ وحدانیت کی چمک کو شراکتِ غیر سے تاریکی کے ساتھ بدلتے ہیں اور پھر دوسری طرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ابدی فیض سے ایسا محروم جانتے ہیں کہ گویا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم زندہ چراغ نہیں بلکہ مُردہ چراغ ہیں جن کے ذریعہ سے دوسرا چراغ روشن نہیں ہو سکتا۔ وہ اقرار رکھتے ہیں کہ موسٰی نبی زندہ چراغ

تھا جس کی پیروی سے صدہا نبی چراغ ہو گئے اور مسیح اسی کی پیروی تیس برس تک کر کے اور توریت کے احکام کو بجالا کر اور موسٰی کی شریعت کا جُوا اپنی گردن پر لے کر نبوت کے انعام سے مشرّف ہوا۔ مگر ہمارے سیّد و مولیٰ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کسی کو کوئی رُوحانی انعام عطا نہ کر سکی"

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت اقدس اس جگہ اپنا یہ عقیدہ بیان نہیں کر رہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام موسٰی علیہ السّلام کی پیروی سے نبوت کے انعام سے مشرّف ہوئے بلکہ اسے بعض غیر احمدی علماء کا اقرار قرار دے رہے ہیں۔ آپ کا اپنا عقیدہ اس بارہ میں یہ ہے کہ

"اس جگہ طبعاً یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ حضرت موسٰی کی اُمت میں بہت سے نبی گذرے ہیں پس اس حالت میں موسٰی کا افضل ہونا لازم آتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جس قدر نبی گذرے ہیں ان سب کو خدا نے براہِ راست چُن لیا تھا حضرت موسٰی کا اس میں کچھ دخل نہیں تھا لیکن اس اُمت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے ہزارہا اولیاء ہوئے اور ایک وہ بھی ہوا جو اُمتی بھی ہے اور نبی بھی۔ اس کثرت فیضان کی کسی نبی میں نظیر نہیں مل سکتی۔ اسرائیلی نبیوں کو الگ کر کے باقی تمام لوگ اکثر موسوی اُمت میں ناقص پائے جاتے ہیں۔ رہے انبیاء سو ہم بیان کر چکے ہیں کہ انہوں نے حضرت موسٰی سے کچھ نہیں پایا بلکہ وہ براہِ راست

نبی کئے گئے۔ مگر اُمت محمدیہ میں سے ہزارہا لوگ محض پیروی کی وجہ سے ولی کئے گئے" (حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۲۸)

(ج) پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تشریعی نبی بھی نہیں مانتے۔ چنانچہ آپ تورات کی مثیل موسیٰ کی پیشگوئی کو عیسائیوں کے حضرت عیسیٰ پر چسپاں کرنے کی تردید میں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس پیشگوئی کا مصداق ثابت کرنے کے لئے لکھتے ہیں:-

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک ذرہ مناسبت نہیں۔ نہ وہ پیدا ہو کر یہودیوں کے دشمنوں کو ہلاک کر سکے۔ نہ وہ اُن کے لئے کوئی نئی شریعت لائے نہ انہوں نے بنی اسرائیل کے بھائیوں کو بادشاہت بخشی۔ انجیل کیا تھی وہ صرف توریت کے چند احکام کا خلاصہ ہے جس سے پہلے یہود بے خبر نہیں تھے گو اس پر کاربند نہیں تھے" (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۹۹)

پس حضرت مرزا صاحب کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریعی نبی نہیں تھے اور انجیل صرف توریت کے احکام کا خلاصہ تھی نہ کہ کوئی جدید شریعت۔

مولوی خالد محمود صاحب کے ایک مطالبہ کا جواب

مولوی خالد محمود صاحب لکھتے ہیں کہ "اس معنی اور مفہوم کو جب مرزا غلام احمد بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم سمجھتے ہیں اور اپنی نبوت کو ایک نئی اصطلاح قرار دیتے تھے تو مرزائی مبلغین پر لازم تھا کہ مرزا صاحب کے دعویٰ کے مطابق اس نئی

قسم کی نبوت پر کوئی ایک آیت پیش کرتے" (عقیدۃ الامۃ صفحہ)

مولوی خالد محمود صاحب! ہم نے تو نئی قسم کی نبوت یعنی اُمتی نبوت کے ثبوت میں آیت مَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ پیش کر دی ہے۔ آپ بھی تو حضرت عیسٰی علیہ السلام کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اُمتی نبی ہی مانتے ہیں۔ اس لئے ہمارا اب آپ سے یہ مطالبہ ہے کہ **آپ کسی آیت سے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے اُمّتِ محمدیہ میں امتی نبی کی حیثیت میں آنے کا بالتصریح ثبوت پیش کریں۔**

ہم نے جو آیت پیش کی ہے اس سے یہ بھی ثابت ہے کہ اس آیت کریمہ میں ایک نئی قسم کے نبی کے پیدا ہونے یا مبعوث ہو سکنے کی امید دلائی گئی ہے کیونکہ اس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والوں کو ہی نبوت ملنے کا ذکر ہے۔

اس آیت میں تشریعی نبوت کے اجراء کا بھی کوئی احتمال نہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت جب اس کے لئے شرط ہے تو ایسا شخص تشریعی نبی تو ہو ہی نہیں سکتا۔ ماسوا اس کے تشریعی نبوت کے انقطاع کے متعلق واضح آیات موجود ہیں جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

پس اس آیت میں غیر تشریعی ظلّی اور انعکاسی نبوت کا ہی بیان ہے۔ کیونکہ اُمتی کو جو بھی کمالات ملتے ہیں وہ ظلّی اور انعکاسی طور پر ہی ملتے ہیں۔ لہٰذا اس آیت میں مولوی خالد محمود صاحب کی تینوں مطلوبہ شرائط مندرجہ عقیدۃ الامۃ صفحہ ۱۱ کے ساتھ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی نئی مصطلحہ نبوت کے

باقی ہونے کا واضح ثبوت موجود ہے۔

گو اس آیت میں ظلّی اور انعکاسی کا لفظ تو موجود نہیں مگر ظلّیت اور انعکاس مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ کے الفاظ سے مستنبط ضرور ہے۔

مولانا محمد قاسم صاحب نے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے علاوہ تمام انبیائے کرام کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ظلّ اور عکس ہی قرار دیا ہے۔ حالانکہ قرآن مجید میں ان کے لئے کہیں ظلّ و انعکاس کا تصریحاً ذکر موجود نہیں۔ چنانچہ مولانا موصوف تحریر فرماتے ہیں :-

"انبیاء میں جو کچھ ہے وہ ظلّ اور عکس محمدی ہے۔ کوئی ذاتی کمال نہیں پر کسی نبی میں وہ عکس اسی تناسب پر ہے جو جمال کمال محمدی میں تھا اور کسی میں بوجہ معلوم وہ تناسب نہ رہا ہو"

(تحذیر النّاس صفحہ ۲۹ یا ۳۰ بلحاظ ایڈیشن مختلف)

ظلّیت اور انعکاس کا یہ استنباط مولانا نے خاتم النّبیین کے معنی خاتمیّت مرتبی ہی سے کیا ہے۔ اور حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ تحریر فرماتے ہیں :-

"کوئی مرتبہ شرف و کمال کا اور کوئی مقام عزّت و قُرب کا بجز سچّی اور کامل متابعت اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہم ہرگز حاصل کر ہی نہیں سکتے۔ ہمیں جو کچھ ملتا ہے ظلّی اور طفیلی طور پر ملتا ہے"

(ازالۂ اوہام صفحہ ۱۳۸)

پس جب بقول مولانا محمد قاسم صاحب تمام انبیاء کی نبوت ظلّ و عکسِ محمدی ہی ہے حالانکہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حقیقت میں اُمتی نہ تھے۔ تو جو

کامل امتی ہو اس کی نبوت اور اس کے کمالات تو بدرجہ اُولیٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ظلّ و عکس ہوں گے۔

دوسری آیت سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی ہے

یَا بَنِیٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیَاتِیْ فَمَنِ اتَّقٰی وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ (الاعراف ع۴)

ترجمہ۔ اے بنی آدم اگر آئندہ تم میں سے تمہارے پاس رسول آئیں جو تم پر میری آیات بیان کریں تو جو لوگ تقویٰ اختیار کریں گے اور اپنی اصلاح کر لیں گے ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے

اس آیت سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ بنی آدم کو آیندہ کے لئے قرآن شریف کی اس آیت میں ہدایت کی گئی ہے کہ جب آئندہ ان کے پاس رسول آئیں تو اُن کا فرض ہے کہ وہ انہیں قبول کریں ورنہ نجات سے محروم رہینگے پس اگر خاتم النبیین کی آیت کی رو سے رسولوں کا آنا کلیتہً منقطع ہو چکا ہوتا تو اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں ایسی ہدایت نہ دیتا کہ اگر آیندہ رسول آئیں تو اُن کو قبول کرنا چاہیئے۔

آیت مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ الخ سے ظاہر ہے کہ آیندہ نبوت پانے کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت شرط ہے۔ پس یہ رسول جن کے آیندہ آنے کا زیرِ تفسیر آیت میں ذکر ہے اُن کے لئے سیّد و مولیٰ

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مطیع اور اُمتی ہونا پہلی آیت کی رُو سے ضروری ہے۔

مولوی خالد محمود صاحب کی جرح کا امر اوّل ؛

مولوی خالد محمود صاحب نے اس آیت کے متعلق پہلی جرح یہ کی ہے کہ یہ

۱- " ایک عالم ارواح سے خطاب ہے "

۲- " قادیانی حضرات کی انتہائی بے لبسی اور بے چارگی ہے کہ مسئلہ ختم نبوت زیر بحث آنے پر وہ انہی آیات کا سہارا لیتے ہیں جن میں کسی سابقہ وقت کے پچھلے نبیوں کے آنے کی خبر قرآن کریم میں حکایت کی گئی ہے " (عقیدۃ الامۃ صفحہ ۱۰ و ۱۱)

الجواب

مولوی خالد محمود صاحب کا بیان درست نہیں کہ اس آیت میں عالم ارواح سے خطاب بطور حکایت بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ زیر بحث آیت یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ سے پہلے ایک آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ یعنی اے بنی آدم ہر مسجد کے پاس یا عبادت کے وقت لباس کے ذریعہ زینت اختیار کر لیا کرو۔ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ اہلِ عرب خانہ کعبہ کا طواف ننگے بدن کیا کرتے تھے اس لئے انہیں یہ حکم دیا گیا کہ اس وقت لباس پہن لیا کرو۔

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ تفسیر اتقان میں اسی آیت کے متعلق فرماتے ہیں:-

خِطَابٌ لِاَھْلِ ذٰلِکَ الزَّمَانِ وَلِکُلِّ مَنْ بَعْدَھُمْ

یعنی یہ آیت ۰ اس زمانہ کے لوگوں اور تمام بعد میں آنے والے لوگوں کو خطاب ہے۔

پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی ہے:۔

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ۝

یعنی تم کھاؤ اور پیو اور فضولخرچی نہ کرو بیشک اللہ فضولخرچی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے چند آیات میں فرمایا ہے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ

"(اے نبی) کہدو اللہ کی زینت اور پاک رزق جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کیا ہے کس نے حرام کیا ہے۔ کہدو یہ دنیا کی زندگی میں مومنوں کے لئے ہے اور قیامت کے دن صرف انہی لوگوں کے لئے ہے۔ اس طرح ہم اپنی آیات ان لوگوں کے لئے جو علم رکھتے ہیں کھول کر بیان کرتے ہیں۔ تُو کہدے میرے رب نے بُرے اعمال کو خواہ ظاہر ہوں یا چھُپے ہوئے اور گناہ کو اور ناحق بغاوت کو حرام کیا ہے اور اس بات کو (بھی) کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک قرار دو اور اس بات کو بھی (حرام کیا ہے) کہ تم اللہ پر ایسے جھوٹے الزام لگاؤ جن کو تم نہیں جانتے ہر قوم کے لئے ایک (خاتمہ) کا وقت مقرر ہے پس جب وہ وقت مقررہ آجاتا ہے تو نہ اس سے ایک گھڑی پیچھے رہ سکتے ہیں نہ آگے بڑھ سکتے ہیں"

اس کے بعد زیر بحث آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

"اے بنی آدم اگر آیندہ تم میں سے تمہارے پاس رسُول آئیں جو تم پر میری آیات بیان کریں تو جو لوگ تقویٰ اختیار کریں گے اور اصلاح کر لیں گے انہیں نہ (آئندہ کے متعلق) کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ (ماضی کے متعلق) غمگین ہوں گے"

پس زیر بحث آیت کا سیاق اس بات پر روشن دلیل ہے کہ یہ خطاب عالمِ ارواح سے نہیں کہ عالمِ ارواح کے واقعہ کی اس جگہ حکایت کی گئی ہو۔ بلکہ جس طرح اس سے پہلی آیات میں بنی آدم کو اس دنیا کے عالم میں خطاب کیا گیا ہے۔ اسی طرح زیر بحث آیت کا خطاب بھی اہلِ دُنیا سے ہے نہ عالمِ ارواح سے۔

اب دیکھ لیجئے کہ احمدی اس آیت سے نبوت کے جاری ہونے کے متعلق ناجائز سہارا لے رہے ہیں یا خود مولوی خالد محمود صاحب بے بسی کے عالم میں یہ کہہ کر ہمارے استدلال کو ٹالنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ اس آیت میں خطاب عالمِ ارواح سے ہے اور یہ کہ اس میں پچھلے نبیوں کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ ہم اس امر کا فیصلہ قارئین کرام پر ہی چھوڑتے ہیں۔ انصاف! انصاف!! انصاف!!!

مولوی خالد محمود صاحب کی جرح کا امرِ ثانی

دوسری بات جو مولوی خالد محمود صاحب نے ہمارے استدلال پر تنقید کی صورت میں لکھی ہے یہ ہے کہ

"اگر اس (آیت ناقل) سے مرزائی حضرات اجرائے نبوت پر استدلال کریں گے تو کیا اس سے تشریعی نبوت اور مستقل غیر تشریعی نبوت ہر دو کے دروازے بھی کھُلے نظر نہ آئیں گے؟ اور ظاہر ہے کہ

مرزائی حضرات کے قول کے مطابق مرزا صاحب خود بھی ایسی ہر نبوت کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم مانتے ہیں"

الجواب بیشک حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریعی نبوت اور مستقل غیر تشریعی نبوت کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد بالکل منقطع جانتے ہیں۔ مگر اس آیت میں رُسُلُ کا لفظ "عام مخصوص بالبعض" ہے یعنی اس کے عمُوم کی تخصیص دوسری آیات کر رہی ہیں۔ چنانچہ آیت مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ (سُورہ نساء ع ۹) سے ظاہر ہے کہ آیندہ نبی وہی ہو سکتا ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مطیع ہو یعنی شریعت محمدیہ پر قائم ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اُمتی ہو۔ اور آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ (سُورہ مائدہ ع ۱) سے ظاہر ہے کہ شریعتِ محمدیہ ایک کامل شریعت ہے اور آیت اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ (حجر ۱ ۱۴) سے ظاہر ہے کہ شریعتِ محمّدیہ آیندہ محفوظ رہے گی۔ لہٰذا ان دونو آیتوں سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی تشریعی نبی کی ضرورت نہیں۔

پس ان آیات سے ظاہر ہے کہ آئندہ نہ تشریعی نبی آسکتا ہے اور نہ ہی مستقل غیر تشریعی نبی آسکتا ہے بلکہ صرف امتی نبی ہی آسکتا ہے۔ اسی لئے تو اے خالد محمود صاحب! آپ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کو جو آپ کے نزدیک تشریعی نبی ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اُمتی نبی کی حیثیت میں آنے والا مانتے ہیں۔

اُصولِ فقہ میں یہ مسلّم ہے کہ کسی نصّ کا اگر بظاہر حکم عام ہو اور ایک

دوسری نصّ اس حکم کی تخصیص کر رہی ہو تو وہ نصّ "عام مخصوص بالبعض" ہو جائیگی لہذا اُصولِ فقہ کی رو سے اس آیت سے تشریعی رسُول یا غیر تشریعی مستقل رسُول کی آمد کا امکان پیدا ہی نہیں ہوتا۔ بلکہ صرف اُمتی نبوت کا اجراء ہی ثابت ہوتا ہے کیونکہ دوسری آیات اس کے عموم کی مخصص ہیں۔

مولوی خالد محمود صاحب کا ایک مغالطہ

مولوی خالد صاحب لکھتے ہیں کہ

"ان لوگوں نے عوام کو مغالطہ دینے کے لئے یہ عجیب انداز اختیار کر رکھا ہے کہ جب نبوت خدائی رحمت ہے تو یہ بند کیوں ہو گئی۔ ہم کہتے ہیں۔ اگر غیر تشریعی نبوت خدا کی رحمت ہے تو تشریعی نبوت بھی کوئی رحمت نہیں آخر وہ کیوں بند ہو گئی حالانکہ اس رحمت کے بند ہونے کے تم خود بھی قائل ہو" (عقیدۃ الامۃ صفحہ ۱۲)

الجواب

مولوی خالد محمود صاحب۔ سُنیئے! جب حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے بصورت غیر تشریعی اُمتی نبی کے آنے کے خود آپ بھی قائل ہیں۔ تو اُمّت محمدیہ میں ایک نبی کی ضرورت کو آپ خود بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اب بتائیے حضرت عیسٰی کی آمد ثانی آپ کے نزدیک رحمت ہے یا نہیں؟ اگر رحمت ہے تو آپ اُنہیں ان کی پہلی آمد میں تو تشریعی مانتے ہیں۔ اب بتائیے اس پہلی حیثیت میں ہی آپ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کا آنا کیوں نہیں مانتے؟ آخر آپ تشریعی نبی کی حیثیت میں اُن کا آنا اسی لئے تو نہیں مانتے کہ قرآن مجید کی مکمّل شریعت کے بصورت رحمت موجود ہونے کی صورت میں کسی تشریعی نبی

کی ضرورت نہیں اور خدا تعالےٰ دُنیا کو ضرورت کے بغیر کوئی نئی شریعت نہیں دیتا مولوی خالد محمود صاحب! کیا آپ یہ بات نہیں جانتے کہ نئی شریعت تب ہی آتی ہے جب پہلی شریعت دنیا کے لئے کافی نہ رہے یا اس میں تحریف ہو چکی ہو۔ اور نبی غیر تشریعی صرف پہلی شریعت کی تجدید کے لئے آتا ہے۔ نیز اس وقت آتا ہے جب کہ قوم کی اصلاح ایک غیر تشریعی نبی کے بغیر محض علماء امت کے ذریعہ نہ ہو سکتی ہو۔ قرآن مجید کی شریعت چونکہ کامل شریعت ہے اور خدا تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا وعدہ بھی کر رکھا ہے اس لئے شریعت کی صورت میں رحمت تو دنیا کے پاس پہلے ہی سے موجود ہے اس لئے کسی نئی شریعت کا بھیجنا تحصیل حاصل ہے۔

ہاں قوم کے بگاڑ کی خبر احادیث نبویہ میں واضح طور سے موجود ہے۔ چنانچہ ایک حدیث نبوی لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ میں بتایا گیا ہے کہ مسلمان ایک وقت پہلی قوموں کی پیروی کرنے والے ہو جائیں گے۔ اور یہ بھی حدیث نبوی میں وارد ہے:-

يَأْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقٰى مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اِسْمُهٗ
وَلَا يَبْقٰى مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ (مشکوٰۃ کتاب العلم)

یعنی لوگوں (مسلمانوں) پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام کا نام باقی رہ جائے گا اور قرآن مجید کی تحریر باقی رہ جائے گی۔

پس جب اُمت میں ایسی خرابیوں کی خبر دی گئی ہے تو غیر تشریعی نبی کی ضرورت تو باقی ہوئی۔ اسی لئے تو مولوی خالد محمود صاحب! آپ بھی حضرت

عیسٰی نبی اللہ کے اُمتی نبی کی حیثیت میں آمد کے قائل ہیں۔پس جس امر کو آپ ہمارا مغالطہ قرار دیتے ہیں وہ مغالطہ تو آپ کا ہی ثابت ہوا کہ آپ غیر تشریعی نبی کی آمد کے خود بھی قائل ہیں اور اسے رحمت ہی سمجھتے ہیں۔لیکن ہم احمدی اگر اُسے رحمت قرار دے کر اس کی ضرورت ثابت کریں تو آپ اسے ہمارا مغالطہ قرار دیتے ہیں۔ایں چہ بوالعجبی است۔

پس جب خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ قرار دیا ہے توجس رحمت کی اُمت کو ضرورت ہو اس کا دروازہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد مسدود قرار نہیں دیا جاسکتا۔بلکہ اس رحمت کا دروازہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم رحمۃٌ للعالمین کے طفیل کھُلا ہے۔

اللّٰھم صَلِّ علیٰ محمّدٍ وعلیٰ اٰلِ محمّدٍ

حق بر زبان جاری

مولوی خالد محمود صاحب لکھتے ہیں:۔

"جس معنی میں پچھلے نبیوں کی نبوت تھی خواہ تشریعی ہو خواہ غیر تشریعی اس معنی اور مفہوم کو جب مرزا غلام احمد بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم سمجھتے تھے اور اپنی نبوت کو نئی اصطلاح قرار دیتے تھے تو مرزائی مبلغین پر لازم تھا کہ مرزا صاحب کے دعویٰ کے مطابق اس نئی قسم نبوت کی کوئی ایک آیت پیش کرتے"

(عقیدۃ الامۃ صفحہ ۱۱)

الجواب شکر ہے کہ مولوی خالد محمود صاحب نے تسلیم کر لیا ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کو ان لوگوں کی اصطلاح میں نہ تشریعی نبوت

کا دعویٰ ہے نہ غیر تشریعی مستقل نبوت کا۔ اور جس جدید اصطلاح میں حضرت مرزا صاحب اپنے آپ کو نبی قرار دیتے ہیں وہ امتی نبی کی اصطلاح ہے اور مولوی خالد محمود صاحب بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آمد ثانی پر اُمتی نبی ہی مانتے ہیں۔ نہ کہ تشریعی نبی یا مستقل غیر تشریعی نبی۔ پس ہمارے اور ان کے عقیدہ میں جب مسیح موعود کی نبوت ایک جدید قسم کی نبوت ہے تو پھر وہ بتائیں کہ وہ کس آیت کی رُو سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آمد ثانی میں اُمتی نبی مانتے ہیں جو آیت وہ اس بارہ میں پیش کریں وہی اپنے مطالبہ کے جواب میں ہماری طرف سے سمجھ لیں۔

تدریجی انکشاف چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اپنی شانِ نبوت کے بارہ میں تدریجی انکشاف ہوا۔ مولوی خالد محمود صاحب نے گندہ دہنی سے کام لیتے ہوئے اُسے قلابازیوں اور کروٹوں سے تعبیر کیا ہے اور اسبارہ میں حضرت اقدسؑ کی بعض ایسی عبارتیں پیش کی ہیں جن میں سے بعض میں اپنے نبی ہونے سے انکار مذکور ہے اور بعض میں اقرار۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت اقدسؑ نے اس امر کو خود واضح فرما دیا۔ ہے کہ جس جس جگہ آپ نے نبوت سے انکار کیا ہے اس جگہ تشریعی نبوت اور مستقلہ نبوت سے انکار ہے۔ لیکن ان معنوں سے کہ آپ نے اپنے آقا و مولیٰ سید الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے باطنی فیوض سے امور غیبیہ پر اطلاع پائی ہے ان معنوں سے آپ نے نبی ہونے سے کبھی انکار نہیں کیا۔ ہاں اسبارہ میں آپ کے عقیدہ میں ضرور تبدیلی ہوئی ہے کہ پہلے آپ خدا کی طرف سے کامل انکشاف نہ ہونے کی وجہ سے اپنے متعلق نبی کے لفظ کی تاویل مُحدَّث کے لفظ سے فرماتے رہے کیونکہ

محدث میں بھی ایک حد تک شانِ نبوت پائی جاتی ہے۔ لیکن بعد میں آپ پر انکشاف ہو گیا کہ آپ کو خدا تعالےٰ کی طرف سے صریح طور پر نبی کا خطاب دیا گیا ہے اس لئے آپ نے اپنے متعلق لفظ نبی کی تاویل محدث کرنا ترک کر دی۔ صرف یہی ایک تبدیلی آپ کے عقیدۂ نبوت میں ہوئی ہے۔ مگر اس تبدیلی کے باوجود تشریعی نبوت اور مستقلہ نبوت کا دعویٰ آپ نے کبھی نہیں کیا۔ بلکہ اپنے آپ کو ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی ہی قرار دیتے رہے ہیں یا اپنی نبوت کو ظلّی نبوت کے نام سے موسوم فرماتے رہے ہیں۔

یاد رہے کہ کسی نبی پر اس کی شان نبوت کے متعلق تدریجی انکشاف ہرگز قابلِ اعتراض نہیں بلکہ درجہ میں تدریجی ترقی بھی قابلِ اعتراض نہیں۔ چنانچہ امام ربّانی حضرت مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ اپنے مکتوبات میں نبوت کے حصول کے دو طریق بیان کرتے ہوئے دوسری راہ یہ بیان فرماتے ہیں :-

"راہ دیگر آنست کہ بتوسط حصولِ ایں کمالاتِ ولایت حصولِ ایں کمالاتِ نبوت میسّر گردد۔ راہ دوم شاہراہ است و اقرب است بوصول کہ بکمالات نبوت رسد۔ ایں راہ رفتہ است از انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام و اصحاب ایشاں بہ تبعیت و وراثت"

(مکتوبات حضرت مجدّد الف ثانی جلد ا مکتوب ۳۰۱ صہ ۴۳۲)

ترجمہ: دُوسری راہ یہ ہے کہ کمالاتِ ولایت حاصل کرنے کے واسطہ سے کمالاتِ نبوت کا حاصل کرنا میسّر ہو۔ یہ دوسری راہ شاہراہ ہے۔ اور کمالاتِ نبوت تک پہنچنے میں قریب ترین راہ ہے الا ما شاء اللہ اسی راہ

پر بہت سے انبیاء اور ان کے اصحاب ان کی پیروی اور وراثت سے چلے ہیں۔

پس جب اکثر انبیاء کو نبوت ولایت کے مقام سے ترقی کر کے تدریجاً حاصل ہوئی تو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام پر اپنی نبوت کے متعلق تدریجی انکشاف کس طرح قابلِ اعتراض ہو سکتا ہے۔ اسے مولوی خالد محمود صاحب کا قلابازیاں اور کروٹیں قرار دینا اس حقیقت سے ناواقفی کا ثبوت ہے جو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اُوپر کے اقتباس میں بیان فرمائی ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم پر اپنے مرتبہ کے متعلق تدریجی انکشاف

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق احادیث نبویہ میں مروی ہے کہ جب آپؐ کو پہلی بار وحی ہوئی اور فرشتہ نظر آیا تو آپؐ اقتضائے بشریت سے خائف ہو گئے اور کانپتے ہوئے گھر آئے اور گھر والوں سے کہا زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ فَاِنِّیْ خَشِیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ کہ مجھے کپڑا اوڑھا دو۔ مجھے کپڑا اوڑھا دو۔ کیونکہ میں اپنے بارہ میں ڈرتا ہوں۔ اس پر حضرت اُمّ المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپؐ کو تسلّی دی اور پھر اپنے رشتہ دار ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ ورقہ نے آپؐ کو تسلّی دی اور بتایا کہ یہ وہی وحی ہے جو موسیٰؑ پر نازل ہوئی تھی۔ محدث ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:۔

فَلَمَّا سَمِعَ کَلَامَہٗ اَیْقَنَ بِالْحَقِّ وَاعْتَرَفَ بِہٖ

یعنی جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ورقہ بن نوفل کا کلام سُنا تو آپ کو حق کا یقین ہو گیا اور آپ نے اس کا اعتراف کیا

اس تسکین ویقین کے بعد بھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے عام مخلوق میں اپنے پر اس نزول وحی کے دعویٰ کا اعلان کرنے میں احتیاط برتی اور اس کی تبلیغ صرف اپنے دوستوں تک ہی محدود رکھی۔ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ کی آیت کا نزول ہوا تو آپؐ نے نزدیک کے خاندانوں میں دعوت پھیلا دی۔ علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں:-

"تین برس تک نہایت رازداری کے ساتھ فرض تبلیغ ادا کیا۔ لیکن اب آفتاب رسالت بلند ہو چکا تھا۔ صاف حکم آیا فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ تجھ کو جو حکم دیا ہے واشگاف کر دے" (سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۱۴۹)

پھر لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَمَنْ حَوْلَھَا کی آیت نازل ہوئی تو آپ نے مکہ اور اس کے ارد گرد کے لوگوں میں دعوت عام کر دی تو پھر اِنَّا اَرْسَلْنَاکَ کَافَّۃً لِّلنَّاسِ اور آیت یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا نازل ہوئی تو آپؐ نے اپنے اس بلند مقام کو سمجھ لیا کہ میں ساری دنیا کو دعوت حق دینے کے لئے مامور ہوں۔

اسی طرح پہلے آپؐ نے فرمایا۔ لَا تُفَضِّلُوْنِیْ عَلٰی مُوْسٰی (صحیح بخاری) کہ تم مجھے موسیٰ سے افضل نہ کہو۔ اور جب کسی نے آپؐ کو خَیْرُ النَّاسِ کہا کہ آپ سب لوگوں سے افضل ہیں تو آپؐ نے فرمایا ذَاکَ اِبْرَاھِیْمُ (صحیح مسلم) کہ یہ مقام تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔ لیکن جب آپؐ پر آیت خَاتَمُ النَّبِیّٖن نازل ہوئی تو آپ پر اپنی شان کے متعلق پورا انکشاف ہو گیا اور اس پر آپؐ نے فرمایا فُضِّلْتُ عَلَی الْاَنْبِیَاءِ بِسِتٍّ (مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ صحیح مسلم) کہ میں چھ باتوں میں تمام نبیوں پر فضیلت دیا گیا ہوں۔ ان میں سے ایک وجہ فضیلت اپنا

تمام دنیا کی طرف مبعوث کیا جانا اور دوسری وجہ فضیلت خاتم النّبیین قرار دیا جانا بیان فرمائی۔ آیت خاتم النّبیین آپؐ کے دعویٰ رسالت کے اٹھارہ سال بعد ۵ھ ہجری میں نازل ہوئی تھی جس سے آپؐ انبیاء میں اپنی پوری شان اور مرتبہ سمجھ گئے۔ بلکہ آپؐ نے اس کا اعلان بھی کر دیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کمالات علمیہ کے ظاہر ہونے سے پہلے اگر آپؐ موسیٰ علیہ السّلام یا تمام انبیاء علیہم السّلام سے افضل ہونے کا انکشاف کر دیا جاتا تو قوم پر اس کی قبولیت گراں گذرتی۔ اس لئے قوم کی ہدایت کے مصالح کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر آپؐ کی اصل شان اور مرتبہ کو بہ تدریجاً ظاہر فرمایا۔

دشمنانِ اسلام نے جو مولوی خالد محمود صاحب کی طرح بدظنّی کا مادہ رکھتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان اور مرتبہ کے بارہ میں اس تدریجی انکشاف پر یہ نکتہ چینی کی ہے کہ جب تک آپ مکّہ میں رہے اپنے آپ کو رسُول کہلاتے رہے۔ کیونکہ عرب ایک رسُول کی آمد کے منتظر تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی دُعا میں بھی رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ ... الخ میں ایک رسُول ہی کی آمد کی دُعا تھی۔ دلیل ان نکتہ چینوں کی یہ ہے کہ مکّی سُورتوں میں آپ کو لفظ 'رسُول' سے خطاب کیا گیا ہے 'نبی' کے لفظ سے خطاب نہیں کیا گیا اور جب آپؐ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے اور وہاں یہود رہتے تھے جو مطابق پیشگوئی تورات موسیٰ کی مانند ایک نبی کی آمد کے منتظر تھے اس لئے آپؐ نے وہاں نبی کہلانا شروع کیا۔ چنانچہ مدنی سُورتوں میں ہی آپ کو يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ کہہ کر خطاب کیا گیا۔ وہ یہی اعتراض کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ یہ سب کچھ سوچی سمجھی ہوئی سکیم کے ماتحت تھا۔

حالانکہ ان کا یہ اعتراض سراسر بدظنّی پر مبنی ہے کیونکہ قرآن مجید کی سُورۃ اعراف میں جو مکّی سُورۃ ہے آپ کو خدا تعالےٰ کی طرف سے آیت کریمہ اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ میں " الرَّسُوْل " کے علاوہ تورات و انجیل میں موعود " اَلنَّبِي " کی پیشگوئی کا مصداق بھی قرار دے دیا گیا تھا۔ البتہ خاتم النّبیّین ہونے کا انکشاف آپ پر ضرور دعویٰ رسالت کے اٹھارہ سال بعد ہوا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر احکام بھی تدریجاً نازل فرمائے ہیں تاکہ تمام اوامر و نواہی کا قوم پر یکدم بوجھ نہ پڑ جائے اور اس پیمان کی تعمیل شاق اور گراں نہ ہو۔ مگر اوامر و نواہی کے تدریجاً نزول کی اس حکمت کو نہ سمجھتے ہوئے کج طبع اور بدظنّی کا مادہ رکھنے والوں نے اعتراض کر دیا کہ قرآن مجید سارے کا سارا یکدم کیوں نازل نہیں ہوا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کُفّار کے اس اعتراض کا خود ان الفاظ میں ذکر کر کے اس کا جواب بھی دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ۞ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ۞ (الفرقان آیت ۳۳ ۳۴)

ترجمہ۔ اور ہم نے اسی طرح مُجرموں میں سے سب نبیوں کے دشمن بنائے ہیں اور تیرا رب ہدایت دینے اور مدد کرنے کے لحاظ سے کافی ہے۔

اور کافروں نے کہا کیوں نہ قرآن اس (نبی) پر ایک ہی دفعہ نازل کر دیا

گیا- بات اسی طرح ہے (کہ یکدم نازل نہیں کیا گیا) وجہ اس کی یہ ہے کہ ہم (تدریجاً نازل کرنے سے) اس کے ذریعہ تیرے دل کو مضبوط کرتے رہیں اور ہم نے اس کو نہایت عمدہ بنایا ہے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:-

"جو لوگ خدا تعالیٰ سے الہام پاتے ہیں وہ بغیر بُلائے نہیں بولتے اور بغیر سمجھائے نہیں سمجھتے اور بغیر فرمائے کوئی دعویٰ نہیں کرتے اور اپنی طرف سے کوئی دلیری نہیں کر سکتے۔ اسی طرح ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر جب تک خدا تعالےٰ کی طرف سے بعض عبادات کے ادا کرنے کے بارہ میں وحی نازل نہ ہوتی تھی تب تک اہل کتاب کی سنن دینیہ پر قدم مارنا بہتر جانتے تھے۔ اور بروقت نزولِ وحی اور دریافت اصل حقیقت کے اس کو چھوڑ دیتے تھے۔" (ازالہ اوہام ایڈیشن اوّل ص۱۹۷)

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو اپنے دعویٰ نبوت کے متعلق یہی صورت پیش آئی ہے۔ علماء اسلام کے نزدیک اسلام میں (معروف) تعریف نبوت یہ تھی:-

"اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی اُمت نہیں کہلاتے اور براہِ راست بغیر استفاضہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں"

(الحکم جلد ۳ نمبر ۲۹ ۱۸۹۹ء)

اس لئے گو خدا تعالیٰ نے آپ کو الہامات میں نبی اور رسول کہا تھا مگر آپ نبوت

کی اس تعریف کو جامع مانع سمجھتے ہوئے نبوت کا دعویٰ نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ یہ تعریف نبوت تحریر کر کے آپ نے صاف لکھ دیا :-

"ہوشیار رہنا چاہیئے کہ اس جگہ بھی یہی معنی نہ سمجھ لیں کیونکہ ہماری کتاب بجز قرآن کریم کے نہیں ہے اور ہمارا کوئی رسول بجز محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے نہیں ہے اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور قرآن خاتم الکتب ہے"

(الحکم جلد ۳ نمبر ۲۹ ۱۸۹۹ء)

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت اقدس کو اپنے متعلق خدا تعالےٰ کی طرف سے نبی اور رسول قرار دیا جانے سے انکار نہیں تھا۔ البتہ آپ نے اس معروف تعریف کے ماتحت نبی اور رسول ہونے سے انکار کیا اور اپنے تئیں جزئی نبی بمعنی مُحدَّث قرار دیا کیونکہ محدثیت نبوت سے شدید مشابہت رکھتی ہے

لیکن ۱۹۰۱ء میں آپ پر انکشاف ہو گیا کہ آپ صریح طور پر نبی ہیں تو آپ نے اپنی نبوت کی تاویل محدث اور جزئی نبی کے لفظ سے کرنا ترک فرما دی۔ کیونکہ آپ پر منکشف ہو گیا تھا کہ تمام انبیاء اور رسولوں کو نبی کا نام صرف مصفّٰی غیب پر خدا تعالےٰ کی طرف سے بکثرت اطلاع دی جانے کی وجہ سے دیا گیا تھا۔ اور نبی کے لئے یہ شرط نہیں کہ شریعت یا احکام جدیدہ لائے یا کسی دوسرے نبی کا امتی نہ ہو بلکہ ایک اُمتی بھی مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ مشتمل بر امور غیبیہ کثیرہ کی وجہ سے نبی ہو سکتا ہے۔ ہاں خاتم الانبیاء کے ظہور کے بعد اب اس نعمت کے پانے کے لئے آپ کی پیروی شرط ہے۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں :-

"اور وہ (آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ۔ ناقل) خاتم الانبیاء ہے۔ ان معنوں سے نہیں کہ آیندہ اُن سے کوئی رُوحانی فیض نہیں ملے گا بلکہ ان معنوں سے کہ وہ صاحبِ خاتم ہے بجز اس کی مُہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا اور اُس کی اُمّت کے لئے قیامت تک مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کا دروازہ کبھی بند نہ ہوگا اور بجز اس کے کوئی نبی صاحبِ خاتم نہیں۔ ایک وہی ہے، جس کی مُہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے جس کے لئے اُمّتی ہونا لازمی ہے" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۷ و ۲۸)

پس حضرت اقدس کے عقیدہ نبوت میں تبدیلی صرف ایک تاویل کی تبدیلی ہے ۱۹۰۱ء سے پہلے آپ اپنے آپ کو محدّث کی تاویل کے ساتھ اُمتی نبی کہتے تھے۔ اور بعد میں آپ نے محدّث کی تاویل کے ساتھ اپنے آپ کو اُمتی نبی نہیں کہا بلکہ اُمتی نبی ہونے میں اپنی شان اور مقام محدثینِ اُمّت سے بالا قرار دی اور آپ کو محض محدّث قرار دینا درست نہیں سمجھا۔ چنانچہ "ایک غلطی کا ازالہ" میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"اگر بروزی معنوں کے رُو سے بھی کوئی شخص نبی اور رسُول نہیں ہو سکتا تو پھر اس کے کیا معنی ہیں کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ ان معنوں کے رُو سے مجھے نبوت اور رسالت سے انکار نہیں ہے۔ اسی لحاظ سے صحیح مُسلم میں بھی مسیح موعود کا نام نبی رکھا گیا۔ اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اُس کو پکارا جائے۔ اگر کہو اس کا نام محدّث رکھنا چاہیئے تو میں کہتا

ہوں تحدیث کے معنی کسی لُغت کی کتاب میں اظہار امر غیب نہیں ہے مگر نبوّت کے معنے اظہار امر غیب ہے"

اس تاویل کی تبدیلی کے باوجود چونکہ آپ کی نبوت کی کیفیت شروع دعویٰ سے یہ تھی کہ آپ کو خدا تعالیٰ نے اہم امور غیبیہ پر بکثرت اطلاع دیا جانے کی وجہ سے نبی کا نام دیا ہے اور مامور ہونے کی وجہ سے رسُول قرار دیا ہے مگر بغیر شریعت جدیدہ کے، اس لئے کیفیت کے لحاظ سے آپ کے دعویٰ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ اسی لئے "ایک غلطی کا ازالہ" میں آپ نے لکھا:-

"جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسُول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کرکے اور اپنے لئے اس کا نام پاکر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے **رسُول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسُول کرکے پُکارا ہے سو اب بھی میں ان معنوں سے نبی اور رسُول ہونے سے انکار نہیں کرتا"**

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ معنوی طور پر حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اُمتی نبی ہونے سے کبھی انکار نہیں کیا۔ اگر آپ نے نبوت سے انکار کیا ہے

تو مُستقل شریعت لانے والا یا مُستقل (یعنی براہ راست بغیر پیروی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے) نبی ہونے سے انکار کیا ہے۔ پس جس نبوت کا آپ انکار کرتے ہیں اور جسے خاتم الانبیاءؐ کی ختم نبوت کے منافی یقین کرتے رہے ہیں، وہ صرف تشریعی نبوت اور مستقلہ نبوت ہے۔ غیر تشریعی اُمتی نبی ہونے سے معنوی طور پر آپ نے کبھی انکار نہیں کیا۔ لہٰذا جو تبدیلی انکشافِ جدید سے واقع ہوئی وہ نبوت کی اس تاویل میں ہے کہ آپ اُمتی نبی بمعنی محدّث ہیں اس تبدیلی کی فرع یہ ہے کہ جب تک حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السّلام اپنے آپ کو اُمتی نبی بمعنی محدّث قرار دیتے رہے اس وقت اگر آپ پر حضرت عیسٰی علیہ السّلام سے آپ کے افضل ہونے کا کوئی الہام نازل ہوتا تو آپ اس کی تاویل جُزئی فضیلت قرار دیتے رہے۔ لیکن جب آپ کو صریح طور پر نبی کہلانے کا مستحق ہونے کا انکشاف ہوگیا تو اس وقت آپ پر جب یہ الہام ہوا کہ مسیحِ محمدی مسیحِ مُوسوی سے افضل ہے تو آپ نے اس کی تاویل جُزئی فضیلت نہیں کی بلکہ یہ تحریر فرمایا کہ

"خدا نے اس امت میں مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے"

(کشتی نوح - دافع البلاء - ریویو جلد اوّل)

پس حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السّلام کے عقیدۂ نبوت میں یہی ایک تبدیلی اپنی نبوت کے مرتبہ اور شان کے متعلق ہوئی ہے۔ اور مولوی خالد محمود صاحب کا آپ کے عقیدۂ نبوت میں پانچ تبدیلیاں قرار دینا سراسر باطل ہے۔

خالد محمود صاحب کے حضرت مسیح موعودؑ کی عبارتوں کے متعلق مغالطات کا جواب

خالد محمود صاحب نے اپنی کتاب عقیدۃ الامۃ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض عبارات پیش کر کے یہ مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے کہ آپ نے اپنی نبوت کے متعلق پانچ تبدیلیاں کی ہیں۔ چنانچہ وہ عقیدۃ الامۃ صفحہ ۱۹، ۲۰ پر ازالہ اوہام کی دو عبارتیں پیش کرتے ہیں۔ پہلی عبارت یہ ہے کہ

"قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز قرار نہیں دیتا خواہ وہ رسول نیا ہو یا پرانا۔ کیونکہ رسول کو علم دین بتوسط جبریل ملتا ہے اور باب نزول بہ پیرایۂ وحی رسالت مسدود ہے" (ازالہ اوہام ص۳۸۱)

اس عبارت میں علم دین سے مراد شریعت کے وہ اوامر و نواہی ہیں جو بتوسط جبریل ایک مستقل تشریعی نبی پر نازل ہوں۔ ایسی وحی رسالت کا دروازہ ہی آپ نے مسدود قرار دیا ہے۔

مولوی خالد محمود صاحب نے اس عبارت پر جو تشریحی نوٹ لکھا ہے اس میں انہیں مسلّم ہے کہ

"مرزا صاحب کی یہ عبارت اس سیاق و سباق میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور ان کا قرب قیامت میں نزول فرمانا عقیدہ ختم نبوت کے خلاف ہے" (عقیدۃ الامۃ ص۱۹)

مولوی خالد محمود صاحب کا یہ بیان درست ہے۔ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کے نزدیک بالعموم تشریعی نبی خیال کئے جاتے ہیں جیسا کہ خود خالد محمود

صاحب کا بھی یہی خیال ہے کیونکہ وہ انجیل کو شریعت کی کتاب سمجھتے ہیں۔ اس لئے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اُن کی آمد ثانی کو آیت خاتم النّبیین کے رو سے جائز قرار نہیں دیا۔ اسی طرح کسی نئے مستقل یا تشریعی نبی کا آنا بھی آپ نے ہمیشہ آیت خاتم النّبیین کے منافی قرار دیا ہے۔ ورنہ اس عبارت کے یہ معنی نہیں کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کسی رنگ میں بھی اس وقت اپنے آپ کو نبی قرار نہیں دیتے تھے۔ مولوی خالد محمود صاحب نے اس عبارت پر جو حاشیہ لکھا ہے اس میں انہیں صاف مسلّم ہے کہ

"مرزا صاحب نے جب ازالہ اوہام لکھی تو اس وقت بھی وہ اپنے دعوے میں مرسل یزدانی اور مامور رحمانی تھے۔ چنانچہ ازالہ اوہام کے سر ورق پر یہ الفاظ اب بھی لکھے ہوئے ہیں اور صفحہ ۴۷۸ پر مسیح الزمان وغیرہ کے الفاظ بھی ملتے ہیں۔ یہ کتاب ۱۸۹۱ء کی تصنیف ہے" (عقیدۃ الامۃ حاشیہ ص۱۹)

ان کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحب اس زمانہ میں بھی اپنے آپ کو مرسلین میں شمار کرتے تھے۔ پس خاتم النّبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ نے ایسے مرسل ہی کا آنا ناجائز قرار دیا ہے جو تشریعی رسالت کا مدعی ہو۔ جزئی نبی یا رسول کا آنا اس وقت آپ نے ممتنع قرار نہیں دیا۔ بلکہ ازالہ اوہام میں صاف لکھا ہے:-

"اس جگہ بڑے شبہات یہ پیش آتے ہیں کہ جس حالت میں مسیح ابن مریم اپنے نزول کے وقت کامل طور پر امتی ہوگا تو پھر وہ باوجود امتی ہونے کے کسی طرح رسول نہیں ہو سکتا کیونکہ رسول اور امتی کا مفہوم متبائن ہے اور نیز خاتم النّبیین ہونا ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا کسی دوسرے نبی کے آنے سے مانع ہے۔ **ہاں ایسا نبی جو مشکوٰۃ نبوت محمدیہ سے**

نور حاصل کرتا ہے اور نبوت تامہ نہیں رکھتا جس کو دُوسرے
لفظوں میں محدّث بھی کہتے ہیں وہ اس تحدید سے باہر ہے۔
کیونکہ وہ بباعث اتباع اور فنافی الرسول ہونے کے جناب
ختم المرسلین کے وجود میں ہی داخل ہے جیسے جُز کُل میں داخل
ہوتی ہے۔ لیکن مسیح ابن مریم جس پہ انجیل نازل ہوئی جس پر جبریل کا
بھی نازل ہونا ایک لازمی امر سمجھا گیا ہے کسی طرح اُمتی نہیں بن سکتا۔
کیونکہ اس پہ وحی کا اتباع فرض ہوگا جو وقتاً فوقتاً اس پہ نازل ہوگی"

(ازالہ اوہام صفحہ ۵۵۷)

ہاں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریرات سے ظاہر ہے کہ ان تحریرات میں آپ اپنے آپ کو ایک جزوی نبی قرار دیتے رہے ہیں مگر محدث کے معنوں میں جو کامل امتی ہوتا ہے اور ایک حد تک شان نبوت بھی رکھتا ہے لیکن ۱۹۰۱ء کے بعد آپ پر خدا تعالےٰ کی طرف سے یہ انکشاف ہو گیا کہ آپ ہیں تو امتی نبی مگر آپ کا مقام نبوت میں محدث سے بالاتر ہے۔ یہ تبدیلی حضرت مرزا صاحبؑ کے عقیدہ نبوت میں ہمارے نزدیک بھی ثابت ہے اور مولوی خالد محمود صاحب کے نزدیک بھی۔ مگر اس تبدیلی کے بعد بھی آپ نے تا دم آخر کبھی مستقل یا تشریعی نبی ہونے کا ہرگز دعویٰ نہیں کیا۔

مولوی خالد محمود صاحب نے دوسری عبارت ازالہ اوہام سے یہ پیش کی ہے کہ

"یہ بات مستلزم محال ہے کہ خاتم النّبیین کے بعد پھر جبریل علیہ السلام کی
وحی رسالت کے ساتھ آمد و رفت شروع ہو جائے اور ایک نئی کتاب اللہ

گو مضمون میں قرآن شریف سے توارد رکھتی ہو پیدا ہو جائے۔ جو امر مستلزم محال ہو وہ محال ہوتا ہے" (ازالہ اوہام صہ ۲۹۲)

مولوی خالد محمود صاحب اس عبارت کا مفہوم یہ بتاتے ہیں:-

"کسی غیر تشریعی نبوت کا دروازہ بھی ہرگز کھلا ہوا نہیں"

(عقیدۃ الامۃ صہ ۲)

واضح ہو کہ اس عبارت کا یہ مفہوم درست نہیں بلکہ یہ عبارت بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ آمد کو محال ثابت کرنے کے لئے تحریر کی گئی ہے۔ چونکہ مسلمانوں کے نزدیک وہ تشریعی نبی ہیں لہذا اگر وہ دوبارہ آئیں اور ان پر گو قرآن مجید کا ہی دوبارہ نزول ہو تو اس سے ایک نئی کتاب اللہ (نئی کتاب شریعت) کا آنا لازم آئے گا۔ کیونکہ مستقل نبی پر جو اوامر و نواہی نازل ہوں گے وہ بھی مستقل شریعت کا حکم رکھیں گے جیسے کہ قرآن مجید میں نازل شدہ سابقہ شریعتوں کے احکام جو قرآن مجید میں قائم رکھے گئے ہیں مستقل وحی نبوت کی حیثیت ہی رکھتے ہیں۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جنہیں مسلمان مستقل تشریعی نبی تسلیم کرتے ہیں اس حیثیت میں آنا مستلزم محال ہے کہ ان پر قرآن مجید کے اوامر و نواہی نازل ہوں کیونکہ یہ امر ایک نئی کتاب اللہ نازل ہونے کے مترادف ہوگا اور تشریعی نبی کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آنا آیت خاتم النبیین کی موجودگی میں جائز نہیں۔ ہاں امتی نبی پر اگر کوئی قرآنی حکم یا نہی دوبارہ نازل ہو تو اس کا تشریعی نبی ہونا لازم نہیں آئے گا کیونکہ وہ مستقل نبی نہیں بلکہ ان اوامر و نواہی کا نزول بطور تجدید دین کے ہوگا کیونکہ امتی نبی تشریعی نبی اور مستقل نبی ہو ہی نہیں سکتا۔ بلکہ تجدید دین کے لئے ہی مامور ہو سکتا ہے۔

اس کے بعد مولوی خالد محمود صاحب نے رسالہ دافع البلاء صفحہ ۱۹ کی یہ عبارت پیش کی ہے کہ

"ختمیت نبوت یعنی یہ کہ سلسلہ خلافت محمدیہ میں اب کوئی بھی نیا یا پُرانا زندہ موجود نہیں اور تمام سلاسل نبوتوں بنی اسرائیل کے ہمارے حضرت پر ختم ہو چکے ہیں۔ اب کوئی نبی نیا یا پُرانا بطور خلافت کے بھی نہیں آسکتا"

دافع البلاء صفحہ ۱۹ کی اس عبارت میں بھی حضرت مرزا صاحب نے نئے یا پُرانے تشریعی نبی یا مستقل نبی کے لئے ہی سلسلہ خلافت محمدیہ میں آنا ممتنع قرار دیا ہے کیونکہ اسی کتاب کے صفحہ ۹ پر آپ اپنے آپ کو خدا کا رسُول قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں :۔

"خدا تعالےٰ بہرحال جب تک طاعون دنیا میں رہے گو ستّر برس تک رہے قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اس کے رسُول کا تخت گاہ ہے۔ اور تمام امتوں کے لئے نشان ہے"

اور صفحہ ۱۰ پر تحریر فرماتے ہیں :۔

"سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسُول بھیجا"

(دافع البلاء صفحہ ۱۰)

تعجب ہے کہ مولوی خالد محمود صاحب نے دافع البلاء صفحہ ۱۹ کی عبارت تو اس بات کے ثبوت میں پیش کی ہے کہ بانی سلسلہ احمدیہ کسی نئے یا پُرانے نبی کا آنا جائز

نہیں سمجھتے۔ مگر آگے چل کر عقیدۃ الامۃ صفحہ ۲۴ و ۲۵ پر انہوں نے دافع البلاء کے صفحہ ۱۹ سے پہلے صفحہ ۹ و ۱۰ کی یہ مذکورہ بالا عبارتیں آپ کے عقیدہ میں پہلی تبدیلی کے ثبوت میں پیش کر دی ہیں۔

؎ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

قارئین کرام خود غور فرمالیں کہ کیا مولوی خالد محمود صاحب نے ایسا کرنے میں تقویٰ اور دیانت داری کو پیش نظر رکھا ہے۔ حضرت مرزا صاحب جب اسی کتاب کے صفحہ ۹ و ۱۰ پر اپنے آپ کو خدا کا رسُول قرار دے رہے ہیں تو صفحہ ۱۹ کی عبارت کا پھر یہ مفہوم کیسے لیا جا سکتا ہے کہ ہر پہلو سے نبی کے آنے کو سلسلہ خلافت محمدیہ میں ممتنع قرار دیا گیا ہے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ صفحہ ۱۹ کی عبارت میں تشریعی اور مستقل نبی اور رسُول کے آنے کو ہی سلسلہ خلافت محمدیہ میں ممتنع قرار دیا گیا ہے نہ کہ اُمتی رسُول کے آنے کو۔

یہی حال ان کی باقی پیش کردہ عبارتوں کا ہے۔ ان میں بھی تشریعی اور مستقلہ نبوت کو ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم قرار دیا گیا ہے اور خود ایسی ہی نبوت کے دعویٰ سے انکار کیا ہے۔ ان عبارتوں میں بھی اور اس کے بعد کی تمام تحریروں میں بھی جو تا دم والپسیں آپ نے تحریر فرمائیں۔ ان میں کسی تحریر میں بھی مستقل یا تشریعی نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ ہمیشہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی ہی قرار دیا ہے۔ اور مولوی خالد محمود صاحب کو یہ مُسلّم ہے کہ یہ ایک جدید قسم کی نبوت ہے جس کے حامل ان کے نزدیک حضرت عیسٰی علیہ السلام اپنی آمد ثانی میں ہوں گے۔

تبدیلیٔ عقیدہ کا ثبوت | مولوی خالد محمود صاحب نے عقیدۃ الامۃ صفحہ ۲۲ تا ۲۴

پر جو عبارتیں درج کی ہیں وہ یہ ہیں :-

۱- "میں مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جس کا نام سرور انبیاء نے نبی رکھا ہے" (نزول المسیح صفحہ ۴)

"میں رسول اور نبی ہوں یعنی باعتبار ظلیت کاملہ کے۔ وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے"

(حاشیہ نزول المسیح صفحہ ۴)

اس کا پہلا حصہ جو مولوی خالد محمود صاحب نے حذف کر دیا ہے یہ ہے کہ "میں نبی اور رسول نہیں ہوں باعتبار نئی شریعت اور نئے دعویٰ اور نئے نام سے"

۲- "اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔ **شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے آسکتا ہے مگر وہی جو پہلے امتی ہو**" (تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۵)

"میرے نزدیک نبی اسی کو کہتے ہیں جس پر خدا کا کلام یقینی قطعی و بکثرت نازل ہو جو غیب پر مشتمل ہو **اس لئے خدا نے میرا نام نبی رکھا مگر بغیر شریعت کے**" (تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۶)

۳- "اس امت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے ہزارہا اولیاء ہوئے ہیں اور **ایک وہ بھی ہوا جو امتی بھی ہے اور نبی بھی**۔"

(حاشیہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۸)

"خدا کی مہر نے یہ کام کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے

والا اس درجہ کو پہنچا کہ ایک پہلو سے وہ امتی ہے اور ایک پہلو سے نبی" (حاشیہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۶)

۴۔ "ہمارا نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) اس درجہ کا نبی ہے کہ اس کی امت کا ایک فرد نبی ہو سکتا ہے اور عیسیٰ کہلا سکتا ہے۔ حالانکہ وہ امتی ہے"
(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۸۹)

"یہ ظاہر کیا ہے کہ میں اُمتی بھی ہوں اور نبی بھی"
(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۸۹)

۵۔ "اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا مگر بعد میں جو خدا تعالےٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰)

"میں صرف نبی نہیں بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی بھی" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۵)

ان حوالہ جات میں بے شک آپ کے عقیدہ نبوت میں ایک تبدیلی کا ذکر ہے۔ اور وہ صرف یہ ہے کہ آپ نے اپنے متعلق اپنی وحی میں وارد لفظ نبی اور رسول کی تاویل اس زمانہ میں محدث کے لفظ سے کرنا خدا کی وحی کے ماتحت

ترک کر دی۔ اور یہ ہم بتا چکے ہیں کہ کسی مامور من اللہ پر اپنی شان کے متعلق تدریجی انکشاف ہرگز قابل اعتراض امر نہیں۔ کیونکہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی اپنی شان کے متعلق تدریجی انکشاف ہوا ہے۔ اور پھر کئی انبیاء پر پہلے ولائیت کا مقام حاصل کرنے کے بعد اپنے نبی ہونے کا انکشاف ہوا ہے۔ اس کے ثبوت میں ہم مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی عبارت پہلے پیش کر چکے ہیں۔

مولوی خالد محمود صاحب کا بیجا تعجب

مولوی خالد محمود صاحب اپنے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"تعجب اور بہت زیادہ تعجب ہے کہ تبدیلی عقیدہ کے اس صریح اقرار کے بعد مرزا صاحب کو یہ کہنے کی کس طرح جُرأت ہوئی —— رسُول اور نبی ہوں مگر بغیر شریعت کے —— اس طرح کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا —— میرا یہ قول کہ من نیستم رسُول و نیاوردہ ام کتاب اس کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ میں صاحب شریعت نہیں ہوں"

(تبلیغ رسالت جلد ۱۰ صفحہ ۱۸)

افسوس ہے کہ مولوی خالد محمود صاحب نے اس مقام کی پوری عبارت کو نقل نہیں کیا ورنہ اُن کے تعجب کے بیجا ہونے کی حقیقت خود بخود واضح ہو جاتی۔ یہ عبارت رسالہ "ایک غلطی کا ازالہ" کی ہے۔ یہ پُوری عبارت یُوں ہے:۔

"جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان

معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسُولِ مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پاکر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسُول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اس طور کا نبی کہلانے سے مَیں نے کبھی انکار نہیں کیا بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسُول کر کے پُکارا ہے۔ سو اب بھی ان معنوں سے میں نبی اور رسُول ہونے سے انکار نہیں کرتا"

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام اس عبارت میں یہ بیان فرما رہے ہیں کہ آپ کا یہ دعویٰ کہ آپ نے اپنے رسُول مقتدا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے علم غیب پایا ہے معنوی طور پر امتی نبی ہونے کا ہی دعویٰ ہے۔ دعویٰ کی اس کیفیت اور اس کی بناء پر خدا کی طرف سے نبی اور رسُول کا نام دیا جانے سے آپ نے کبھی انکار نہیں کیا۔ چنانچہ اسی رسالہ "ایک غلطی کا ازالہ" کے آغاز ہی میں براہین احمدیہ میں جسے شائع ہوئے ۱۹۰۱ء سے پہلے کافی عرصہ گذر چکا تھا، ایسے الہامات موجود ہونے کا ذکر کیا گیا ہے جن میں آپ کو خدا تعالےٰ کی طرف سے نبی اور رسُول کہا گیا تھا۔ ہاں ۱۹۰۱ء سے پہلے زمانہ میں آپ اس نبی اور رسُول کی تاویل محدّث کیا کرتے تھے۔ لیکن رسالہ "ایک غلطی کا ازالہ" کے زمانہ (۱۹۰۱ء) سے آپ نے اس تاویل کو ترک کر دیا تھا۔ چنانچہ آپ اس رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں:-

"اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اس کو پکارا جائے۔ اگر کہو اس کا نام محدّث رکھنا چاہیئے تو میں کہتا ہوں تحدیث کے معنی کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں مگر نبوت کے معنی اظہار امر غیب ہے . . . . اور نبی کے لئے شارع ہونا شرط نہیں۔ یہ صرف موہبت ہے جس کے ذریعہ سے امور غیبیہ کھلتے ہیں . . . . میں اپنے متعلق نبی اور رسول ہونے سے کیونکر انکار کر سکتا ہوں اور جبکہ خود خدا تعالےٰ نے میرے یہ نام رکھے ہیں تو میں کیونکر ردّ کر دوں"

(ایک غلطی کا ازالہ مندرجہ تبلیغ رسالت جلد۱۰ صفحہ ۱۷، ۱۸)

"ایک غلطی کا ازالہ" کی یہ عبارت مولوی خالد محمود صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۶ پر خود پیش کی ہے۔ پس حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السّلام کے عقیدہ دربارہ نبوت میں صرف یہی ایک تبدیلی ہوئی ہے کہ پہلے آپ معروف اصطلاح نبوت کے مطابق نبی کے لئے اُمتی نہ ہونا ضروری سمجھتے تھے لیکن بعد میں جب آپ پر انکشاف ہو گیا کہ نبی کے لئے اُمتی نہ ہونا ضروری شرط نہیں بلکہ ایک امتی بھی نبی ہو سکتا ہے تو اس وقت آپ نے اپنے متعلق نبی اور رسول کی یہ تاویل کرنا ترک فرما دی کہ آپ ایک محدّث ہیں جو کامل اُمتی ہوتا ہے اور جزوی طور پر نبی بھی۔

عجیب بات ہے کہ مولوی خالد محمود صاحب نے اس عبارت کو ختم نبوت میں دوسرا انحراف قرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ عبارت اسی اشتہار کی ہے جس میں آپ نے نبی بمعنی محدّث کہلانے سے انکار کیا ہے جس کا ذکر عقیدۃ الامۃ کے صفحہ ۲۲ سے

۱۹۰۴ تک کی عبارتوں میں ہے جو ہم قبل ازیں عقیدۃ الامۃ سے بتمام و کمال نقل کر چکے ہیں۔ پس یہ کیسی دیانتداری ہے کہ مولوی خالد محمود صاحب اس عبارت کو ایک دوسری مزعوم تبدیلی کے ذکر میں پیش کر رہے ہیں۔ حالانکہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے عقیدہ نبوت میں صرف ایک ہی تبدیلی ہوئی ہے نہ کہ بقول مولوی صاحب موصوف پانچ تبدیلیاں جنہیں وہ پانچ کروٹیں قرار دیتے ہیں۔

آپ کے عقیدہ نبوت میں دوسری تبدیلی قرار دینے کیلئے مولوی خالد محمود صاحب نے اوپر کی عبارت کے علاوہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی ذیل کی عبارتیں پیش کی ہیں:-

۱- "سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا"

(دافع البلاء صفحہ ۱۰)

۲- "خدا تعالیٰ بہرحال جب تک طاعون دنیا میں رہے گو ستّر برس تک رہے۔ قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اس کے رسُول کا تخت گاہ ہے اور تمام امتوں کے لئے نشان ہے"

(دافع البلاء صفحہ ۹)

۳- "اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے مجھے بھیجا ہے اور اس نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اس نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے"

(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۸)

۴- "یہ خدا کا کلام جو میرے پر نازل ہوا۔ اور یہ دعویٰ امت محمّدیہ

میں سے آجتک کسی اَور نے ہرگز نہیں کیا کہ خدا تعالیٰ نے میرا یہ نام رکھا ہے اور خدا تعالےٰ کی وحی سے صرف میں اس نام کا مستحق ہوں"

(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۸)

۵- "پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱)

۶- اس نمبر میں خالد محمود صاحب نے تین شعر نزول المسیح سے ردّ و بدل کے ساتھ پیش کر کے غلط تاثر دینے کی کوشش کی ہے۔ ان کے پیش کردہ شعر یہ ہیں:-

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے — من بعرفاں نہ کمترم ز کسے
کم نیم زاں ہمہ بروئے یقین — ہر کہ گوید دروغ ہست لعین
آنچہ داد ست ہر نبی را جام — داد آں جام را مرا بتمام

اس ترتیب میں دوسرا شعر یہ تأثر پیدا کر رہا ہے کہ حضرت مرزا صاحبؑ اپنے آپ کو کسی نبی سے بھی کم درجہ کا نہیں سمجھتے۔ لیکن نظم کی اصل ترتیب میں دوسرا شعر اس محل پر موجود نہیں۔ بلکہ ترتیب یوں ہے:-

آنچہ داد ست ہر نبی را جام — داد آں جام را مرا بتمام
انبیاء گرچہ بودہ اند بسے — من بعرفاں نہ کمترم ز کسے
آں یقینے کہ بُود عیسیٰ را — بر کلام کہ شُد برو القاء
واں یقین کلیم بر تورات — واں یقینہائے سید السادات
کم نیم زاں ہمہ بروئے یقیں — ہر کہ گوید دروغ ہست لعیں

اس ترتیب میں آخری شعر میں یہ بتا رہے ہیں کہ مجھے اپنی وحی کے منجانب خدا کی طرف سے ہونے پر ایسا ہی یقین حاصل ہے جیسا کہ تمام انبیاء کو تھا۔ لیکن مولوی خالد محمود صاحب نے ترتیب بدل کر خطرناک تحریف سے کام لیتے ہوئے حضرت مرزا صاحبؑ کے خلاف یہ غلط تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ آپ اپنے آپ کو سب نبیوں سے درجہ میں برابر قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ آپ نے صرف یہ کہا ہے کہ آپ عرفان الٰہی اور اپنی وحی پر یقین رکھنے میں کسی دوسرے نبی سے کم نہیں۔

۷۔ "انہیں امور کی کثرت کی وجہ سے اس نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔ اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خدا نے میرا نام نبی رکھا ہے تو میں کیونکر اس سے انکار کر سکتا ہوں" (تبلیغ رسالت جلد ۱۰ صفحہ ۱۳۳)

۸۔ "ضرور ہوا کہ تمہیں یقین اور محبت کے مرتبہ پر پہنچانے کے لئے خدا کے انبیاء وقتاً بعد وقتٍ آتے رہیں جن سے تم وہ نعمتیں پاؤ گے۔ اب کیا تم خدا تعالیٰ کا مقابلہ کرو گے اور اس کے قدیم قانون کو توڑ دو گے" (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۲)

مندرجہ بالا تمام حوالہ جات میں کسی دوسری تبدیلی کا ذکر نہیں بلکہ یہ صرف پہلی تبدیلی کا ہی ثبوت ہیں۔ چنانچہ ان عبارتوں میں حضرت مرزا صاحب نے اپنے آپ کو کسی جگہ بھی تشریعی یا مستقل نبی قرار نہیں دیا۔ بلکہ ان سب کتابوں میں جن کے حوالہ جات مولوی خالد محمود صاحب نے دیئے ہیں آپ نے اپنے آپ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا امتی بھی قرار دیا ہے۔ چنانچہ حقیقۃ الوحی ہی کی عبارت خود خالد محمود صاحب قبل

ازیں پیش کر چکے ہیں۔ اس میں صاف مذکور ہے کہ

"اس اُمت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے ہزارہا اولیاء ہوئے اور ایک وہ بھی ہوا جو امتی بھی ہے اور نبی بھی"

(حاشیہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۸۔ عقیدۃ الامۃ صفحہ ۲۳)

پس اُوپر کی عبارتوں کو کسی دوسری تبدیلی پر محمول کرنا محض غلط بیانی اور مغالطہ دہی ہے۔

پھر مولوی خالد محمود صاحب نے بزعم خود تیسری تبدیلی کے ثبوت میں ذیل کی عبارتیں پیش کی ہیں۔ چنانچہ وہ صاحب الشریعت ہونے کے دعویٰ کے عنوان کے تحت پہلے تریاق القلوب کی یہ عبارت پیش کرتے ہیں:۔

"یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اپنے دعویٰ کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالےٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب شریعت ہونے کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعتِ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا" (تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰ حاشیہ)

اس عبارت کو مولوی خالد محمود صاحب منطقی لحاظ سے کبریٰ قرار دیتے ہیں۔ اور اس کے بعد ذیل کی عبارتوں کو صغریٰ قرار دیتے ہیں:۔

۱۔ "ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے"

اس عبارت میں کامل مسلمان ہونے کی نفی کی گئی ہے نہ کہ علی الاطلاق مسلمان ہونے کی۔

۲۔ " ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ خدا کا مامور اور خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے۔ جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جہنمی ہے " (انجام آتھم ص۶۲)

دشمن کو جہنمی قرار دیا ہے نہ کہ محض اختلاف عقیدہ رکھنے والے شخص کو جس پر خدا کے نزدیک اتمام حجت نہ ہوا ہو۔

۳۔ " کفر دو قسم پر ہے۔ ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتا (یعنی تشریعی نبی اور اس کی شریعت کا منکر ہے۔ ناقل) اور دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے"

اس کے آگے کی ایک ضروری عبارت چھوڑ کر خالد محمود صاحب یہ فقرہ نقل کرتے ہیں:۔

" اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونو قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں " (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۷۹)

ان عبارتوں کو صغریٰ قرار دے کر خالد محمود نتیجہ نکالتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

" ان تصریحات سے واضح ہوا کہ مرزا غلام احمد نے اپنے نہ ماننے والوں کو کافر کہہ کر اپنے تریاق القلوب والے قول کے مطابق خود صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ کیا تھا " (عقیدۃ الامۃ صفحہ ۲۷)

یہ نتیجہ سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔ کیونکہ نہ ہی تریاق القلوب میں کسی جگہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے تشریعی نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور نہ ہی انجام آتھم اور حقیقۃ الوحی کی کسی عبارت میں تشریعی نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے اگر مولوی خالد محمود صاحب یہ نتیجہ نکالنے میں حق بجانب ہیں تو تریاق القلوب یا انجام آتھم یا حقیقۃ الوحی سے کوئی عبارت اس تصریح کے ساتھ پیش کریں کہ میں تشریعی نبی ہوں۔ انجام آتھم میں تو آپ صاف لکھتے ہیں:۔

"الہامات میں جو لفظ مرسل یا رسول یا نبی کا میری نسبت آیا ہے وہ اپنے حقیقی معنوں پر مستعمل نہیں ہے" (انجام آتھم حاشیہ صفحہ ۲۶)

اور حقیقۃ الوحی میں بار بار تحریر فرماتے ہیں کہ آپ ایک پہلو سے نبی ہیں اور ایک پہلو سے اُمتی۔

تریاق القلوب میں آپ نے سچ فرمایا ہے

"اپنے دعویٰ کا انکار کرنے والوں کو کافر قرار دینا صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالےٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں"

گویا تشریعی نبی ہوتے ہیں اور حقیقۃ الوحی کی عبارت میں تشریعی نبوت کے انکار کو کفر کی قسم اوّل قرار دیا ہے اور اپنے انکار کو قسم دوم۔ پس آپ کا انکار تشریعی نبی کے انکار کی طرح کفر قسم اوّل نہ ہوا۔ جب ایک امر کی دو قسمیں قرار دی جائیں تو وہ دونو قسمیں حقیقت میں ایک قسم نہیں ہوتیں۔ ان کو ایک قسم کسی اَور جہت سے ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ایک شئی کی دو قسمیں ہمیشہ

ایک دوسرے سے تباین اور اختلاف رکھتی ہیں۔ وہ ایک صرف اس لحاظ سے تو قرار دی جاسکتی ہیں کہ دونو کی جنس ایک ہے لیکن نوع میں وہ ایک ہی قرار نہیں دی جاسکتیں۔ پس ان دونو کو ایک قسم اس جہت سے تو قرار دیا جاسکتا ہے کہ وہ دونو کُفر مطلق کو اپنے ساتھ جمع رکھتی ہیں لیکن حقیقت میں وہ ایک دوسری سے الگ الگ ہیں۔ ایک قسم نہیں۔

پس مولوی خالد محمود صاحب کے کبریٰ کا مفہوم حقیقۃ الوحی کی عبارت کے پیش نظر یہ ہے کہ تشریعی نبی کے انکار سے جو کُفر پیدا ہوتا ہے وہ قسم اوّل ہے اور صغریٰ کے تحت درج کی جانے والی حقیقۃ الوحی کی عبارت چونکہ مسیح موعودؑ کے انکار و تکذیب کو دوسری قسم کا کفر قرار دیتی ہے۔ اس لئے یہ نتیجہ صریحاً باطل اور مغالطہ ہے کہ مسیح موعود کا کُفر حقیقت میں کُفر قسم اوّل میں داخل ہے اس لئے آپ تشریعی نبی ہونے کے مدعی ہیں۔ مسیح موعودؑ کا انکار تو کُفر قسم دوم ہی ہے نہ کہ کُفر قسم اوّل جو تشریعی نبی کے انکار کو لازم ہوتا ہے۔

پس دراصل صغریٰ بنے گا

"تشریعی نبی کا انکار کفر قسم اول ہے"

اور کبریٰ بنے گا

"مسیح موعود کا انکار کُفر قسم اوّل نہیں"

اور نتیجہ نکلے گا

مسیح موعود تشریعی نبی نہیں

فتدبروا یا اولی الالباب

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے جو حوالجات منکرینِ مسیح موعود کے کفر کے متعلق مولوی خالد محمود صاحب نے عقیدۃ الامۃ صفحہ ۲۷ ، ۲۸ پر نقل کئے ہیں اُن کی تشریح دوسری جگہ آپؓ کے اپنے بیانات میں موجود ہے کہ آپ کسی مسلمان کو بھی جو مسیح موعود کا منکر ہو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کا منکر قرار نہیں دیتے۔ اور دائرہ اسلام سے خارج کے الفاظ کی تحقیقاتی کمیشن کے سامنے خود یہ تشریح فرمائی کہ آپ کا مذہب "مفردات راغب" کے مطابق ہے جس میں اسلام کی دو صورتیں بیان ہوئی ہیں ایک دون الایمان ایک فوق الایمان - اور نیز اس حدیث نبوی کے مطابق ہے کہ مَنْ مَّشٰی مَعَ ظَالِمٍ لِیُقَوِّیَہٗ وَھُوَ یَعْلَمُ اَنَّہٗ ظَالِمٌ فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْاِسْلَامِ (مشکوٰۃ) کہ جو شخص ظالم کے ساتھ چلا کہ اُسے قوت دے اور وہ جانتا ہو کہ وہ ظالم ہے تو وہ اسلام سے نکل گیا۔ جس طرح یہ قول تغلیظاً ہے کیونکہ بظاہر ایسا شخص مسلمان ہی رہتا ہے ویسے ہی مسیح موعود کے مُنکر مسلمان آپ کے نزدیک ملّتِ اسلام سے خارج نہیں۔

مولوی خالد محمود صاحب نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو "تشریعی نبی" دکھانے کے لئے تیسری تبدیلی کے ذیل میں ہی آپ کی یہ عبارت پیش کی ہے کہ

> "اگر کہو کہ صاحب شریعت افتراء کر کے ہلاک ہوتا ہے نہ کہ ہر ایک مفتری تو اوّل تو دعویٰ بلا دلیل ہے۔ خدا نے افتراء کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی۔ ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی اُمّت کے لئے قانون مقرر کیا وہی صاحبِ شریعت ہو گیا۔

پس اس تعریف کی وجہ سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں۔
کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی" (اربعین نمبر ۴ صفحہ ۶)

واضح ہو کہ اربعین ۱۹۰۰ء کی کتاب ہے جبکہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اپنے آپ کو اُمتی نبی بمعنی محدّث قرار دیتے تھے ... ... اور ابھی اپنے عقیدۂ نبوت میں آپ نے کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں کی تھی۔ اور نبی اور رسول کے اصطلاحی معنے یہ قرار دیتے تھے کہ وہ کامل شریعت یا احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ یا کسی دوسرے نبی کے اُمتی نہیں کہلاتے اور بلا استفادہ کسی نبی کے خدا تعالےٰ سے تعلق رکھتے ہیں (ملاحظہ ہو مکتوب ۷راگست ۱۸۹۹ء) اور یہ تعریف لکھنے کے بعد لوگوں کو اس غلط فہمی سے بچانے کے لئے کہ آپ اِس معروف اصطلاح میں ہی نبوت کے مدّعی ہیں۔ آگے لکھا ہے:۔

"ہوشیار رہنا چاہیئے کہ اس جگہ یہی معنے نہ سمجھ لیں کیونکہ ہماری کتاب بجُز قرآن کریم کے نہیں ہے اور کوئی دین بجُز اسلام کے نہیں اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور قرآن مجید خاتم الکتب"

"اربعین" کی عبارت مخالفین کے سامنے بطور حجّت ملزمہ کے پیش کی گئی ہے اور اس اعتراض کے جواب میں ہے کہ آیت لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ۔ (الحاقہ) صرف صاحب شریعت مدّعی کے لئے معیار ہو سکتا ہے۔ وہ جھوٹا دعویٰ کرکے تئیس ۲۳ سال مہلت نہیں پاتا۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ اس کے جواب میں فرماتے

ہیں کہ تمہارا یہ دعویٰ باطل ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے افتراء کے ساتھ شریعت کی قید نہیں لگائی۔ پھر الزامی رنگ میں فرمایا ہے کہ جس امر کو تم شریعت کہتے ہو وہ اوامر نواہی ہی ہوتے ہیں اور میرے الہامات میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔ لہذا تم لوگوں پر میرا ماننا اس معیار کی رو سے اپنے تسلیم کردہ قاعدہ کے مطابق بھی حجّت ہوا۔ مگر اربعین میں ہی حضور نے یہ وضاحت فرما دی ہے کہ آپ پر جو الہامات قرآنی الفاظ میں بطور امر و نہی نازل ہوئے ہیں وہ صرف تجدید دین اور بیان شریعت کے طور پر نازل ہوئے ہیں۔ چنانچہ اسی مضمون میں اربعین نمبر۴ صفحہ ۸ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

"ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ اور قرآن ربانی کتابوں کا خاتم ہے۔ تاہم خدا تعالیٰ نے اپنے نفس پر حرام نہیں کیا کہ تجدید دین کے طور پر کسی مامور کے ذریعہ یہ احکام صادر کرے کہ جھوٹ نہ بولو۔ جھوٹی گواہی نہ دو۔ زنا نہ کرو۔ خون نہ کرو اور ظاہر ہے کہ ایسا بیان کرنا بیانِ شریعت ہے جو مسیح موعود کا بھی کام ہے"

پس آپ کی وحی میں جو امر و نہی نازل ہوئے ان کی حیثیت کسی الگ شریعت جدیدہ کی نہیں بلکہ ان کی حیثیت بیان شریعت کی ہے۔ شریعت جدیدہ آپ کے نزدیک قرآن مجید ہی ہے جو ربانی کتابوں کا خاتم ہے۔

پس بیان شریعت کے طور پر پہلی شریعت کے اوامر و نواہی کا کسی مجدد اسلام پر نازل ہونا گو وہ امتی نبی ہو صرف تجدید دین کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ نے اربعین میں ہی صاف لکھ دیا ہے۔

"میری تعلیم میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور شریعت کے ضروری احکام کی تجدید ہے"

پس اسلام کی تجدید کرنے والا اس طرح تو صاحب شریعت ہوتا ہے کہ اس پر پہلی شریعت کے بعض ضروری احکام بطور تجدید دین کے نازل ہوں۔ لیکن صاحب شریعت مستقل نبی یا تشریعی نبی یا مستقلہ شریعت رکھنے والا نبی قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ وہ قرآن مجید کے واسطہ سے صاحب شریعت ہوتا ہے اور اگر وہ نبی بھی ہو تو ایک پہلو سے ضرور اُمتی بھی ہوتا ہے۔ پس امتی نبی پر قرآن مجید کی پیروی اور اتباع کے واسطہ سے بعض قرآنی اوامر نواہی کا نزول جن پر عمل اس کے زمانہ میں از بس ضروری ہو اُسے تشریعی نبی نہیں بنا دیتا۔ تشریعی نبی کے لئے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ الگ کتاب شریعت اور احکام جدیدہ کا لانا ضروری سمجھتے ہیں چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں :-

"خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ نبوت تشریعی کا دروازہ بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بالکل مسدود ہے اور قرآن مجید کے بعد اور کوئی کتاب نہیں جو نئے احکام سکھائے یا قرآن شریف کا حکم منسوخ کرے یا اس کی پیروی معطل کرے بلکہ اس کا عمل قیامت تک ہے" (الوصیت صفحہ ۱۲)

پھر چشمہ معرفت میں تحریر فرماتے ہیں۔

"ہم بار بار لکھ چکے ہیں کہ حقیقی اور واقعی طور پر تو یہ امر ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد مستقل طور پر کوئی نبوت نہیں اور نہ کوئی شریعت ہے۔ اگر کوئی ایسا

دعویٰ کرے تو بلاشُبہ وہ بے دین اور مردُود ہے"

پس حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو تشریعی نبی ہونے کے دعویٰ سے بھی انکار ہے اور مستقل نبی ہونے کے دعویٰ سے بھی انکار ہے۔ لہٰذا آپ صاحب شریعت ایک تشریعی اور مستقل نبی کی طرح نہیں۔

پھر آپ تحریر فرماتے ہیں :-

"نبی کے لفظ سے اس زمانہ کے لئے صرف خدا تعالےٰ کی یہ مراد ہے کہ کوئی شخص کامل طور پر شرف مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ حاصل کرے اور تجدید دین کے لئے مامور ہو یہ نہیں کہ وہ کوئی دُوسری شریعت لاوے کیونکہ شریعت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی پر نبی کے لفظ کا اطلاق بھی جائز نہیں جب تک اس کو امتی بھی نہ کہا جائے جس کے یہ معنی ہیں کہ ہر ایک انعام اس نے آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) کی پیروی سے پایا نہ براہ راست" (تجلیات الٰہیہ صفحہ ۹)

یہ سب حوالہ جات اربعین کے بعد کی کتابوں کے ہیں جو اربعین کی اس تشریح کے مطابق ہیں کہ آپ صرف تجدید دین کے لئے مامور ہیں۔ پس آپ کی وحی میں امر و نہی تجدید دین کے طور پر نازل ہوا ہے نہ کہ مستقلہ شریعت کے طور پر۔ آپ کو ان عبارتوں میں تشریعی نبی ہونے سے صاف انکار ہے۔ تشریعی نبی آپ کے نزدیک وہی ہوتا ہے جو مستقل کامل شریعت لائے یا جو پہلی شریعت کے کسی حکم کو منسوخ کرے اور اس کی پیروی معطل کرے۔ آپ کا دعویٰ یہ ہے کہ

آپ نبی بھی ہیں اور امتی بھی اور اس امت کے لئے مسیح موعود ہیں۔ مسیح موعود پر شریعت محمدیہ کا الہام نازل ہونا پہلے علماء کو بھی مسلّم ہے۔ چنانچہ حضرت امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمۃ مسیح موعود کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"یُلْهَمُ بِشَرْعِ مُحَمَّدٍ وَیَفْهَمُهٗ عَلٰی وَجْهِهٖ"

(الیواقیت والجواہر جلد ۲ بحث ۴۷ صفحہ ۱۸۹)

یعنی اس پر شریعت محمدیہ الہاماً نازل ہوگی اور وہ اسے ٹھیک ٹھیک سمجھیگا

پس حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا مذہب یہ ہے جس کی آپ نے اپنی جماعت کو تلقین فرمائی ہے کہ

"تمہارے ایمان کا مصدق یا مکذب قیامت کے دن قرآن ہے اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے کوئی اور کتاب نہیں جو بلاواسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے" (کشتی نوح صفحہ ۲۴)

مندرجہ بالا واضح عبارتوں کی موجودگی میں مولوی خالد محمود صاحب کا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی طرف تشریعی نبی کا دعویٰ منسوب کرنا محض بہتان اور افتراء ہے۔

خالد محمود صاحب یہ جانتے تھے کہ اربعین کی زیر بحث عبارت میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اپنے آپ کو صاحب شریعت جدیدہ قرار نہیں دیا۔ بلکہ اپنے اُوپر نازل ہونے والے اوامر و نواہی کو تجدید دین کے لئے بیان شریعت ہی قرار دیا ہے۔ اس لئے وہ آپ پر تشریعی نبوت جدیدہ رکھنے کا الزام قائم کرنے کے لئے لکھتے ہیں:۔

"اب چند وہ احکام بیان کئے جاتے ہیں جن میں اسلامی شریعت کا فتویٰ اَور ہے اور مرزائی شریعت کچھ اَور کہتی ہے۔

"(۱) اسلامی شریعت میں جہاد افضل العبادات ماضٍ الیٰ یوم القیامۃ اور عمل حیات جاوید ہے۔ مگر مرزائی قانون میں

'اس فرقہ میں تلوار کا جہاد بالکل نہیں اور نہ اس کی انتظار ہے بلکہ یہ مبارک فرقہ نہ ظاہر طور پر اور نہ پوشیدہ طور پر جہاد کی تعلیم کو ہرگز ہرگز جائز نہیں سمجھتا اور قطعاً اس بات کو حرام جانتا ہے کہ دین کی اشاعت کے لئے لڑائیاں کی جائیں'

(تریاق القلوب صفحہ ۲۳۲) '

'یاد رکھو کہ اسلام میں جو جہاد کا مسئلہ ہے اس سے بدتر اسلام کو بدنام کرنے والا کوئی مسئلہ نہیں (تبلیغ رسالت جلد ۱۰ صفحہ ۱۲۴) "

پہلی عبارت میں مخالفین اسلام کو تلوار کے ذریعہ زبردستی مسلمان بنانے کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ بعض علماء اسے اسلامی جہاد قرار دیتے ہیں۔ ضرورت پر دفاعی جنگ کو جائز قرار دیا گیا۔ صرف مذہب بدلانے کے لئے کسی کو قتل کرنا حرام قرار دیا ہے۔ یہ تعلیم قرآن وحدیث میں ہرگز موجود نہیں کہ دین کی اشاعت کے لئے لڑائیاں کی جائیں۔

دوسری عبارت میں جہاد کا مسئلہ اس مفہوم میں اسلام کو بدنام کرنے والا قرار دیا ہے جو بعض علماء اسلام کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ کافروں سے کفر

چھوڑانے کے لئے جنگ کرنا جہاد ہے یا جیسے سرحدی پٹھان لُوٹ مار کو جہادِ اسلام کا نام دیتے تھے یا جیسے لوگ خُونی مہدی کے آنے کے منتظر ہیں کہ وہ آکر تلوار کے ذریعہ لوگوں کو مُسلمان بنائے گا۔ ایسی باتوں کو جہاد اسلام قرار دینا قرآنی تعلیم لَآ اِكْرَاهَ فِی الدِّيْنِ (دین میں جبر جائز نہیں) کے صریح خلاف ہے۔ ایک مومن کبھی ایسی لڑائی کا انتظار نہیں کر سکتا کیونکہ قرآنی تعلیم کی رُو سے یہ جائز ہی نہیں۔ تلوار کی لڑائی (جہاد اسلامی) اسلام میں صرف دفاعی حیثیت رکھتی ہے اور یہ اس وقت جائز ہوتی ہے جب دشمن پہلے تلوار سے مسلمانوں پر حملہ آور ہو۔ ورنہ مسلمانوں کو از روئے تعلیم قرآن لڑائی کی ابتداء کرنے کی اجازت نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جس آیت میں تلوار کے جہاد کا پہلے حکم دیا اس میں فرماتا ہے:۔

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا (الحج ع ۶)

یعنی مسلمانوں کو مظلوم ہو جانے پر کافروں سے جنگ کی اجازت دی گئی (کیونکہ دشمن ان سے لڑائی کر رہا ہے)

پھر فرماتا ہے:۔

قَاتِلُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا

(بقرہ ع ۲۴)

کہ اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرنا (یعنی تمہاری طرف سے جنگ کی ابتداء نہیں ہونی چاہیئے)

پھر فرمایا:۔

هُمْ بَدَءُوكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ - (توبہ ۲۴)

یعنی ان کافروں نے تم سے جنگ میں ابتداء کی ہے

ان کافروں کے متعلق یہ بھی فرمایا

اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا (انفال ۶۲)

کہ اگر یہ صلح کی طرف مائل ہوں تو اے نبی تو بھی صلح کی طرف مائل ہوجا

پس جہاد بالسیف کے لئے قرآن مجید کے قانون کی یہ شرائط ہیں۔ ایسی جنگ واقعی حرام ہے جس کی ابتداء اشاعت دین کے لئے کی جائے۔ قرآن کریم کی رُو سے ایسی لڑائی قطعاً حرام ہے۔ پس حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی عبارت میں جو قانون بیان ہوا ہے وہ عین اسلامی قانون ہے۔

صحیح بخاری کی حدیث میں مسیح موعود کے حق میں یَضَعُ الْحَرْبَ کے الفاظ بھی وارد ہیں کہ وہ لڑائی کو روک دے گا۔ پس مسیح موعود کا یہ فتویٰ کہ دین کی اشاعت کے لئے لڑائی نہ کی جائے اسلامی شریعت ہی کا فتویٰ ہے۔ تلوار کا جہاد صرف مخصوص حالات میں ہی جائز ہے یعنی اس وقت جائز ہے بلکہ واجب ہے جب اس کی شرائط پائی جائیں۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

اِنَّ وُجُوْهَ الْجِهَادِ مَعْدُوْمَةٌ فِيْ هٰذَا الزَّمَنِ وَهٰذِهِ الْبِلَادِ۔

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۳۰)

کہ جہاد کی شرائط اس ملک اور اس زمانہ میں موجود نہیں

ہاں جب بھی ایسی شرائط پائی جائیں تو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے نزدیک بھی تلوار کا جہاد فرض ہوگا۔ چنانچہ آپ حضرت میر ناصر نواب صاحب کو ایک

مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں :۔

"اس زمانہ میں جہاد رُوحانی صورت سے رنگ پکڑ گیا ہے اور اس زمانہ کا جہاد یہی ہے کہ اعلائے کلمۂ اسلام میں کوشش کریں۔ مخالفوں کے اعتراضات کا جواب دیں۔ دینِ اسلام کی خوبیاں دُنیا میں پھیلائیں۔ یہی جہاد ہے جب تک کہ خدا تعالےٰ کوئی دوسری صورت دنیا میں ظاہر کر دے"

(مکتوب مندرجہ "درود شریف" مولّفہ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب فاضل)

پس دوسری صورت پیدا ہونے پر آپ کے نزدیک تلوار کا جہاد ضروری ہے ہاں اس کا انتظار کرنا درست نہیں کیونکہ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ کہ دشمن سے جنگ کی کبھی تمنّا نہ کرو اور یہ انتظار جو درست نہیں ایک گونہ جنگ کی تمنّا ہی ہے۔

۲۔ دوسرا نیا قانون اور نیا حکم خالد محمود صاحب یہ پیش کرتے ہیں :۔

"کہ مرزا غلام احمد صاحب سے پہلے جو مسلمان حیاتِ مسیح کے قائل تھے وہ از روئے شریعت گنہ گار نہیں اور جو مرزا صاحب کے آنے کے بعد اس عقیدہ پر قائم رہیں وہ گمراہ اور بیدین ہیں۔

(۱) اِنَّ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِیْ لَا اِثْمَ عَلَیْھِمْ وَھُمْ مُبَرَّؤُوْنَ

(استفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۴۲)

(ترجمہ) تحقیق جو لوگ مجھ سے پہلے ہو چکے ہیں ان پر اس عقیدہ کی وجہ سے کوئی گناہ نہیں اور وہ بالکل بری ہیں۔

(ب) لَا شَکَّ اَنَّ حَیَاتَ عِیْسٰی وَعَقِیْدَۃَ نُزُوْلِہٖ بَابٌ مِّنْ

اَبْوَابُ الْاِضْلَالِ وَلَا یُتَوَقَّعُ مِنْهُ اِلَّا اَنْوَاعُ الْوَبَالِ

(استفتاء صفحہ ۴۶)

(ترجمہ) اور اب اس میں شک نہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی حیات اور نزول کا عقیدہ گمراہی کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اور اس سے طرح طرح کے عذاب (اصل لفظ وبال ہے نہ کہ عذاب ناقل) کے سوا کسی اور چیز کی توقع نہیں کی جاسکتی " (عقیدۃ الامۃ ص۲۹)

واضح ہو کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی ان دونو تحریروں میں جو ایک ہی جگہ سے ماخوذ ہیں کوئی امر اسلامی قانون شریعت کے خلاف نہیں۔ مسیح موعودؑ کے آنے سے پہلے حیات مسیحؑ کا عقیدہ ایک اجتہادی حیثیت رکھتا ہے اور پہلوں کا یہ اجتہادی عقیدہ از روئے شریعت اسلامی گناہ نہیں۔ ہاں جب مسیح موعود آگیا جسے حدیث نبوی میں حکم عدل قرار دیا گیا ہے اور اس نے قرآنی آیات اور احادیث نبویہ سے ثابت کر دیا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام دوسرے انبیاء کی طرح وفات پا چکے ہیں تو اب حیات مسیحؑ پر اصرار کر کے خدا کے مقرر کردہ حکم کے فیصلہ کو ٹالنا اور علماء کا اس پر اصرار کرنا واقعی اضلال ہے اور اس سے کئی قسم کے مفاسد پیدا ہوتے ہیں۔ کیونکہ مسلمانوں میں کئی نادانوں کو اسی عقیدہ کی وجہ سے عیسائیوں نے گمراہ کر لیا ہے۔

۳۔ تیسرا نیا قانون بزعم خود خالد محمود صاحب یہ پیش کرتے ہیں کہ

"اسلامی شریعت میں فرضی صدقات زکوٰۃ و عشر وغیرہ تھے . . . مگر مرزائی شریعت میں ایک ماہواری چندہ بھی فرض ہے" (عقیدۃ الامۃ ص۲۹)

اس چندہ کو فرض ثابت کرنے کے لئے خالد محمود صاحب لوح الہُدیٰ صفحہ ۱
کی مندرجہ ذیل عبارت پیش کرتے ہیں :-

"ہر شخص کو چاہیئے کہ اس نئے نظام کے بعد نئے سرے سے عہد کر کے اپنی خاص تحریر سے اطلاع دے کہ وہ ایک فرض حتمی کے طور پر اس قدر چندہ ماہواری بھیج سکتا ہے مگر چاہیئے کہ فضول گوئی اور دروغ کا برتاؤ نہ کرے۔ ہر ایک جو مرید ہے اس کو چاہیئے کہ اپنے نفس پر کچھ ماہواری رقم مقرر کر دے خواہ ایک پیسہ ہو خواہ ایک دھیلہ اور جو شخص کچھ بھی مقرر نہیں کرتا اور نہ جسمانی طور پر اس سلسلہ کے لئے کچھ بھی امداد دے سکتا ہے وہ منافق ہے۔ اب اس کے بعد وہ سلسلہ میں نہیں رہ سکے گا"

(المشتہر مرزا غلام احمد مسیح موعود از قادیان)
لوح الہُدیٰ صفحہ ۱

اس عبارت کے جلی الفاظ سے ہر سلیم الفطرت انسان فوراً سمجھ سکتا ہے کہ یہ چندہ زکوٰۃ اور عشر کی طرح خدائی طرف سے مقرر کردہ فرض حتمی قرار نہیں دیا گیا بلکہ مُریدوں سے یہ خواہش کی گئی ہے کہ وہ کچھ رقم بطور ماہواری چندہ کے اپنے نفس پر خود مقرر کریں خواہ ایک پیسہ بلکہ ایک دھیلہ ہی ہو۔ اسلام میں جو زکوٰۃ اور عشر فرض ہے اس کی مقدار واجب تو خود شریعت نے مقرر کر دی ہے نہ کہ انسان خود اپنے اُوپر حتمی فرض کرتا ہے کہ میں زکوٰۃ یا عشر کے طور پر کچھ رقم جسے میں خود مقرر کرتا ہوں سال کے بعد دیا کروں گا۔ جو چندہ کہ سلسلۂ احمدیہ میں کوئی اپنے نفس پر خود واجب کرے

وہ تو صرف نذر کی رقم کی طرح فرض حتمی ہوگا نہ کہ خدا کی طرف سے مقرر کردہ زکوٰۃ و عُشر کی طرح۔ یہ فرض حتمی جو انسان خود مقرر کرتا ہے یہ تو ایک وعدہ کی حیثیت رکھتا ہے کہ میں زکوٰۃ و عشر کے علاوہ جو خدا کی طرف سے فرض ہے اپنی طرف سے خود ایک رقم مقرر کرتا ہوں جو خدمت اسلام میں صرف ہوگی۔ مسلمانوں کی ساری انجمنیں اپنے ممبروں پر ایک ضروری چندہ لگا دیتی ہیں جس کی ادائیگی کے بغیر کوئی ان کا ممبر نہیں رہ سکتا۔ مگر اس امر کو تو کوئی شخص نئی شریعت قرار نہیں دیتا۔ مگر خالد محمود صاحب ہیں کہ سلسلہ احمدیہ کے افراد کے اپنی طرف سے کسی چندہ کی رقم مقرر کر لینے کو ایک نئی شریعت کا حکم قرار دے کر بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو تشریعی نبوت کا مدعی ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ مولوی خالد محمود صاحب کی ایسی کچّی باتیں ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کی مصداق ہیں۔

۵۔ مولوی خالد محمود صاحب حضرت مرزا صاحبؑ کے عقیدہ میں چوتھی تبدیلی ثابت کرنے کے لئے رسالہ "ایک غلطی کا ازالہ" کی ذیل کی عبارت پیش کی ہے:۔

> "خاتم النّبیین کا مفہوم تقاضا کرتا ہے کہ جب تک کوئی پردہ مغائرت کا باقی ہے اس وقت تک اگر کوئی نبی کہلائے گا تو گویا اس مُہر کا توڑنے والا ہوگا جو خاتم النّبیین پر ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اسی خاتم النّبیین میں ایسا گُم ہو کہ بباعث نہایت اتحاد اور نفی غیریت کے اسی کا نام پالیا اور صاف آئینہ کی طرح محمدی چہرہ کا اس میں انعکاس ہوگیا تو وہ بغیر مُہر توڑنے کے نبی کہلائے گا (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۶)"
>
> "پس اس طور سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا کیونکہ ظِل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں

ہوتا اور چونکہ میں ظلّی طور پر محمّد ہوں (صلے اللہ علیہ وسلم)۔ پس اس طور سے خاتم النّبیین کی مُہر نہیں ٹوٹی کیونکہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت محمّد تک ہی محدود رہی یعنی بہر حال محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہی نبی رہا۔

(ایک غلطی کا ازالہ بحوالہ تبلیغ رسالت جلد ۱۰ صفحہ ۲۲)

خالد محمود صاحب ان حوالہ جات کی بنا پر لکھتے ہیں :۔

"پھر مرزا صاحب نے عقیدہ ختم نبوت میں چوتھی کروٹ لی اور آیت خاتم النّبیین کو اپنے اصل اسلامی معنی پر رکھتے ہوئے کہ واقعی حضور ختمی مرتبت کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا اُسے اپنے صاحب شریعت نبی اور رسُول کے ساتھ یُوں تطبیق دی کہ خود عین محمد اور احمد ہونے کا دعویٰ کر دیا اور مغائرت کے سارے پردے اُٹھا دیئے"

(عقیدۃ الامۃ صفحہ ۳۱)

واضح ہو کہ ان عبارتوں میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اصل اور اپنے آپ کو ظِلّ قرار دیا ہے۔ پس یہ نفی غیریت اور اتحاد ظلّی ہوا اور اس سے یہ مراد ہے کہ آپ فنا فی الرسول کے اتم درجہ پر پہنچکر خدا کی طرف سے نبی کہلانے کے مستحق ہوئے اور یہ کہ آپ مستقل نبی نہیں بلکہ مستقل نبی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہیں جو نبوت میں اصل ہیں۔ اس اشتہار میں آپ نے واضح طور پر مستقل تشریعی نبی یا مستقل نبی ہونے سے صاف انکار کیا ہے اور لکھا ہے :۔

"جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں۔ اور نہ

میں مستقل طور پر نبی ہوں "

آگے چل کر فرماتے ہیں :-

" میرا یہ قول کہ " من نیستم رسُول و نیاوردہ ام کتاب " اس کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ میں صاحب شریعت نہیں ہوں "

پس حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے " ایک غلطی کا ازالہ " میں تشریعی نبی یا مستقل نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ آپ نے ظلّی طور پر ہی محمدّ و احمد یعنی فنا فی الرسول قرار دے کر ہی اپنے آپ کو خدا سے نبی کا لقب پانے کا مستحق قرار دیا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی علیہ الرحمۃ جو اپنے زمانہ کے مجدد تھے مسیح موعود کی شان میں لکھتے ہیں :-

" یَزْعَمُ الْعَامَّۃُ اِنَّہٗ اِذَا نَزَلَ اِلَی الْاَرْضِ کَانَ وَاحِدًا مِنَ الْاُمَّۃِ. کَلَّا بَلْ ھُوَ شَرْحٌ لِلْاِسْمِ الْجَامِعِ الْمُحَمَّدِیِّ وَ نُسْخَۃٌ مُنْتَسِخَۃٌ مِنْہُ فَشَتَّانَ بَیْنَہٗ وَ بَیْنَ اَحَدٍ مِنَ الْاُمَّۃِ

(الخیر الکثیر صفحہ ۷۲ طبع بجنور مدینہ پریس)

یعنی عوام یہ گمان کرتے ہیں کہ مسیح موعود جب زمین کی طرف نازل ہو گا تو اس کی حیثیت محض ایک اُمتی کی ہو گی۔ ایسا ہرگز نہیں بلکہ وہ تو اسم جامع محمدی کی پُوری تشریح اور دوسرا نسخہ ہو گا۔ کہاں اس کا مقام اور کہاں محض امتی کا مقام۔ دونو میں عظیم الشان فرق ہے۔

اس عبارت میں حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے مسیح موعود علیہ السلام کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اسم جامع محمدی کی شرح اور آپؐ کا ہی نسخہ منتسخہ

یعنی کامل بروز وظلّ قرار دیا ہے۔ اپنا یہی ظلّی اور بروزی مقام حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے زیر بحث عبارتوں میں بیان فرمایا ہے۔ ورنہ نہ حضرت شاہ صاحبؒ کا یہ مقصد ہے کہ امت محمدیہ کا مسیح موعود تشریعی نبی ہے اور نہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ یہ بتا رہے ہیں کہ آپ مستقل صاحب شریعت نبی ہیں۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب علیہ الرحمۃ تو یہانتک لکھتے ہیں کہ

"اگر ظلّ اور اصل میں تساوی بھی ہو تو کچھ حرج نہیں کیونکہ افضلیت بوجہ اصلیّت پھر بھی ادھر (اصل خاتم النّبیین کی طرف) ہی رہے گی"

(تحذیر النّاس صفحہ ۳۰)

ظلّ کے کمالات تو اصل کی طرف ہی منسوب ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا موصوف تحریر فرماتے ہیں :-

"جیسے آئینہ میں عکس زمین کی دھوپ کا عکس آفتاب کا طفیلی ہے اور اس وجہ سے آفتاب کی طرف منسوب ہونا چاہیئے"

(تحذیر النّاس صفحہ ۳۰)

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فنافی الرسُول کی کیفیت میں لکھتے ہیں :-

"کمّل تابعانِ انبیاء بجہت کمال متابعت و فرطِ محبت بلکہ بمحض عنایت و موہبت جمیع کمالاتِ انبیائے متبوعہ خود را جذب مے نمایند و بکلیّت برنگ ایشاں منصبغ مے گردند حتیٰ کہ فرق نمے ماند درمیان متبوعان و تابعان الّا بالاصالۃ والتبعیۃ والاولیۃ والآخریۃ"

(مکتوبات جلد ۱ مکتوب ۲۴۸)

یعنی انبیاء کے کامل تابعین ان کی کمال فرمانبرداری اور ان سے انتہائی محبّت کی وجہ سے بلکہ محض خدا تعالےٰ کی عنایت اور موہبت سے اپنے متبوع انبیاء کے تمام کمالات کو جذب کر لیتے ہیں اور پورے طور پر ان کے رنگ میں رنگین ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ متبوع انبیاء اور ان کے کامل تابعین میں سوائے اصل اور تبعیت اور اولیت اور آخریت کے کوئی فرق نہیں رہتا۔

پس فنا فی الرسول ہو کر تابع کا متبوع نبی کے رنگ میں اصل وظل کے فرق کے ساتھ پورے طور پر رنگین ہونے کا مضمون ہی حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے "ایک غلطی کا ازالہ" کی محولہ عبارتوں میں بیان کیا ہے۔ ان عبارتوں سے آپ کے تشریعی نبی ہونے کا دعویٰ نکالنا محض افتراء اور بہتان ہے۔

مولوی خالد محمود صاحب کا ایک مطالبہ

مولوی صاحب اپنی کتاب کے صفحہ ۳۵ پر لکھتے ہیں:۔

"اب جبکہ مرزا صاحب اپنی خاص وحی سے پہلے قرآن وسنّت کی آیات باہرات کو انہی معنوں میں لیتے اور سمجھتے رہے جنہیں اُمّت محمّدیہ چودہ سو سال قرآن وسُنّت کی مراد قرار دیتی چلی آرہی ہے تو اب قرآن وحدیث کی نئی تعبیرات وتشریحات کی بناء خود قرآن وحدیث نہ ہوں گے بلکہ اُن نئی مُرادات کی تمام تر ذمہ داری مرزا صاحب کی اپنی وحی پر ہو گی۔ ہے کوئی انصاف پسند مرزائی جو اپنے اس موقف کا صاف اقرار کرے"

الجواب اُمّت چودہ سو سال میں قرآن وسُنّت کی بناء پر مسیح موعود کو اُمّتی نبی مانتی چلی آئی ہے اور محدّث کے معنوں میں نہیں بلکہ بلاشک نبی کے معنوں میں

اور دوسری طرف اُمّت اس اُلجھن میں بھی مبتلا رہی ہے کہ کوئی نبی نہیں آسکتا۔ ان رسمی عقائد کا تضاد حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے خیالات پر بھی اثر انداز تھا۔ آپ نے یہ تو دیکھا کہ نبوت تشریعی اور مستقلہ کا دروازہ قرآنی آیات سے قطعی طور پر بند ہے اور اُمتی کے لئے مقام نبوت کے پانے کا دروازہ کھلا ہے تو اپنے اجتہاد سے آپ نے ان عقائد کی یوں تعبیر کی کہ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی تشریعی اور مستقل نبی ہرگز نہیں آسکتا کیونکہ آپ خاتم النّبیین ہیں۔ البتہ آپ کی مشکوٰۃ رسالت سے ایک اُمّتی نُورِ نبوت اور کمالات نبوت حاصل کر سکتا ہے۔ چونکہ آپ کو الہامات میں خدا نے نبی اور رسُول قرار دیا تھا اور رسمی عقیدہ کے لحاظ سے اُمتی کے لئے نور نبوت کا حاصل کرنا عموماً صرف محدثیت کے مقام تک محدود سمجھا جاتا تھا جسے صوفیاء نبی الاولیاء بھی قرار دیتے تھے جس کا مفہوم یہ تھا کہ محدّث خدا تعالےٰ کی ہمکلامی سے مشرّف ہوتا ہے جس طرح انبیاء مشرف ہوتے ہیں اور وہ شریعت جدیدہ کا حامل نہیں ہوتا۔ البتہ مغز شریعت اس پر کھولا جاتا ہے اور جزئی طور پر اس میں نبوت پائی جاتی ہے اس لئے آپ نے اپنے الہامات میں نبیؔ اور رسُولؔ کے نام کی یہ تاویل کی کہ آپ محدّث ہیں اور محدّث من وجہٍ نبی ہوتا ہے اور من وجہٍ اُمتی۔ یہ بات ازالہ اوہام میں لکھی ہوئی موجود ہے جو تبدیلی عقیدہ سے پہلے کی کتاب ہے۔

خدا تعالےٰ کی وحی کی روشنی سے عقیدہ میں تبدیلی صرف اس امر میں ہوئی ہے کہ جس مقام نبوت کو آپ محض محدثیت سے تعبیر کرتے تھے وہ تعبیر آپ نے چھوڑ دی اور نبی کا لفظ اپنے متعلق صریح قرار دیا نہ کہ تاویل طلب اور ساتھ ہی اپنے آپ کو ایک پہلو سے امتی بھی قرار دیا۔ پس معنوی طور پر کیفیت دعویٰ کے لحاظ سے

آپ کے عقیدہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی کہ کی کا ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی ہونا پہلے بھی آپ قرآن وسُنّت کے مطابق جائز سمجھتے تھے پس آپ کا کوئی عقیدہ اس تبدیلی کے بعد بھی قرآن وسُنّت کے خلاف نہیں

مسیح موعود کو ساری اُمّت اُمتی نبی مانتی ہے نہ کہ محض محدّث۔ اور حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ بھی تبدیلی عقیدہ کے بعد اپنے آپ کو اسی مقام پر قرار دیتے ہیں اگر مسیح موعود کو اُمتی نبی ماننے کا عقیدہ قرآن وسُنّت کے خلاف نہیں اور مولوی خالد محمود صاحب بھی اسے قرآن وسُنّت کے خلاف نہیں سمجھتے تو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ پر ان کا اعتراض کیا رہا۔ حضرت مرزا صاحب نے جو بات اپنی وحی کی روشنی میں قرار دی اسے آپ لوگ قرآن وسُنّت کی بناء پر مان رہے ہیں۔ آپ میں اور ہم میں صرف مسیح موعود کی شخصیت میں اختلاف ہے ورنہ نوعیت کے لحاظ سے آپ بھی مسیح موعود کو امتی نبی سمجھتے ہیں اور ہم بھی۔ نہ آپ انہیں تشریعی اور مستقل نبی مانتے ہیں نہ ہم۔ ہمیں اس بات کا صاف اقرار ہے اور ہمارا یہ موقف قرآن وسُنّت کے عین مطابق ہے۔

مولوی خالد محمود صاحب "ایک غلطی کا ازالہ" سے ذیل کی عبارت نقل کرتے ہیں:۔

> "خاتم النّبیین کا مفہوم تقاضا کرتا ہے کہ جب تک کوئی پردہ مغائرت کا باقی ہے اس وقت تک اگر کوئی نبی کہلائے گا تو گویا اس مہر کا توڑنے والا ہوگا جو خاتم النّبیین پر ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اس خاتم النّبیین میں ایسا گم ہو کہ بباعث نہایت اتحاد اور نفی غیریت کے اس کا نام پا لیا اور

صاف آئینہ کی طرح اس میں محمدی چہرہ کا انعکاس ہوگیا تو وہ بغیر مُہر توڑنے کے نبی کہلائے گا کیونکہ وہ محمدؐ ہے گو ظلّی طور پر"

مولوی خالد محمود صاحب "عقیدۃ الامۃ" صفحہ ۱۳۱ پر اس عبارت پر درج ذیل نوٹ دیتے ہیں:-

"مرزائی حضرات اس تقاضے پر غور کریں کہ کیا اس سے وہ تمام تاویلات جو "مُہر" بمعنی دوسروں کی نبوت کی منظوری دینا یا غیر تشریعی نبوت کو اس مُہر لگنے سے خارج رکھنا یا اطاعت سے نبوت ملنا وغیرہ کیا یہ سب غلط انداز فکر اس ایک ہی تقاضے سے بھسم نہیں ہو جاتے۔ فافہم"

افسوس ہے کہ خالد محمود صاحب اس عبارت کو سمجھ نہیں سکے یا وہ تجاہل عارفانہ سے کام لے رہے ہیں۔ خاتم النّبیین کا بے شک یہ تقاضا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی مستقل اور تشریعی نبی کا آنا اس مُہر کو توڑنے کے مترادف ہے جو خود خاتم النّبیین پر ہے۔ لیکن اس کا دوسرا تقاضا یہ بھی تو بیان ہو رہا ہے۔ کہ خاتم النّبیین میں بدرجۂ اتم فنا ہونے والا انعکاسی طور پر نبی کہلا سکتا ہے اور اس سے وہ مُہر نہیں ٹوٹتی جو خاتم النّبیین پر لگی ہوئی ہے۔ آخر یہ بھی تو خاتم النّبیین کا تقاضا ہے کہ اُمّتی کو ظلّی طور پر مقامِ نبوت مل سکتا ہے۔ خاتم النّبیین کے دو تقاضے تو خود مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی علیہ الرحمۃ کو بھی مسلّم ہیں۔

اوّل خاتمیت مرتبی جس کا مفہوم یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مُہر نبوّت کے فیض سے نبی پیدا ہو سکتا ہے۔

دوم خاتمیت زمانی جس کا مفہوم یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے

کے بعد کوئی شارع اور مستقل نبی نہیں آسکتا۔ پس ہم احمدی اس عقیدہ کے قائل نہیں جو خالد محمود صاحب نے ہماری طرف منسوب کیا ہے کہ نبوّت کی منظوری آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دیتے ہیں۔ ہمارا عقیدہ صرف یہ ہے کہ خاتم النبیین کی پیروی اور افاضہ رُوحانیہ سے اُمّتی کو مقام نبوّت مل سکتا ہے۔

خالد محمود صاحب کی بدگمانی

مولوی خالد محمود صاحب حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی دو عبارتیں پیش کرتے ہیں:-

(ا) "میری دعوت کی مشکلات میں سے ایک رسالت، ایک وحی اور ایک مسیح موعود کا دعوے تھا"

(ب) "قوم پر اس قدر امید بھی نہ تھی کہ وہ اس امر کو تسلیم کرسکیں کہ بعد زمانۂ نبوت وحی غیر تشریعی کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا۔ اور قیامت تک باقی ہے۔ (نصرۃ الحق صفحہ ۵۳)"

یہ عبارات پیش کرنے کے بعد خالد محمود صاحب لکھتے ہیں:-

"انہی مشکلات میں گھرے ہوئے وہ مسیح موعود کا دعویٰ کرنے اور محض مثیل مسیح کے دعویٰ سے بچنے کے لئے حکیم نورالدین سے مشورۃً خط و کتابت کر رہے ہیں۔ ایک خط میں حکیم صاحب کو لکھتے ہیں۔ جو کچھ آنمخدوم نے تحریر فرمایا ہے اگر دمشقی حدیث کے مصداق کو علیحدہ چھوڑ کر الگ مثیل مسیح کا دعویٰ ظاہر کیا جائے تو اس میں کیا حرج ہے درحقیقت اس عاجز کو مثیل مسیح بننے کی حاجت نہیں۔ (مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۲ صفحہ ۸۴، ۸۵) (عقیدۃ الامۃ صفحہ ۳۰/۳۱)

یہ اقتباس درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں:-

"بھلا جو افراد کہ یہ خدا کے فرستادہ ہوتے ہیں وہ دوسروں سے پُوچھ پُوچھ کر اپنے مُریدوں سے مشورے لے لے کر اپنے دعووں کی عمارت تعمیر کرتے ہیں۔ آسمانی دعوے کوئی سازش نہیں ہوتے جن کے لئے باہم راز و نیاز کی خط و کتابت ہو رہی ہے"

(عقیدۃ الاُمّت صفحہ ۳۰، ۳۱)

اس عبارت میں خالد محمود صاحب نے بے پَر کی اُڑائی ہے بیشک حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے دعویٰ رسالت۔ وحی اور مسیح موعود میں مشکلات تھیں مگر آپ نے کسی کے مشورہ سے یہ دعویٰ نہیں کیا اور نہ مثیل مسیح کے دعوے سے بچنے کے لئے حضرت مولوی نورالدین رضی اللہ عنہ کو کوئی خط لکھا ہے۔ مثیل مسیح کے دعوے سے بچنے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ دعویٰ تو آپ کا مسیح موعود کے دعوے سے پہلے بھی تھا اور مسیح موعود کے دعویٰ کا بھی یہی مفہوم ہے کہ آپ مثیل مسیح ہیں۔ مولوی نورالدین صاحبؓ از خود آپ کو گھبرا کر یہ مشورہ دے رہے ہیں کہ دمشقی حدیث کے انطباق کو الگ چھوڑ دیا جائے اور اس کے بغیر ہی مثیل مسیح کا دعویٰ ظاہر کیا جائے یہ تحریر اس وقت کی ہے جبکہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ مثیل مسیح اور مسیح موعود کا دعوےٰ کر چکے تھے۔ پس مثیل مسیح کے دعوے سے بچنے کی آپ کو کوئی ضرورت نہ تھی۔ اس خط میں تو آپ نے اپنی بے نفسی بیان فرمائی ہے کہ آپ کو مثیل مسیح بننے کی کوئی حاجت نہ تھی۔ گویا اللہ تعالیٰ نے خود آپ کو گوشۂ گمنامی سے باہر نکالا اور یہ دعویٰ کرایا۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ مولوی خالد محمود صاحب نے حقیقت کو چھپانے

کے لئے تحریف سے کام لے کر مکتوب کا اگلا حصّہ درج نہیں کیا۔ حالانکہ (درحقیقت اس عاجز کو مثیل مسیح بننے کی کچھ حاجت نہیں) کے آگے حضرت اقدس تحریر فرماتے ہیں:-

"یہ بننا چاہتا ہے کہ خدا تعالےٰ اپنے عاجز اور مطیع بندوں میں داخل کر دے۔ لیکن ہم ابتلاء سے کسی طرح بھاگ نہیں سکتے۔ خدا تعالیٰ نے ترقیات کا ذریعہ صرف ابتلاء کو ہی رکھا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْا اَنْ یَّقُوْلُوْا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ"

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ گو حضرت مولوی نورالدین صاحب نے ایک حدیث کے بارے میں کچھ گھبرا کر یہ مشورہ دیا کہ اسے اپنے دعوے سے متعلق قرار نہ دیا جائے۔ کیونکہ اس میں ان کے نزدیک لوگوں کے لئے ابتلاء کا خطرہ تھا۔ مگر حضرت بانی سلسلہ احمدیہ ایسے جری تھے کہ انہوں نے اس بارہ میں حضرت مولوی نورالدین صاحب رض کا مشورہ بالکل قبول نہیں کیا۔ بلکہ یہ شاندار مومنانہ اور مصلحانہ جواب دیا کہ ہم ابتلاء سے بھاگ نہیں سکتے اور حضرت مولوی نورالدین صاحب کو تسلی دی کہ ابتلاء تو ترقیات کا ذریعہ ہوتا ہے اور اس امر کو قرآن مجید سے ثابت کیا۔

واضح رہے کہ یہ مکتوب ۱۸۹۱ء کا ہے۔ مثیل مسیح کا دعویٰ آپ اس سے بہت پہلے براہین احمدیہ میں کر چکے تھے۔ ۱۸۹۱ء میں آپ پر الہام ہوا:-

"مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو گیا ہے اور اس کے رنگ میں خدا کے وعدہ کے موافق تُو آیا ہے" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۶۲)

اس الہام سے حضرت اقدس پر یہ انکشاف ہو گیا کہ آپ کو بطور مثیل مسیح اُمّت کا مسیح موعود قرار دیا گیا ہے۔ جب حضرت مولوی نورالدین صاحب کو اس

دعویٰ کا علم ہوا۔ تو اس پر آپ نے از خود دمشقی حدیث کو اپنے متعلق قرار نہ دینے کا مشورہ دیا تا لوگ ابتلاء میں نہ پڑیں۔

پس جب مکتوب کے آخری فقرات سے صاف ظاہر تھا کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے حضرت مولوی نورالدین صاحب کا اس بارہ میں کوئی مشورہ قبول نہیں کیا تو خالد محمود صاحب کا یہ تاثر دینا کہ آپ نے مُریدوں سے پوچھ پوچھ کر دعویٰ کیا تھا اور اس میں کوئی سازش موجود تھی سراسر بے پَر کی اُڑانا ہے۔

مولوی خالد محمود صاحب کو واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ کہ بعض ظن گناہ ہوتے ہیں۔ خدا تعالےٰ آپ کو اس عاشقِ خدا اور رسُول صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق بدظنّی سے بچائے۔

مولوی خالد محمود صاحب کی انقطاع نبوّت کے متعلق پیشکردہ احادیث

مولوی خالد محمود صاحب نے اپنی کتاب عقیدۃ الامت میں انقطاع نبوت کے بارہ میں جو احادیث نبویّہ پیش کی ہیں وہ سب ہمیں مسلّم ہیں۔ مگر علمائے اُمت کے نزدیک وہ احادیث تشریعی اور مستقل نبی کے انقطاع سے تعلق رکھتی ہیں نہ کہ امتی نبی کے انقطاع سے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کا دعویٰ یہ ہے کہ آپ ایک پہلو سے نبی ہیں اور ایک پہلو سے اُمتی۔ امتی نبی کی آمد کی نفی کسی حدیث سے نہیں ہوتی۔

پہلی حدیث۔ پہلی حدیث خالد محمود صاحب نے یہ پیش کی ہے کہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:۔

اِنَّهٗ سَیَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ ثَلَاثُوْنَ کَذَّابُوْنَ کُلُّهُمْ یَزْعَمُ

اَنَّہٗ نَبِیٌّ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ

ترجمہ۔ تحقیق میری اُمّت میں تیس کذّاب ہوں گے۔ ہر ایک اُن میں سے نبی ہونے کا دعویٰ کرے گا اور میں خاتم النّبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

فقہ حنفیہ کے جلیل القدر امام علی القاری علیہ الرحمۃ حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کی تشریح میں لکھتے ہیں:۔

"وَرَدَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ مَعْنَاہُ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ لَا یَحْدُثُ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ بِشَرْعٍ یَنْسَخُ شَرْعَہٗ"

(الاشاعۃ فی اشراط الساعۃ صـ۲۲۶)

یہی مضمون اقتراب الساعۃ کے صفحہ ۱۶۲ میں یوں مذکور ہے:۔

"لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ آیا ہے جس کے معنی نزدیک اہل علم کے یہ ہیں کہ کوئی نبی شرع ناسخ نہیں لائے گا"

پھر حضرت امام علی القاری خاتم النبیین کے معنیٰ یہ بیان فرماتے ہیں:۔

"اَلْمَعْنٰی اَنَّہٗ لَا یَأْتِیْ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ یَنْسَخُ مِلَّتَہٗ وَلَمْ یَکُنْ مِنْ اُمَّتِہٖ" (موضوعات کبیر صـ۵۹)

یعنی خاتم النّبیین کے معنیٰ یہ ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں ہو سکتا جو آپ کے دین کو منسوخ کرے اور آپ کی اُمّت میں سے نہ ہو۔

گویا اُمّت کے اندر ایسے نبی کا آنا جو ناسخ شریعِ محمدیہ نہ ہو آیت خاتم النّبیین اور حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے خلاف نہیں۔ پس اُمّت میں سے جن کذّاب دجّال

مدعیان نبوّت کا ذکر حدیث بالا میں ہے اُن سے وہی مدّعیان نبوت مراد ہیں جو تشریعی اور مستقلہ نبوت کا دعویٰ کرنے والے تھے۔ اُمّت محمدیہ کا مسیح موعود تو اُمتی نبی ہے نہ کہ صرف نبی۔ وہ تو ان دجّالوں میں خالد محمود صاحب کے نزدیک بھی شمار نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے کہ وہ نہ تشریعی نبی ہے نہ مستقل نبی بلکہ اُمتی نبی ہے۔ پس مسیح موعود کے لئے امت محمدیہ میں ایک جدید قسم کی نبوت کا وجود میں آنا انہیں مسلّم ہے جو نیا اُمّتی نبی پیدا ہونے کے مترادف ہے۔

بے شک اس حدیث میں خاتم النّبیین کے معنے آخری نبی مراد ہیں مگر جیسا کہ امام علی القاری علیہ الرحمۃ نے بیان فرمایا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تشریعی اور مستقل انبیاء میں سے آخری نبی ہیں۔ غیر تشریعی امتی نبی کا آنا اُن کے نزدیک آیت خاتم النّبیین کے منافی نہیں۔

مولوی خالد محمود صاحب کی چالاکی

خالد محمود صاحب لکھتے ہیں :-

"مرزا صاحب کی اپنی تصریح کے مطابق ضروری ہے کہ دجّال کسی نبیٔ برحق کا تابع ہو کر پھر سچ کے ساتھ باطل کو ملاوے پس جبکہ حضور ایسے تیس ۳۰ مدّعیان نبوت کے غلط دعووں کو اپنی ختم نبوت سے متصادم قرار دے رہے ہیں تو واضح ہو گیا کہ حضور کے خاتم النّبیین ہونے کا مطلب یہی ہے کہ آپ کے بعد کوئی تابع شریعت محمدیہ نبی بھی ہرگز پیدا نہ ہوگا اور جو اس طرح اُمتی نبی ہونے کا دعویٰ کرے وہ خبر صادق کی رُو سے دجّال اور کذّاب قرار دیا جائے گا" (عقیدۃ الامّت صفحہ ۳۸، ۳۹)

الجواب اس پر ہمارا سوال ہے کہ کیا خالد محمود صاحب ایک بھی مثال ایسی پیش کر سکتے ہیں کہ ان تیس۳۰ جھوٹے مدّعیان نبوت میں سے کسی نے اُمتی نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے ؟ ہرگز نہیں۔

دوم چونکہ مولوی خالد محمود صاحب خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اُمتی نبی کی صورت میں آنے کے قائل ہیں۔پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ایک نئی قسم کی نبوت کے معرض وجود میں آنے کے تو وہ خود قائل ہیں۔ لہٰذا حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ کے اُمّتی نبی ہونے کے دعویٰ پر انہیں اعتراض کا کوئی حق نہیں۔کیونکہ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے آنے والے مسیح موعود کو نبی بھی قرار دیا ہے اور اُمّتی بھی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ لہٰذا اس موعود نبی کا اُمّت میں پیدا ہونا ضروری ہوا نہ کہ مسیح موعود علیہ السلام کو نبی قرار دینے والی حدیثوں اور آیت خاتم النّبیین کے منافی۔

رہی یہ بات کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے دجّال کے معنی کسی نبی برحق کے تابع ہو کر پھر سچ کے ساتھ باطل کو ملانے والا قرار دیا ہے اور یہ کہ اسی طرح کرمانی شرح بخاری میں دجّالون کے معنی یُخَلِّطُوْنَ بَیْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ بیان ہوئے ہیں۔ (عقیدۃ الامۃ ص۳۸) سو حق کے ساتھ باطل کو ملانا تشریعی نبوت کا دعویٰ ہی ہوا اور سراسر حق کو پیش کرنے والا جو ایک پہلو سے نبی ہو اور دوسرے پہلو سے اُمّتی دجّال قرار ہی نہیں پا سکتا۔

امام علی القاریؒ نے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد امتی نبی کو خاتم النّبیین کے معنوں کے منافی قرار نہیں دیا اور حدیث لا نبی

بَعْدِیْ کے معنی یہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی ناسخ شریعت نبی پیدا نہیں ہوگا۔ پس حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا دعویٰ نہ خاتم النبیین کے کے ان معنیٰ کے منافی ہے اور نہ حدیث لَانَبِیَّ بَعْدِیْ کے ان معنیٰ کے منافی۔

پس حدیث زیر بحث سَیَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ ثَلٰثُوْنَ کَذَّابُوْنَ دَجَّالُوْنَ کُلُّھُمْ یَزْعَمُ اَنَّہٗ نَبِیٌّ کا مفہوم یہ ہوا کہ اُمّتِ محمدیہ میں سے تیس۳۰ ایسے کذّاب دجّال پیدا ہوں گے جو صرف نبی کا دعوٰے کریں گے نہ کہ اُمّتی نبی کا۔ اور صرف نبی یا تو تشریعی نبی کہلاتا رہا ہے یا مستقل نبی۔ پس تشریعی اور مستقلہ نبوت کا دعویٰ کرنے والے کو اس حدیث میں دجّال کذّاب قرار دیا گیا ہے۔

اس حدیث کے بالمعنی ایک اَور روایت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:-

"سَیَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ ثَلٰثُوْنَ کُلُّھُمْ یَزْعَمُ اَنَّہٗ نَبِیٌّ وَ اَنَّہٗ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہُ"

(نبراس شرح الشرح لعقائد نسفی صفحہ ۴۴۵)

ترجمہ "میری اُمّت میں تیس۳۰ آدمی ہوں گے ان میں سے ہر ایک نبوت کا دعوت کرے گا اور تحقیق میرے بعد کوئی نبی نہیں سوائے اس نبی کے جسے اللہ چاہے"

یہ روایت اگرچہ صحیح بخاری کے پایہ کی نہیں مگر صاحب نبراس کہتے ہیں "اِلَّا کا استثناء تسلیم کرنے کی صورت میں اس کا تعلق مسیح موعود سے ہے"

پس ہم بھی اس وقت تک مسیح موعود کو ہی نبی اللہ جانتے ہیں۔ وہ ان تیس۳۰

دجّالوں میں شامل نہیں ہو سکتا کیونکہ اسے خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نبی اللہ بھی قرار دیا ہے اور اپنا اُمتی بھی۔

اس حدیث کے معنوں کے متعلق نبراس کے حاشیہ میں لکھا ہے:۔

"وَالْمَعْنیٰ لَا نَبِیَّ بِنُبُوَّۃِ التَّشْرِیْعِ بَعْدِیْ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ انبیاء الاولیا (نبراس حاشیہ صفحہ ۴۴۵)

یعنی حدیث زیر بحث کے فقرہ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے معنیٰ یہ ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے بعد تشریعی نبوت کے ساتھ کوئی نبی نہیں ہوگا اور اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہ کے استثناء سے مُراد انبیاء الاولیاء ہیں یعنی وہ اولیاء جو امت میں سے مقام نبوت پانے والے ہیں۔

مولوی خالد محمود صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی کتاب "ایام الصلح" صفحہ ۴۴ سے ایک ادھورا حوالہ پیش کیا ہے کہ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ میں نفی عام ہے یہ عبارت دراصل الزامی رنگ میں ہے اور اس میں نبی کی یہ معروف تعریف مدنظر ہے کہ نبی وہ ہوتا ہے جو شریعت لائے یا بلا استفادہ کسی نبی کے خدا سے تعلق رکھے اور کسی دوسرے نبی کا اُمتی نہ کہلائے۔ اس معروف تعریف کے مطابق خاتم النّبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ مگر دوسرے مسلمان حضرت عیسیٰ کا آنا مانتے ہیں اور انہیں نبی بھی قرار دیتے ہیں۔ اس لئے حضرت مرزا صاحب بیان فرماتے ہیں:۔

"قرآن شریف میں مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کا تو کہیں بھی ذکر نہیں مگر ختم نبوت کا بکمال تصریح ذکر ہے۔ اور پُرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا

یہ شرارت ہے۔ نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے۔ اور حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ میں نفی عام ہے۔ پس یہ کس قدر جُرأت اور دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کر کے نصوص صریحہ قرآن کو عمداً چھوڑ دیا جائے اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جائے اور بعد اس کے جو وحی نبوت منقطع ہو چکی تھی پھر سلسلہ نبوت کا جاری کر دیا جائے۔ کیونکہ جس میں شان نبوت باقی ہے اس کی وحی بلاشبہ نبوت کی وحی ہوگی۔ افسوس یہ لوگ خیال نہیں کرتے کہ مُسلم اور بخاری میں فقرہ اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ اور اَمَّکُمْ مِنْکُمْ صاف طور پر موجود ہے۔ یہ جواب سوال مقدّر کا ہے۔ یعنی جبکہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم میں مسیح ابن مریم حکم عدل ہو کر آئے گا تو بعض لوگوں کو یہ وسوسہ دامنگیر ہو سکتا تھا کہ پھر ختم نبوت کیونکر رہے گا۔ اس کے جواب میں ارشاد ہوا کہ وہ تم میں سے ایک اُمّتی ہوگا اور بروز کے طور پر مسیح بھی کہلائے گا

(ایام الصلح صفحہ ۱۴۶)

اس پر حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں:-

"اگر حدیث میں یہ مقصود ہوتا کہ عیسٰی باوجود نبی ہونے کے پھر امتی بن جائے گا تو حدیث کے لفظ یوں ہونے چاہئیں

"اِمَامُکُمُ الَّذِیْ یَصِیْرُ مِنْ اُمَّتِیْ بَعْدَ نُبُوَّتِہٖ (ص۱۴۷)

یعنی تمہارا امام جو نبوت کے بعد میری امت میں سے ہو جائے گا۔

ان عبارتوں سے ظاہر ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ حضرت عیسٰی علیہ السلام

کا جو مستقل نبی تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آنا محال قرار دے رہے ہیں اور حدیث لَانَبِیَّ بَعْدِیْ میں نفی عام قرار دیتے ہوئے یہ فرما رہے ہیں کہ نئے اور پُرانے کی تفریق شرارت ہے۔ گویا نہ کوئی پُرانا مستقل نبی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آسکتا ہے اور نہ کوئی نیا مستقل نبی۔ اس طرح آپ نے اپنے مخالفین کو اُن کی مسلّمہ تعریفِ نبوت کے لحاظ سے مُلزم ٹھیرایا ہے۔ اور اپنی اسی کتاب ایام الصلح کے صفحہ ۷۵ پر یہ بھی تحریر فرما دیا ہے۔

"یہ بھی یاد رہے کہ مُسلم میں مسیح موعود کے حق میں نبی کا لفظ بھی آیا ہے یعنی بطور مجاز اور استعارہ کے۔ اسی وجہ سے براہین احمدیہ میں بھی ایسے الفاظ خدا تعالٰے کی طرف سے میرے حق میں ہیں۔ دیکھو ص<u>۴۹۸</u> میں یہ الہام:

"هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی

اس جگہ رسُول سے مُراد یہ عاجز ہے۔

اور پھر دیکھو صفحہ ۵۰۴ براہین احمدیہ میں

"جَرِیُّ اللّٰهِ فِیْ حُلَلِ الْاَنْبِیَاءِ"

جس کا ترجمہ یہ ہے خدا کا رسول نبیوں کے لباس میں۔

<u>اس الہام میں میرا نام رسول بھی رکھا گیا اور نبی بھی</u>۔ پس جس شخص کے خود خدا نے یہ نام رکھے ہوں اُن کو عوام میں سے سمجھنا کمال درجہ کی شوخی ہے"

اور صفحہ ۷۴ میں تحریر فرماتے ہیں :-

"اسلام میں اس نبوت کا دروازہ تو بند ہے جو اپنا سکّہ جماتی ہو۔ (یعنی مستقلہ نبوت کا دروازہ۔ ناقل) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ اور حدیث میں لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔ اور باایں ہمہ حضرت مسیح کی وفات نصوصِ قطعیہ سے ثابت ہو چکی۔ لہٰذا ان کے دوبارہ دُنیا میں آنے کی امید طمعِ خام۔ اور اگر کوئی اَور نبی نیا یا پُرانا آوے (یعنی ایسا نبی جو بوجہ مستقلہ نبوت کا مدّعی ہونے کے اپنا سکّہ جمانا چاہتا ہو ناقل) تو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کیونکر خاتم الانبیاء رہے"

ان عبارتوں سے صاف ظاہر ہے کہ حدیث لا نبی بعدی میں لفظ نبی کو حضرت مرزا صاحب نے مستقل نبی کے مفہوم میں لے کر حدیث میں نبی کی نفی عام قرار دی ہے۔ لیکن امّت کے کسی ولی کا نام نبی اور رسُول رکھا جانا آپ کے نزدیک آیت خاتم النبیین اور حدیث لا نبی بعدی کے خلاف نہیں۔

اس جگہ یہ نبوت خاتم النبیین کا فیض ہونے کی وجہ سے معروف تعریف نبوت کے بالمقابل مجازاً اور استعارہ قرار دی گئی ہے۔ ایام الصلح کی یہ عبارتیں تبدیلیٔ عقیدہ سے پہلے کی ہیں

دوسری حدیث

دوسری حدیث خالد محمود صاحب نے انقطاع نبوت کے ثبوت میں وہ پیش کی ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے غزوہ تبوک پر جانے کے بعد آپ نے اس وقت بیان فرمائی جبکہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیچھے چھوڑا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور سے عرض کیا کہ کیا آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑ چلے ہیں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَمَا تَرْضٰى اَنْ تَكُوْنَ مِنِّىْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى اِلَّا اَنَّهٗ لَا نُبُوَّةَ بَعْدِیْ (صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۸)

یعنی اے علی کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون علیہ السلام کو موسٰی علیہ السلام کے ساتھ تھی لیکن میرے بعد کوئی نبوت باقی نہیں۔

الا اَنَّهٗ لَيْسَ نَبِیٌّ بَعْدِیْ (صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۳۲)

یہ حدیثیں اور ان کا مندرجہ بالا ترجمہ درج کر کے خالد محمود صاحب لکھتے ہیں:-

"اب یہ تو ظاہر ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام شریعت جدیدہ والے نبی نہ تھے بلکہ حضرت موسٰی کی شریعت کے ماتحت تھے۔ ان کے ذکر کے بعد آپ کا لانبی بعدی فرمانا اس امر کی بیّن دلیل ہے کہ حدیث لانبی بعدی کے معنٰی یہی ہیں کہ میرے بعد کوئی اُمتی نبی بھی نہیں آئے گا" (عقیدۃ الامت صفحہ ۳۹، ۴۰)

الجواب پُرانے بزرگوں نے تو لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ سے یہی استدلال کیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ناسخ شریعت محمدیہ یعنی جدید شریعت لانے والا نبی نہیں آسکتا۔ لیکن خالد محمود صاحب کا استدلال اگر درست سمجھا جائے کہ اس حدیث کی رُو سے اُمتی نبی کے آنے کی بھی نفی ہے تو پھر وہ بتائیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام بطور اُمتی نبی کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اس حدیث کی موجودگی میں کیسے آسکتے ہیں؟ حالانکہ یہ ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اُمتی بھی ہوں گے اور نبی بھی۔ چونکہ

وہ حضرت عیسیٰؑ کا آنا بطور اُمتی نبی کے ممتنع قرار نہیں دیتے۔ اس لئے ان کا اس حدیث سے یہ استدلال باطل ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہیں کہ میرے بعد اُمتی نبی بھی نہیں آسکتا۔

واضح ہو کہ اس حدیث میں آیندہ کے لئے تا قیامت امتی نبی کی نفی بیان کرنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مقصود ہی نہیں بلکہ صرف یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ آپ کی غزوۂ تبوک میں شمولیت کے زمانہ میں آپ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ہارونؑ کی طرح آپ کے خلیفہ تو ہوں گے مگر نبی نہ ہوں گے نہ تشریعی نبی نہ غیر تشریعی نبی۔ چنانچہ ایک دوسری روایت میں غَیْرَ اَنَّکَ لَسْتَ نَبِیًّا کے الفاظ وارد ہیں یعنی اے علی مگر تو نبی نہیں۔

(طبقات سعد جلد ۵ صفحہ ۱۵ ۔ مسند احمد حنبل)

پس ان حدیثوں میں یہ بتانا مقصود ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ غیر تشریعی نبی کی حیثیت بھی نہیں رکھیں گے۔ ان حدیثوں کا یہ منشاء ہرگز نہیں کہ قیامت تک غیر تشریعی اُمتی نبی کی آمد کی نفی مقصود ہے۔

یاد رہے کہ حضرت ہارونؑ غیر تشریعی مستقل نبی تھے۔ لہٰذا اگر مولوی خالد محمود صاحب لا نبی بعدی میں قیامت تک کے لئے بعدیت زمانی مراد لیں تو پھر بھی غیر تشریعی مستقل نبی کی نفی مراد ہوگی نہ کہ اُمتی نبی کی نفی۔ مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ اس حدیث میں بعدیت زمانی مراد ہی نہیں۔ بلکہ بعد کا لفظ اس جگہ سوا کے معنوں میں آیا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کی تشریح! چنانچہ اس حدیث کی تشریح میں حضر

شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی جو اپنے زمانہ کے مجدّد تھے، تحریر فرماتے ہیں:۔

"باید دانست کہ مدلولِ ایں حدیث نیست الّا استخلافِ علی بر مدینہ در غزوۂ تبوک و تشبیہ دادن ایں استخلاف باستخلافِ موسیٰ ہارون را در وقتِ سفر خود بجانب طور و معنی بَعْدِیْ اینجا غیری است چنانچہ در آیت فَمَنْ یَّهْدِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ گفتہ اند نہ بعدیتِ زمانی۔"

(قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین صفحہ ۲۰۶)

ترجمہ:۔ جاننا چاہیئے کہ اس حدیث کا مدلول صرف غزوۂ تبوک میں حضرت علیؓ کا مدینہ میں نائب یا مقامی امیر بنایا جانا اور حضرت ہارونؑ سے تشبیہ دیا جانا ہے جبکہ موسیٰؑ نے طور کی جانب سفر کیا اور بعدی کے معنی اس جگہ غیری (میرے سوا کوئی نبی نہیں) ہیں، نہ بعدیت زمانی جیسا کہ آیت فَمَنْ یَّهْدِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ میں کہتے ہیں کہ بعد اللہ کے معنی اللہ کے سوا ہیں۔

پس معنی یہ ہوئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے غزوۂ تبوک میں جانے اور اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کرنے پر میرے سوا کوئی نبی نہیں۔

پھر بعدیت زمانی مراد نہ ہونے کے متعلق یہ دلیل دیتے ہیں:۔

"زیرا کہ حضرت ہارون بعد حضرت موسیٰ نماندند تا ایشاں را بعدیتِ زمانہ ثابت بود و از حضرت مرتضیٰ آنرا استثناء کنند۔ پس حاصل ایں است کہ حضرت موسیٰ در ایام غیبتِ خود حضرت ہارون را خلیفہ ساخت و حضرت ہارون از اہل بیت حضرت موسیٰ بودند و جامع بودند در نیابت و اصالت

در نبوّت و حضرت مرتضیٰ مثل حضرت ہارون است در بودن از اہل بیت پیغمبر و در نیابتِ نبوت بحسبِ احکام متعلقہ بحکومتِ مدینہ نہ در اصالتِ نبوت۔" (قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین ص ۲۰۶)

ترجمہ۔ بعدیت زمانی اس لئے مراد نہیں کہ حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے بعد زندہ نہیں رہے تھے کہ حضرت علیؓ کے لئے بعدیت زمانی ثابت ہو اور حضرت علیؓ سے اس بعدیت کا استثناد کریں۔ پس حاصل مطلب یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے طور پر غیر حاضری کے زمانہ میں حضرت ہارونؑ کو اپنا خلیفہ بنایا اور حضرت ہارونؑ موسیٰؑ کے اہل بیت میں سے تھے اور خلافت اور نبوت مستقلہ دونو کے جامع تھے اور حضرت علیؓ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل بیت میں سے تھے اور آپؐ کی نبوت میں ان احکام میں نائب تھے جو مدینہ منورہ کی حکومت سے متعلق تھے نہ کہ نبوت مستقلہ میں"

پس اس حدیث میں لا نبی بعدی کے معنی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے نزدیک یہ ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے علیؓ تو غزوۂ تبوک پر میری غیر حاضری میں مدینہ کی حکومت کے انتظام کے لئے میرا خلیفہ ہے جس طرح حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے طور پہ جانے کے بعد ان کے خلیفہ تھے لیکن اس عرصہ غیر حاضری میں میرے سوا کوئی نبی نہیں۔

تیسری حدیث

تیسری حدیث مولوی خالد محمود صاحب نے انقطاع نبوت کے متعلق یہ پیش کی ہے کہ

كَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهٗ نَبِيٌّ وَاَنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَسَيَكُوْنُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُوْنَ قَالُوْا فَمَا تَأْمُرُنَا قَالَ فُوْا بِبَيْعَةِ الْاَوَّلِ فَالْاَوَّلِ

الحدیث (صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۹۱ - صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۸۶

و مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۲۹۷)

ترجمہ از خالد محمود صاحب :-

بنی اسرائیل کی سیاست خود اُن کے انبیاء کیا کرتے تھے۔ جب کسی نبی کی وفات ہو جاتی تو اللہ تعالیٰ کسی دوسرے نبی کو اس کے بعد بھیج دیتے۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ البتہ خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ آپ ان کے بارے میں کیا حکم دیتے ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ خلیفہ اول سے وفا کرو اور یکے بعد دیگرے ہر خلیفہ سے وفا کرنا (عقیدۃ الامۃ صفحہ ۴۰)

اس حدیث کا نتیجہ مولوی خالد محمود صاحب یہ بیان کرتے ہیں :-

" اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اس امت میں ایسے نبی نہیں ہونگے جیسے بنی اسرائیل کی سیاست کے لئے آتے تھے "

اس نتیجہ سے ہمیں اتفاق ہے۔ اس حدیث کے رُو سے اُمّت محمدیہ میں کوئی صاحب سیاست مستقل نبی آنے والا نہیں۔ اور اس حدیث کی روشنی میں اُمت محمدیہ کا مسیح موعود بھی جسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نبی اللہ بھی قرار دیا ہے اور اِمامکم منکم فرما کر اُمتی بھی قرار دیا ہے۔ اُمتی نبی تو ہونے

والا تھا مگر صاحب سیاست اور مستقل نبی نہیں۔

مولوی خالد محمود صاحب کا اس حدیث سے یہ مراد لینا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی اُمتی نبی بھی نہیں آئے گا (عقیدۃ الامۃ صفحہ ۴۱) ایک خیال باطل ہے۔ کیونکہ خود رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کو اپنے بعد نبی بھی قرار دیا ہے اور اُمتی بھی۔ پس یہ حدیث حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے خلاف پیش نہیں ہو سکتی جو مسیح موعود ہونے کے مدعی ہیں۔ مسیح موعود کو تو خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُمتی نبی قرار دیا ہے۔

چوتھی حدیث چوتھی حدیث مولوی خالد محمود صاحب نے انقطاع نبوت کے ثبوت میں یہ پیش کی ہے:۔

"مَثَلِیْ وَمَثَلُ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ قَبْلِیْ کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی بُنْیَانًا فَاَحْسَنَہٗ وَاَجْمَلَہٗ اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَۃٍ مِنْ زَاوِیَۃٍ مِّنْ زَوَایَاہُ فَجَعَلَ النَّاسُ یَطُوْفُوْنَ بِہٖ وَیُعْجِبُوْنَ مِنْہُ وَیَقُوْلُوْنَ ھَلَّا وُضِعَتْ ھٰذِہِ اللَّبِنَۃُ قَالَ فَاَنَا اللَّبِنَۃُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ" (صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۴۸۔ صحیح بخاری جلد ا صفحہ ۵۰۱۔ مسند احمد جلد صفحہ ۳۹۸ جامع ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۵۴)

ترجمہ:۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کسی شخص نے ایک گھر بنایا اور اس کو بہت آراستہ پیراستہ کیا مگر اس کے گوشوں میں سے ایک گوشہ میں ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی۔ پس لوگ اُسے دیکھنے آتے اور خوش ہوتے

اور کہتے کہ یہ ایک اینٹ بھی کیوں نہ رکھدی گئی۔ آپ نے فرمایا۔ میں وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النّبیین ہوں۔

علّامہ ابن حجر اس حدیث کی تشریح میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"اَلْمُرَادُ هِنَا النَّظْرُ اِلَى الْاَكْمَلِ بِالنِّسْبَةِ اِلَى الشَّرِيْعَةِ الْمُحَمَّدِيَةِ مَعَ مَامَضٰى مِنَ الشَّرَائِعِ الْكَامِلَةِ

یعنی مراد اس تکمیل عمارت سے یہ ہے کہ شریعت محمدیہ پہلے گذری ہوئی کامل شریعتوں کی نسبت اکمل شریعت ہے۔

پس اس لحاظ سے خاتم النّبیین کے معنی یہ ہوئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تمام سابقہ نبیوں کی شریعتوں کے مقابلہ میں اکمل شریعت لانیوالے نبی ہیں۔

علّامہ ابن خلدون اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:۔

"فَيُفَسِّرُوْنَ خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ بِاللَّبِنَةِ حَتّٰى اَكْمَلَتِ الْبُنْيَانَ وَمَعْنَاهُ النَّبِيُّ الَّذِىْ حَصَلَتْ لَهُ النُّبُوَّةُ الْكَامِلَةُ" (مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۲۷۱)

یعنی صوفیاء کرام خاتم النّبیین کی تفسیر اینٹ سے بیان کرتے ہیں۔ یہانتک کہ اس اینٹ نے عمارت کو مکمل کر دیا۔ معنی اس کے وہ نبی ہیں جس کو نبوت کاملہ حاصل ہوئی۔

مولوی خالد محمود صاحب لکھتے ہیں:۔

"قصر نبوت میں وہ انبیاء بھی شامل ہیں جن پر شرائع کا دار و مدار ہے اور وہ بھی (تبو۔ ناقل) دوسرے انبیاء کی شرائع کی رونق ہیں یعنی امتی نبی

کیونکہ حضور نے اُسے جس محل سے تشبیہ دی ہے۔ اس کی بھی دونو چیزوں کا ذکر فرمایا۔ مکان کی بنا (بَنٰی بنیاناً) اور اس کی تزئین (فاحسنه واجمله) اور حضور اس ساری تعمیر کی آخری اینٹ ہیں۔ اور اس معنے کے لئے آپ نے آخر میں فرمایا میں خاتم النّبیین ہوں" یہ لکھنے کے بعد نتیجہ نکالتے ہیں کہ

"حضور کے نزدیک اس کے معنی یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ نہ شریعت جدیدہ والا نہ امتی نبی"

یہ نتیجہ اس لئے باطل ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد مسیح موعود کی آمد کی خبر دی ہے اور اسے اُمتی اور نبی قرار دیا ہے۔ بیشک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وہ نبی ہیں جن کی آمد پر پوری طرح شریعت کی تکمیل ہوگئی ہے لیکن اس عمارت کی نگرانی کے لئے آخری زمانہ میں مسیح موعود نبی اللہ کا بھیجا جانا مقدر ہوا۔ اسی لئے اس حدیث میں تمثیل پہلے نبیوں کے لحاظ سے دی گئی ہے جس پر مَثَلِیْ وَمَثَلُ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ قَبْلِیْ کے الفاظ روشن دلیل ہیں۔ اور پہلے گذرے ہوئے تشریعی اور مستقل انبیاء کے لحاظ سے ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النّبیین بمعنی آخری اینٹ قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شارع اور مستقل نبی نہیں آسکتا۔

اسی لئے امام علی القاری علیہ الرحمۃ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النّبیین السابقین قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۵۶۴ سابق انبیاء یا تشریعی تھے یا غیر تشریعی مستقل نبی۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

کے بعد آپ کے خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے نہ تو کوئی تشریعی نبی آسکتا اور نہ غیر تشریعی مستقل نبی کیونکہ خاتم النبیین کے معنی امام ملا علی القاری علیہ الرحمۃ نے یہ بیان فرمائے ہیں :-

"اَلْمَعْنٰی اَنَّہٗ لَا یَاْتِیْ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ یَنْسَخُ مِلَّتَہٗ وَلَمْ یَکُنْ مِّنْ اُمَّتِہٖ" (موضوعات کبیر صفحہ ۵۸-۵۹)

یعنی خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو آپ کی ملت کو منسوخ کرے اور آپ کی امت میں سے نہ ہو

پس جب امتی نبی کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آنا آپ کے خاتم النبیین ہونے کے منافی ہی نہیں تو مولوی خالد محمود صاحب کا امتی نبوت کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد انقطاع کا اس حدیث سے استدلال درست نہ ہوا۔

پانچویں حدیث

پانچویں حدیث خالد محمود صاحب نے یہ پیش کی ہے کہ "حضرت ابوہریرہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور نے ارشاد فرمایا۔ فُضِّلْتُ عَلَی الْاَنْبِیَاءِ بِسِتٍّ اُعْطِیْتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَاُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَائِمُ وَجُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطُهُوْرًا وَّاُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً وَخُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ" (عقیدۃ الامۃ صفحہ ۴۳)

ترجمہ : مجھے تمام انبیاء پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی ۔ مجھے[۱] جوامع الکلم عطا ہوئے ۔ میری[۲] مدد مجھے رعب عطا کر کے کی گئی ۔ مال[۳] غنیمت میری

شریعت میں حلال کیا گیا۔ میرے لئے ساری زمین مسجد اور سامانِ تیمم بنائی گئی۔ میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا اور تمام سابقہ انبیاء نے میرے ذریعہ تصدیق پائی اور ظہور میں آئے۔

اس کے متعلق مولوی خالد محمود صاحب لکھتے ہیں:۔

"اگر خُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ کا یہ معنی کیا جائے کہ مجھ پر شریعت جدیدہ لانے والے نبیوں کا سلسلہ ختم ہو گیا تو حدیث کے پہلے حصہ کے ساتھ یہ کلام بالکل بے معنی ہو جائے گا نہ کوئی ربط رہے گا نہ کوئی مناسبت"

الجواب خُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ کے لازم المعنیٰ بیشک یہ بھی ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم شریعت جدیدہ لانے والے نبیوں میں سے آخری ہیں۔ مگر جیسا کہ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی نے بیان فرمایا ہے۔ اس کے اصل معنیٰ یہ ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم موصوف بہ وصفِ نبوت بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بہ وصفِ نبوت بالعرض۔ اوروں کی نبوّت آپؐ کا فیض ہے مگر آپؐ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں۔ اسی طرح آپ پر سلسلہ نبوت مختتم ہو جاتا ہے۔ غرض جیسے آپ نبی اللہ ہیں ویسے ہی نبی الانبیاء بھی" (تحذیر الناس صفحہ ۳-۴)

اور خاتم النبیین کی تشریح میں فرماتے ہیں:۔

"خاتم بالقاء کا اثر مختوم علیہ پر اس طرح ہوا ہے جس طرح بالذات کا اثر بالعرض پر"

ان معنوں کو خاتمیت مرتبی قرار دیا گیا ہے۔ پس خُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ کے

الفاظ میں خاتمیتِ مرتبی اور زمانی دونو مراد ہیں۔ چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم شارع نبی تھے۔ اس لئے آپ کی خاتمیتِ زمانی بھی شارع نبی کی حیثیت میں ہے اسی لئے آپ کے بعد مسیح موعود کا امتی نبی کی حیثیت میں آنا مقدّر ہوا۔

خاتمیتِ مرتبی سے ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے افضل قرار پاتے ہیں۔ اور چونکہ تمام انبیاء سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا افضل ہونا بیان کرنا اس حدیث میں مقصود ہے۔ لہٰذا خاتمیتِ مرتبی کے معنوں کو نظر انداز کرنا درست نہیں۔ اسی لئے حضرت مولوی محمد قاسم صاحب علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:۔

"عوام کے خیال میں تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدّم و تاخّر زمانی میں بالذّات کوئی فضیلت نہیں۔ پھر مقامِ مدح میں وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖن فرمانا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے" (تحذیر الناس صفحہ ۳)

نیز تحریر فرماتے ہیں:۔

" تاخّر زمانی افضلیت کے لئے موضوع نہیں۔ افضلیت کو مستلزم نہیں۔ افضلیت کو اس سے بالذّات کچھ علاقہ نہیں"

(مناظرہ عجیبہ صفحہ ۴۹)

پھر خاتمیتِ مرتبی کا مفہوم یہ لکھا ہے:۔

"جیسا کہ خاتم بہ فتح تار کا اثر اور فعل مختوم علیہ پر ہوتا ہے۔ ایسے ہی موصوف بالذّات کا اثر موصوف بالعرض میں ہوگا" (تحذیر الناس صفحہ ۴

پس زیر بحث حدیث میں خاتمیت زمانی یا تأخر زمانی علی الاطلاق مراد نہیں لیا جا سکتا۔ بلکہ اس قسم کا تأخر مراد ہو سکتا ہے جو خاتمیت مرتبی کے معنی کے ساتھ جمع ہو سکے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بالذات انبیاء سے افضل ہونے پر دلالت میں روک نہ بنے کیونکہ اس حدیث میں خُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ کے الفاظ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء علیہم السلام پر اپنے افضل ہونے کا موجب قرار دیا ہے۔ جس طرح پانچ پہلی باتوں کو انبیاء سے اپنے افضل ہونے کا موجب قرار دیا ہے۔

پس خاتمیتِ مرتبی ان پہلی باتوں سے پورا ربط اور مناسبت رکھتی ہے۔ اور خاتمیت زمانی آخری شارع نبی کے معنوں میں ان معنی کو لازم ہے۔

مولوی خالد محمود صاحب کو اس جگہ یہ شُبہ پیدا ہوا ہے کہ جب پہلی پانچ باتوں میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے علی الاطلاق افضل ہیں۔ تو اس چھٹی بات میں بھی علی الاطلاق افضل ہوئے۔ چنانچہ وہ اپنا یہ شُبہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں :-

"اب یہ تو ظاہر ہے کہ پچھلی پانچ فضیلتیں جس طرح آپ کو شریعت جدیدہ والے نبیوں پر حاصل ہیں بطریقِ اولیٰ شریعتِ سابقہ کے اُمتی نبیوں پر بھی حاصل ہیں۔ اور نبی کریمؐ ان فضائل میں افضل علی الاطلاق ہیں۔ جن میں انبیاء کے تشریعی اور غیر تشریعی ہونے میں کوئی تفریق نہیں۔ پس لازم آیا کہ چھٹی فضیلت بھی ایسی نوع کی ہو۔ یعنی آپ پر اُن سب انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے"

(عقیدۃ الامت صفحہ ۴۳ و ۴۴)

شبہ کا ازالہ اس شبہ کے جواب میں عرض ہے کہ بیشک پہلی پانچ صفات میں جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم علی الاطلاق تمام انبیاء سے افضل ہیں خواہ تشریعی ہوں یا غیر تشریعی۔ اسی طرح خاتم النبیین کے مفہوم خاتمیت مرتبی کے لحاظ سے بھی تمام انبیاء سے علی الاطلاق افضل ہیں خواہ وہ پہلے ہوں یا پیچھے آنے والے۔ خاتمیت زمانی کا تو بقول مولوی محمد قاسم صاحب افضلیت سے کوئی علاقہ ہی نہیں۔ اور خاتمیت مرتبی ہی خاتم النبیین کے حقیقی اور اصلی معنی ہیں جن کو خاتمیت زمانی اس صورت میں لازم ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آخری شارع نبی ہیں۔

البتہ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام دوبارہ نہیں آسکتے کیونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو علی الاطلاق تمام قوموں کے لئے نبی اور رسول قرار دیا گیا ہے جیسا کہ پانچویں وصف سے ظاہر ہے۔ اور حضرت عیسٰی علیہ السلام تو بقول مولوی خالد محمود صاحب مستقل اور تشریعی نبی تھے جن پر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اس لئے بھی فضیلت دی گئی کہ وہ ایک خاص قوم کی طرف رسول تھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ساری دنیا کے لئے رسول ہیں۔ اگر حضرت عیسٰی اپنی نبوت مستقلہ کے ساتھ دوبارہ آئیں تو اس سے ختم نبوت کی مہر بھی ٹوٹتی ہے جو اُن کی نبوت مستقلہ پر لگی ہوئی ہے اور مستقل نبی ہونے کی وجہ سے وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وصف اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً (میں تمام لوگوں کیطرف بھیجا گیا ہوں) میں شریک ہو جاتے ہیں اور اس امر میں کسی مستقل نبی کی شراکت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے محال ہے۔ اگر خالد محمود صاحب یہ کہیں کہ حضرت

عیسیٰؑ امتی نبی کی حیثیت میں آئیں گے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہوں گے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہونے کی وجہ سے وہ آپ کی نیابت میں ساری دنیا کے لئے بھیجے جائیں گے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں اصل اور خلیفہ کے فرق کی وجہ سے اشتراک لازم نہیں آئے گا۔ تو گویا انہوں نے تسلیم کر لیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت ان کی سابقہ نبوت سے مختلف قسم کی ہو گی اور وہ بعد نزول ایک نئی قسم کی نبوت کے حامل ہوں گے جس کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اُمتی ہونا ضروری ہے پس اگر یہ نئی قسم کی نبوت کسی پہلے نبی کو مل سکتی ہے تو ایک اُمتی بدرجہ اولیٰ اس مقام کو حاصل کر سکتا ہے۔ اور اصل بات تو یہ ہے کہ اُمتی ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کا مستحق ہے کیونکہ سُورۃ نور کی آیت استخلاف میں اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اُمتیوں سے ہی اس کا وعدہ فرمایا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

"وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ"

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ جو لوگ تم میں سے ایمان لاکر اعمال صالحہ بجا لائیں۔ ان کو زمین میں ضرور خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اُن لوگوں کو خلیفہ بنایا جو ان سے پہلے گذر چکے ہیں

اس آیت کی رُو سے جو اُمّتی بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہو اس کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے کہ وہ کسی پہلے گذرے ہوئے خلیفہ کا مثیل ہو اور

اس کے مشابہ ہو۔ پس پہلا کوئی خلیفہ یا نبی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہو کر نہیں آسکتا۔ بلکہ کسی پہلے کا مثیل ہی آسکتا ہے۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس آیت کی رُو سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہو ہی نہیں سکتے۔ البتہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں سے کوئی شخص آپ کا خلیفہ ہو کر اور حضرت عیسیٰؑ کا مثیل بن کر مسیح موعود ہو سکتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے معنیٰ

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ بھی جو اپنے زمانہ کے مجدّد تھے خَاتَمَ النَّبِیّٖن کے معنیٰ آخری شارع نبی ہی قرار دیتے ہیں نہ کہ آخری نبی علی الاطلاق چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں:-

"خُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ اَیْ لَا یُوْجَدُ مَنْ یَّاْمُرُہُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ بِالتَّشْرِیْعِ عَلَی النَّاسِ" (تفہیمات الٰہیہ صفحہ ۷۲)

یعنی خُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ سے یہ مُراد ہے کہ آئندہ کوئی ایسا شخص نہیں پایا جائے گا جس کو خدا شریعت دے کر لوگوں پر مامور کرے۔

گویا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آخری تشریعی نبی ہیں۔

اب ان معنوں کو مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کی طرح خاتمیت مرتبی کے ساتھ لازم قرار دیا جائے تو خاتمیت مرتبی کے واسطہ سے آخری شارع نبی کے معنیٰ بھی پہلی پانچ فضیلتوں سے مربوط ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ مرتبہ کے لحاظ سے خاتم وہی نبی ہو سکتا ہے جس کی شریعت بوجہ اکمل ہونے کے آخری ہو۔ فافہم فیہ النکتۃ

چھٹی حدیث

مولوی خالد محمود صاحب نے چھٹی حدیث انقطاع نبوت کے ثبوت میں یہ پیش کی ہے :-

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّۃِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ قَالُوْا وَ مَا الْمُبَشِّرَاتُ قَالَ الرُّؤْیَا الصَّالِحَۃُ "

(صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۳۵ بحوالہ عقیدۃ الامۃ صفحہ ۴۴)

یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سُنا کہ نبوت میں سے مبشّرات کے سوا کچھ باقی نہیں رہا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے صحابہ نے پوچھا۔ المبشرات کیا ہیں؟ آپؐ نے فرمایا۔ رویاء صالحہ۔

مولوی خالد محمود صاحب نے اس کا ترجمہ کیا ہے :-

" نبوت کا کوئی فرد مبشرات کے سوا باقی نہیں"

اُن کے اس ترجمہ سے ظاہر ہے کہ المبشرات بھی نبوت کا فرد ہیں جو منقطع نہیں۔ ہاں رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے عام مومنین کے پیش نظر مبشرات کو رویاء صالحہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ علامہ سندھی ابن ماجہ کے حواشی میں اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں :-

" اَلْمُرَادُ اَنَّھَا لَمْ تَبْقَ عَلَی الْعُمُوْمِ وَ اِلَّا فَالْاِلْھَامُ وَالْکَشْفُ لِلْاَوْلِیَاءِ مَوْجُوْدٌ "

(حاشیہ ابن ماجہ نمبر ۲ صفحہ ۲۳۲ مطبوعہ مصر)

یعنی مراد یہ ہے کہ علی العموم نبوت میں سے اچھے خواب باقی رہ گئے ہیں ورنہ اولیاء کے لئے الہام اور کشف کا دروازہ بھی کھلا ہے۔

امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :-

"وَقَدْ یَکُوْنُ وَحْیُ الْبَشَائِرِ اَیْضًا بِوَاسِطَۃِ مَلَکٍ" (الیواقیت والجواہر ۲ ص ۹۶)

یعنی کبھی مبشرات والی وحی بھی فرشتہ کے واسطہ سے ہوتی ہے

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :-

"اِنَّ کَلَامَہٗ سُبْحَانَہٗ تَعَالٰی لِلْبَشَرِ قَدْ یَکُوْنُ شِفَاھًا وَذٰلِکَ الْاَفْرَادُ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ وَقَدْ یَکُوْنُ لِبَعْضِ الْکُمَّلِ مِنْ مُتَابِعِیْھِمْ وَاِذَا کَثُرَ ھٰذَا الْقِسْمُ مَعَ وَاحِدٍ مِّنْھُمْ سُمِّیَ مُحَدَّثًا" (مکتوبات جلد ۲ صفحہ ۹۹ مکتوب ۵۲)

یعنی خدا تعالےٰ کبھی بالمشافہ کلام کرتا ہے اور یہ لوگ انبیاء ہوتے ہیں۔ اور کبھی اُن کے بعض کامل متبعین سے ایسا ہی کلام کرتا ہے۔ اور جب کسی سے وہ کثرت سے ایسا کلام کرتا ہے تو اس کا نام محدّث رکھا گیا ہے۔

واضح رہے کہ زیر بحث حدیث کی روشنی میں ہی مولوی حکیم محمد حسین صاحب مصنّف "غایت البرہان" لکھتے ہیں :-

"الغرض اصطلاح میں نبوت بہ خصوصیت الٰہیہ خبر دینے سے عبارت ہے۔ وہ دو قسم پر ہے۔ ایک نبوت تشریعی جو ختم ہو گئی۔ دوسری نبوت بمعنی "خبر دادن" وہ غیر منقطع ہے۔ پس اس کو مبشّرات کہتے

ہیں اپنے اقسام کے ساتھ۔ اس میں رویا بھی ہیں"

(کوکب الدری صفحہ ۱۴۷-۱۴۸)

ایک ضروری سوال

اس موقع پر ہمارا مولوی خالد محمود صاحب سے ایک ضروری سوال ہے جو یہ ہے کہ جب ان کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اقوام عالم کی اصلاح کے لئے نازل ہوں گے تو انہیں کس قسم کی نبوت حاصل ہوگی؟ تشریعی نبوت تو بموجب اس حدیث کے "لم یبق" کے ذیل میں آکر باقی نہیں رہی۔ اور غیر تشریعی مستقلہ نبوت بھی اسی کے ذیل میں آتی ہے۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ آمد پر ان کی نبوت المبشّرات والا فردِ نبوت ہی ہو سکتی ہے۔ پس جب مولوی خالد محمود صاحب نے المبشّرات کو نبوت کا ایک فرد مان لیا ہے تو یہ حدیث تو ہمارے عقیدہ کی مؤیّد ہوئی۔

یہ حدیث یہ تو نہیں بتاتی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو المبشرات والی نبوت کا فرد ہو کر آسکتے ہیں اور امت محمدیہ میں المبشرات والے فردِ نبوت کو کوئی اور اُمّتی حاصل نہیں کر سکتا۔ بلکہ یہ حدیث تو واضح طور پر یہ اعلان کر رہی ہے کہ اس کا دروازہ اُمت کے لئے تا قیامت کھُلا ہے۔

اس جگہ بڑا زور مار کر مولوی خالد محمود صاحب نے حقیقت کو ملتبس کرنے کے لئے لکھا ہے :-

"جس طرح چینی کو جو سکنجبین کا ایک جزو ہے سکنجبین نہیں کہا جا سکتا۔ چینی کی بوریاں جا رہی ہوں اور ہم کہیں سکنجبین جا رہی ہے۔ اور

جس طرح محض دانت کو انسان نہیں کہا جا سکتا یا جس طرح ایک اینٹ سے مکان مراد نہیں لیا جا سکتا۔ فقط آکسیجن کو جو پانی کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے ہم پانی نہیں کہہ سکتے اور ایسے تمام اطلاقات بہ اعتبار حقیقت کے درست نہ ہوں گے تو فقط سچے خوابوں کو نبوت سے تعبیر کرنا بھی قطعاً درست نہیں۔ نبوت یا نبی کے اطلاق صرف وہیں ہو سکیں گے جہاں ان کا وہ مفہوم پایا جائے جو شریعت نے مراد رکھا ہے" (عقیدۃ الامت صفحہ ۵۴)

الجواب مولوی خالد محمود صاحب جب المبشرات کو نبوت کا فرد مان چکے ہیں تو پھر وہ یہ مثالیں کیسے پیش کر سکتے ہیں۔ جب وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آمد ثانی میں نبی بھی مانتے ہیں اور اُمتی بھی تو وہ بتائیں کہ اس وقت ان پر نبی کا اطلاق اس طرح ہوگا جیسے دانت کو انسان کہہ دیا جائے یا اینٹ کو مکان یا آکسیجن کو پانی؟

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی مسیح موعود کے متعلق لکھتے ہیں:-

"يَنْزِلُ وَلِيًّا ذَا نُبُوَّةٍ مُطْلَقَةٍ وَهُوَ نَبِيٌّ بِلَا شَكٍّ"

کہ مسیح ایسے ولی کی صورت میں نازل ہوگا جو نبوت مطلقہ رکھتا ہوگا اور وہ بلاشُبہ نبی ہوگا۔

دیکھئے اس عبارت میں مسیح موعود کو اُمتی ہونے کے باوجود بلاشُبہ نبی قرار دیا گیا ہے۔ لہذا سکنجبین اور آکسیجن کی مثالوں سے اُسے غیر نبی نہیں قرار دیا جا سکتا پھر حدیث لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ کی ترکیب لَمْ يَبْقَ

مِنَ الْمَالِ اِلَّا الْفِضَّۃُ کی طرح ہے یا لَمْ یَبْقَ مِنَ الشَّرَابِ اِلَّا الْمَاءُ کی طرح ہے کہ مال میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہی سوائے چاندی کے یا پینے والی چیزوں میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہی سوائے پانی کے۔ چاندی مال کی ہی ایک قسم ہے اور پانی پینے والی چیزوں میں سے ہی ایک چیز ہے۔ پس حدیث زیر بحث میں استثناء متصل ہے۔ اور اُمتی کی نبوت نبوتِ مطلقہ ہی کی ایک قسم ہے۔

فتوحات مکیہ کا ایک قول اور خالد محمود صاحب

مولوی خالد محمود صاحب نے اس مقام پر "فتوحات مکیہ" کا ایک قول پیش کیا ہے جو یہ ہے کہ

"لَا یُطْلَقُ اِسْمُ النُّبُوَّۃِ وَلَا النَّبِیُّ اِلَّا عَلَی الْمُشَرِّعِ خَاصَّۃً تُحَجِّرُ ھٰذَا الْاِسْمُ لِخُصُوْصِ وَصْفٍ مُعَیَّنٍ فِی النُّبُوَّۃِ" (فتوحات مکیہ جلد ۲ ص ۳۷۶/۴۹۵ بحوالہ عقیدۃ الامۃ ص۴۵)

اور اس کا غلط ترجمہ یہ کیا ہے کہ

"سچے خوابوں پر نبوت کا جزو ہونے کے باوجود نبوت کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ الفاظ تو صرف اُسی پر آسکتے ہیں جسے شریعت نبی قرار دے۔ پس نبوت میں ایک خاص صفت مُعین ہونے کی وجہ سے اس نام کی بندش کر دی گئی"

واضح ہو کہ یہ ترجمہ اس لئے غلط ہے کہ شریعت تو غیر تشریعی نبی کو بھی نبی قرار دیتی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کو بھی باوجود اُس کے اُمتی ہونے کے نبی قرار دیا ہے۔ پس حاصل مطلب فتوحاتِ مکیہ کے اس قول کا یہ ہے

کہ عُرف میں نبوّت اور نبی کا لفظ صرف تشریعی نبی پر بولا جاتا ہے نہ کہ شریعت میں۔ کیونکہ شریعت تو تشریعی اور غیر تشریعی دو قسم کی نبوّت قرار دیتی ہے۔
ہاں جب ایک لفظ ایک معنیٰ میں معروف و مخصوص ہو جائے جیسا کہ نبی اور نبوّت کا لفظ عُرف میں شارع کے لئے استعمال ہونا شروع ہو گیا تو ایسے لفظ کے استعمال میں بہت احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ ہر محل پر اس کا استعمال معروف معنوں میں ہی نہ سمجھ لیا جائے۔ اس لئے امتی نبی کے لئے ہمارے نزدیک بھی النبوۃ یا النبی کا لفظ خالی کسی قید کے بغیر استعمال کرنا مناسب نہیں تاکہ یہ غلط فہمی پیدا نہ ہو کہ یہ شخص تشریعی نبوت کا مدعی ہے۔

پس جس طرح ایک نبی کو غیر تشریعی نبی کہیں تو اس کے شارع نبی ہونے کا بالکل احتمال ہی اُٹھ جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی نبی کو اُمتی نبی کہا جائے۔ تو اُس کے شارع اور مستقل نبی ہونے کا احتمال پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ پس حضرت محی الدین ابن عربی کے نزدیک صرف بلا قید اس لفظ کا استعمال کسی کیلئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ممنوع ہے۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمۃ مقام نبوّت پانے والے ولی یعنی اُمتی کے متعلق لکھتے ہیں:-

"وَيُسَمّٰى صَاحِبُ هٰذَا الْمُقَامِ مِنْ اَنْبِيَاءِ الْاَوْلِيَاءِ"

(الیواقیت والجواہر و نبراس ص۴۴۵ حاشیہ)

خالد صاحب کے اُمتی نبی

اُوپر کی بحث میں خالد محمود صاحب نے ان غیر تشریعی انبیاء کو بھی امتی نبی قرار دیا ہے

جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے گذر چکے حالانکہ ان میں سے کسی نے امتی نبی ہونے کا دعویٰ ہی نہیں کیا گو وہ بعد از نبوّت بھی شریعت موسوی کے تابع تھے۔ بلکہ وہ سب بالاصالت نبی سمجھے جاتے ہیں یعنی مستقل نبی۔ ہم اُمتی نبی صرف اُسے کہتے ہیں جس نے مقام نبوّت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے بعد آپؐ کی ختمِ نبوّت کے فیض سے پایا ہو۔ بنی اسرائیل کے غیر تشریعی انبیاء کو جو حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے بعد ہوئے ہم لوگ اس لئے اُمتی نبی نہیں کہتے کہ انہوں نے مقام نبوت حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے فیض سے نہیں پایا بلکہ وہ سب براہِ راست نبی بنائے گئے۔ چنانچہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ تحریر فرماتے ہیں :۔

"بنی اسرائیل میں جس قدر نبی گذرے ہیں ان سب کو خدا نے براہ راست چُن لیا تھا۔ حضرت موسیٰ کا اس میں کچھ بھی دخل نہیں تھا۔ لیکن اس امّت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے ہزار ہا اولیاء ہوئے ہیں اور ایک وہ بھی ہوا جو امتی بھی ہے اور نبی بھی"

(حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۲۸)

کامل اُمتی تو وہی کہلاتا ہے جسے ہر کمال اپنے نبیٔ متبوع کے فیض سے مِلا ہو اور پیروی کے بعد مِلا ہو۔ ان معنوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام امتی نبی نہیں کہلا سکتے کیونکہ وہ بقول خالد محمود صاحب صاحب شریعت جدیدہ نبی تھے لہٰذا اگر وہ اصالتاً نازل ہوں تو ان کی نبوّت کی نَوع (قسم) بدل جائے گی۔ اور وہ تشریعی نبی سے غیر تشریعی اُمتی نبی ہو جائیں گے گویا ان کی پہلی قسم کی

نبوّت میں تغیّر واقع ہو جائے گا اور وہ ایک نئی قسم کی نبوّت کے حامل ہوں گے جس کی صورت غیر تشریعی اُمّتی نبی کی ہوگی۔ اس طرح اُن کے وجود میں ایک نئی قسم کی نبوّت کا حدوث ہوگا۔ پس جب امتی نبی کا حدوث اور امکان ثابت ہے تو کیوں اس نبوّت کے پانے کا حق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والے کسی اُمتی کو ہی نہ دیا جائے۔ خدا تعالےٰ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دوبارہ لانے اور اُمّتی بنانے کا تکلّف اختیار کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اُمّتی کا حق تو فائق ہے کہ اُسے اس قسم کی نبوّت مل جائے جس سے وہ ایک پہلو سے نبی ہو اور ایک پہلو سے اُمتی۔ تشریعی نبی کو غیر تشریعی بنانے میں تو خود اس تشریعی نبی کی ہتک ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کا مذہب

مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کی طرح حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السّلام بھی خاتمیت مرتبی اور خاتمیت زمانی دونو کے قائل ہیں۔ خاتمیت مرتبی کے متعلق آپ لکھتے ہیں:۔

"اللہ جلّ شانہٗ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو صاحبِ خاتم بنایا یعنی آپؐ کو افاضۂ کمال کے لئے مُہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النّبیین ٹھہرا یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجّہِ رُوحانی نبی تراش ہے اور یہ قوتِ قدسیہ کسی اَور نبی کو نہیں ملی"

(حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۹۷)

خاتمیت زمانی کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:-

"خدا تعالیٰ نے اللہ کے نام کی قرآن شریف میں یہ تعریف کی ہے کہ اللہ وہ ذات ہے جو رب العالمین، رحمٰن اور رحیم ہے جس نے زمین و آسمان کو چھ دن میں بنایا اور آدم کو پیدا کیا اور رسول بھیجے اور کتابیں بھیجیں۔ اور سب کے آخر حضرت **محمد مصطفےٰ** صلے اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا جو خاتم الانبیاء اور خاتم الرسل ہیں۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۱)

پس دونو قسم کی خاتمیت کا حقیقۃ الوحی میں ذکر موجود ہے۔

نیز فرماتے ہیں:-

"ختم نبوت آپ پر نہ صرف زمانے کے تاخّر کی وجہ سے ہوا بلکہ اس وجہ سے بھی کہ تمام کمالاتِ نبوت آپ پر ختم ہو گئے ہیں"

(لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۵)

مولوی خالد محمود صاحب کو مولوی محمد قاسم صاحب علیہ الرحمۃ کے بیان کے مطابق خاتم النّبیین کے دونو معنے خاتمیت مرتبی اور خاتمیت زمانی مسلّم ہیں اور جو علمائے اُمّت خاتمیت مرتبی کو شُبہ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں انہیں مولوی خالد محمود صاحب غلطی پر قرار دیتے ہیں۔ یہ ہم بتا چکے ہیں کہ خاتمیت زمانی سے مراد مولوی محمد قاسم صاحب کے نزدیک صرف یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا نبی نہیں آسکتا۔ خواہ وہ شریعت قرآنی شریعت کے خلاف ہو یا قرآنی شریعت کے موافق ہو یا

اس کے کچھ احکام قرآن شریف کے علاوہ ہوں۔ انہی معنوں میں خاتمیت زمانی خاتمیت مرتبی کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے ورنہ خاتمیتِ زمانی علی الاطلاق قرار دینے کی صورت میں خاتمیت مرتبی کا اثر آئندہ کے لئے منقطع قرار دینا پڑتا ہے اور نہ مسیح موعود بحیثیت اُمتی نبی کے آسکتے ہیں اور نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس طرح خاتمیت مرتبی کے لحاظ سے دائمی خاتم النّبیین رہتے ہیں۔ خاتمیتِ زمانی علی الاطلاق اور خاتمیت مرتبی میں تو تناقض ہے۔ یہ دونو قسم کی خاتمیت تو اکٹھی پائی نہیں جا سکتی۔ پس تاخّر زمانی بہ لحاظ تشریعی نبوّت کے خاتمیتِ مرتبی کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے اسی لئے علماء نے حضرت عیسیٰؑ کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد امتی نبی کی حیثیت میں آنا تسلیم کیا ہے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ تحریر فرماتے ہیں :-

۱- "لعنت ہے اس شخص پر جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیض سے علیحدہ ہو کر نبوّت کا دعویٰ کرے۔ مگر یہ نبوّت (یعنی مسیح موعود کی نبوّت۔ ناقل) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوّت ہے نہ کہ کوئی نئی نبوّت اور اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ اسلام کی حقانیت دُنیا پر ظاہر کی جائے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سچائی دکھلائی جائے" (چشمہ معرفت صفحہ ۳۲۷)

۲- "یہ خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ نبوت تشریعی کا دروازہ بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بالکل مسدود ہے اور قرآن مجید کے بعد اور کوئی کتاب نہیں۔ جو نئے احکام سکھائے یا قرآن شریف کا حکم

منسوخ کرے۔ یا اس کی پیروی معطّل کرے۔ بلکہ اس کا عمل قیامت تک ہے " (الوصیت صفحہ ۱۲ حاشیہ)

۴۳۔ " نبی کے لفظ سے اس زمانہ کے لئے صرف خدا تعالےٰ کی یہ مُراد ہے کہ کوئی شخص کامل طور پر شرفِ مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ حاصل کرے اور تجدید دین کے لئے مامور ہو۔ یہ نہیں کہ کوئی دوسری شریعت لاوے کیونکہ شریعت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی پر لفظ نبی کا اطلاق بھی جائز نہیں جب تک اس کو اُمتی بھی نہ کہا جائے۔ جس کے یہ معنیٰ ہیں کہ ہر ایک انعام اس نے آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) کی پیروی سے پایا ہے نہ براہ راست "

(تجلیات الٰہیہ صفحہ ۹)

پس خالد محمود صاحب کا یہ کہنا درست نہیں کہ

" قادیانی مکتبِ فکر آیت خاتم النّبیین میں تفہیم کے لئے کوشاں نہیں۔ صرف تحریف کے درپے ہے "

(عقیدۃ الامت صفحہ ۳۴)

کیونکہ ہمارے اور دوسرے علماء میں صرف مسیح موعود کی شخصیت کی تعیین میں اختلاف ہے۔ اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ وہ نبی بھی ہوگا اور اُمتی بھی۔ اگر خاتم النّبیین کے بعد اُمتی نبی کی ضرورت مسلّم نہ ہوتی اور اُمتی نبی کی نبوّت ختم نبوّت کے منافی ہوتی اور اُمّت کے مسیح موعود کے لئے اُمّتی

نبی اللہ ہونے پر اتفاق نہ ہوتا تو پھر ہمارے عقیدہ پر خالد محمود صاحب اعتراض کر سکتے تھے۔ خود مسیح موعود کو اُمتی نبی مانتے ہوئے ان کو کوئی حق نہیں کہ وہ ہم پر تحریف کا الزام لگائیں۔

اُمّت میں نبوّت کے متعلق احادیث نبویّہ

علاوہ ازیں اُمّت میں نبوّت کے متعلق جب احادیث نبویہ بھی موجود ہیں تو ان کا ہم پر تحریف کا الزام کسی طرح جائز نہیں۔

پہلی حدیث

چنانچہ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

" اَبُوْبَکْرٍ اَفْضَلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ نَبِیٌّ " (کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق)

ترجمہ: ابوبکر اس اُمت میں سب سے بڑھ کر ہیں بجز اس کے کہ کوئی نبی (امت میں) پیدا ہو۔

اس کی مؤید طبرانی کی یہ حدیث ہے:۔

" اَبُوْبَکْرٍ خَیْرُ النَّاسِ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ نَبِیٌّ "

(جامع الصغیر للسیوطی علیہ الرحمۃ)

یعنی ابوبکر سب لوگوں سے بہتر ہیں (امت کے لوگوں سے) سوائے اس کے کہ کوئی نبی پیدا ہو۔

دوسری حدیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ سَيِّدَا كُهُوْلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ اِلَّا النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ"

(مشکوٰۃ باب مناقب الصحابہ"

ترجمہ: ابوبکرؓ اور عمرؓ دونو اہل جنت کے ادھیڑ آدمیوں میں سے سب پہلوں اور پچھلوں کے سردار ہیں سوائے نبیوں اور رسولوں کے"

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم افصح العرب تھے۔ لہٰذا اگر پچھلوں میں سے نبی اور مرسل کے آنے کا امکان نہ ہوتا تو پھر نہ اوّلین کے لفظ کے استعمال کی ضرورت تھی نہ آخرین کی۔ پس جب پہلوں میں نبی ہوئے تو پچھلوں میں بھی نبی اور مرسل کے پیدا ہونے کا امکان ثابت ہوا۔

تیسری حدیث حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ

" قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْعَبَّاسِ فِيْكُمُ النُّبُوَّةُ وَالْمَمْلَكَةُ " (حجج الکرامہ صفحہ ۹۷)

ترجمہ: رسُول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے کہا کہ تم لوگوں میں نبوت بھی ہو گی اور سلطنت بھی۔

یہ روایت ابن عساکر نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے۔ اسی کی مؤید ابن عساکر کی یہ روایت بھی ہے۔

" اَلْخِلَافَةُ فِيْكُمْ وَالنُّبُوَّةُ "

یعنی تم میں خلافت بھی ہے اور نبوت بھی

(ابن عساکر عن ابی ہریرہ بحوالہ کنز العمال)

ان دو نو حدیثوں سے اُمّت میں سلطنت کے علاوہ نبوّت کا امکان بھی ثابت ہے۔

چوتھی حدیث امام جلال الدین السیوطی علیہ الرحمۃ نے جو اپنے زمانہ کے مجدّد تھے اپنی کتاب "الخصائص الکبریٰ" میں ایک حدیث درج کی ہے جس کا مضمون یہ ہے:۔

" اَخْرَجَ اَبُوْ نُعَیْمٍ فِی الْحِلْیَةِ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوْحَی اللّٰهُ اِلٰی مُوْسٰی نَبِیِّ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اَنَّهٗ مَنْ لَقِیَنِیْ وَهُوَ جَاحِدٌ بِاَحْمَدَ اَدْخَلْتُهُ النَّارَ قَالَ یَا رَبِّ وَمَنْ اَحْمَدُ قَالَ مَا خَلَقْتُ خَلْقًا اَکْرَمَ عَلَیَّ مِنْهُ کَتَبْتُ اِسْمَهٗ مَعَ اِسْمِیْ فِی الْعَرْشِ قَبْلَ اَنْ اَخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۔ اِنَّ الْجَنَّةَ مُحَرَّمَةٌ عَلٰی جَمِیْعِ خَلْقِیْ حَتّٰی یَدْخُلَهَا هُوَ وَاُمَّتُهٗ ۔ قَالَ وَمَنْ اُمَّتُهٗ قَالَ الْحَمَّادُوْنَ یَحْمَدُوْنَ صُعُوْدًا وَّهُبُوْطًا وَعَلٰی کُلِّ حَالٍ یَشُدُّوْنَ اَوْسَاطَهُمْ وَیُطَهِّرُوْنَ اَطْرَافَهُمْ صَائِمُوْنَ بِالنَّهَارِ رُهْبَانٌ بِاللَّیْلِ اَقْبَلُ مِنْهُمُ الْیَسِیْرَ وَاُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ بِشَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ اجْعَلْنِیْ نَبِیَّ تِلْکَ الْاُمَّةِ قَالَ نَبِیُّهَا مِنْهَا ۔ قَالَ اجْعَلْنِیْ مِنْ اُمَّةِ ذٰلِکَ النَّبِیِّ ۔ قَالَ اسْتَقْدَمْتَ وَاسْتَاْخَرَ وَلٰکِنْ سَاَجْمَعُ بَیْنَکَ وَبَیْنَهٗ فِیْ دَارِ الْجَلَالِ ۔

(کفایتہ اللبیب فی خصائص الحبیب المعروف بالخصائص الکبریٰ للامام جلال الدین السیوطی جلد اول صہ ۱۲ مطبوعہ مطبع دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن والرحمۃ المہداۃ)

ترجمہ۔ ابونعیم نے اپنی کتاب "حلیہ" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا تعالےٰ نے بنی اسرائیل کے نبی موسیٰ کو وحی کی کہ جو شخص مجھ کو ایسی حالت میں ملے گا کہ وہ احمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کا منکر ہوگا تو میں اس کو دوزخ میں داخل کروں گا خواہ کوئی ہو۔ حضرت موسیٰ نے عرض کیا کہ احمدؐ کون ہے؟ خدا نے فرمایا۔ میں نے کوئی مخلوق ایسی پیدا نہیں کی جو اس سے زیادہ میرے نزدیک مکرم ہو۔ میں نے عرش پر اُس کا نام اپنے نام کے ساتھ زمین و آسمان کے پیدا کرنے سے بھی پہلے لکھا ہے۔ بیشک جنّت میری تمام مخلوق پر حرام ہے جب تک وہ نبی اور اس کی اُمّت اس میں داخل نہ ہوں۔ حضرت موسیٰ نے کہا۔ آپ کی اُمّت کون لوگ ہیں؟ خدا نے فرمایا۔ وہ بہت حمد کرنے والے ہیں۔ چڑھائی اور اُترائی میں حمد کریں گے۔ اپنی کمریں باندھینگے اور اپنے اطراف (اعضاء) کو پاک رکھیں گے۔ دن کو روزہ رکھنے والے ہوں گے اور رات کو تارکِ دُنیا۔ میں ان کا تھوڑا عمل بھی قبول کروں گا اور انہیں کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی شہادت دینے سے جنّت میں داخل کروں گا۔ **موسیٰ علیہ السّلام نے عرض کیا کہ مجھ**

کو اس اُمّت کا نبی بنا دیجئے۔ ارشاد باری ہوا۔ اس اُمّت کا نبی اُسی اُمّت میں سے ہوگا۔ موسٰی علیہ السّلام نے عرض کیا کہ مجھ کو اُن (محمد صلے اللہ علیہ وسلم) کی اُمت میں سے بنا دیجئے۔ ارشاد باری ہوا۔ تم (ان سے پہلے ہو گئے ہو وہ پیچھے ہوں گے۔ البتہ تم کو اور اُن کو دار الجلال (جنّت) میں اکٹھا کر دُوں گا۔

نوٹ:- یہ حدیث مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے بھی اپنی کتاب "نشر الطیب فی ذکر الحبیب" صفحہ ۲۶۲ پر درج کی ہے۔ اور "الرحمۃ المھداۃ" میں بھی یہ حدیث موجود ہے اور "ترجمان السنۃ" میں مولوی بدر عالم صاحب میرٹھی نے بھی یہ حدیث درج کی ہے۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ نے موسٰی علیہ السّلام کی اس درخواست کو ردّ کر دیا کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کے نبی بنائے جائیں۔ اور ردّ کرنے کی وجہ یہ بتائی نَبِیُّھَا مِنْھَا کہ اس اُمّت کا نبی اُسی اُمّت میں سے ہوگا۔ پھر موسےٰ نے اُمتی بنائے جانے کی درخواست کی تو اُسے بدیں وجہ ردّ کر دیا گیا کہ چونکہ تم پہلے ہو گئے ہو اور رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پیچھے آنے والے ہیں اس لئے تم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اُمتی بھی نہیں ہو سکتے۔

اس حدیث سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ اُمّتِ محمدیہ میں سے نبی تو آسکتا ہے۔ لیکن کوئی پہلا نبی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اُمتی نبی نہیں بن سکتا۔ پس خالد محمود صاحب کا یہ خیال کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اصالتًا

امتی نبی کی حیثیت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آئیں گے۔ اس حدیث کے سراسر خلاف ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح وہ بھی اُمّتِ محمّدیہ میں اُمتی نبی نہیں بن سکتے۔ پس وہ حدیثیں جن میں عیسیٰ نبی اللہ کے نازل ہونے کی خبر دی گئی ہے اور اُسے نبی بھی قرار دیا گیا ہے اور امتی بھی وہ سب حدیثیں تاویل طلب ہیں۔ ان حدیثوں میں یہ تاویل کرنی لازم ہے کہ یہ عیسیٰ اُمّت محمدیہ کا ایک فرد ہے نہ کہ مسیح اسرائیلی۔

پانچویں حدیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"اَلَا اِنَّ عیسَی ابْنَ مَرْیَمَ لَیْسَ بَیْنِیْ وَبَیْنَهٗ نَبِیٌّ وَّلَا رَسُوْلٌ اَلَا اِنَّهٗ خَلِیْفَتِیْ فِیْ اُمَّتِیْ مِنْ بَعْدِیْ اَلَا اِنَّهٗ یَقْتُلُ الدَّجَّالَ وَیَکْسِرُ الصَّلِیْبَ وَیَضَعُ الْجِزْیَةَ وَتَضَعُ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا اَلَا مَنْ اَدْرَکَهٗ فَلْیَقْرَأْ عَلَیْهِ السَّلَامَ" (طبرانی الاوسط والصغیر)

ترجمہ:۔ رسُول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سُنو! بے شک میرے اور عیسٰی کے درمیان کوئی نبی اور رسُول نہیں۔ سُنو! بے شک وہ میری اُمت میں میرے بعد میرا خلیفہ ہے۔ سُنو! بے شک وہ دجّال کو قتل کرے گا اور صلیب کو توڑے گا اور جزیہ موقوف کر دے گا اور لڑائی اپنے اوزار رکھ دے گی (بند ہو جائے گی) سُنو! جو تم میں سے اُسے پائے اُسے السلام علیکم کہے۔

اس حدیث کے الفاظ اَلَا اِنَّہٗ خَلِیْفَتِیْ فِیْ اُمَّتِیْ سے ظاہر ہے کہ موعود عیسیٰ بن مریم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں سے آپ کا خلیفہ ہونے والا ہے۔ سُورۂ نور کی آیت استخلاف سے ظاہر ہے کہ اس اُمّت کے خلفاء وہ ہوں گے جو ایمان لانے کے بعد اعمال صالحہ بجا لائیں گے اور یہ خلفاء پہلے خلفاء کے مشابہ ہوں گے۔ یعنی اُن کے مثیل ہوں گے۔ پس حضرت عیسیٰؑ اس اُمّت میں اصالتاً نہیں آسکتے۔ بلکہ ان کا کوئی مثیل ہی آسکتا ہے۔ جو اُمّتِ محمدیہ کے افراد میں سے ہو۔ جسے عیسیٰ بن مریم سے مماثلت کی وجہ سے بطور استعارہ حدیث نبوی میں عیسیٰ بن مریم کا نام دیا گیا ہے تا یہ ظاہر ہو کہ مسیح موعود عیسیٰ بن مریم کے رنگ میں رنگین اور ان کا مثیل ہوگا۔

یہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام مستقل نبی تھے اور مولوی خالد محمود صاحب انہیں تشریعی نبی مانتے ہیں۔ اس لئے اُن کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آنا آیت خاتم النّبیین کے منافی ہے۔ ہاں اُمّت میں سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی خلیفہ کا کسی پہلے نبی کا مثیل ہونا بموجب آیت استخلاف آیت خاتم النّبیین کے منافی نہیں۔ کیونکہ ایسا شخص مستقل یا تشریعی نبی نہیں ہوگا بلکہ ایک پہلو سے نبی ہوگا اور ایک پہلو سے اُمتی بھی

چھٹی حدیث

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ لَمَّا مَاتَ اِبْرَاهِيْمُ ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ لَهٗ مُرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ وَلَوْعَاشَ لَكَانَ صِدِّيْقًا نَبِيًّا۔

(ابن ماجہ کتاب الجنائز)

ترجمہ۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جب رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کا فرزند صاحبزادہ ابراہیم وفات پا گیا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا کہ جنّت میں اس کے لئے ایک دودھ پلانے والی مقرر ہے اور فرمایا کہ **اگر وہ زندہ رہتا تو ضرور صدیق نبی ہوتا۔**

یہ روایت ابن ماجہ میں ہے جو صحاح ستّہ میں سے ہے اور یہ تین مختلف طریقوں (سندوں) سے مروی ہے۔ بدیں وجہ شہاب علی البیضادی میں اس حدیث کے متعلق لکھا ہے :۔

"اَمَّا صِحَّۃُ الْحَدِیْثِ فَلَا شُبْھَۃَ فِیْہِ لِاَنَّہٗ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ وَغَیْرُہٗ"

یعنی اس حدیث کی صحت کے بارہ میں کوئی شبہ نہیں کیونکہ اسے ابن ماجہ وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

حضرت امام علی القاری علیہ الرحمۃ نے جو فقہ حنفیہ کے جلیل القدر امام ہیں۔ اس حدیث کے خلاف علّامہ عبدالبرّ اور امام نوَوِیْ کے اس خیال کو کہ یہ حدیث ضعیف ہے یہ کہکر ردّ کر دیا ہے کہ

"لَہٗ طُرُقٌ ثَلَاثٌ یُقَوِّیْ بَعْضُھَا بِبَعْضٍ"

(موضوعات کبیر صفحہ ۵۸)

کہ یہ حدیث تین سندوں سے ثابت ہے جو آپس میں ایک دوسری کو قوت دیتی ہیں۔

پھر چوتھی حدیث لَوْکَانَ مُوْسٰی حَیًّا لَمَا وَسِعَہٗ اِلَّا اتِّبَاعِیْ (اگر موسےٰ زندہ ہوتے تو انہیں میری پیروی کے سوا چارہ نہ ہوتا) کے متعلق لکھا ہے:۔

"وَیُقَوِّیْہِ حَدِیْثُ لَوْکَانَ مُوْسٰی حَیًّا لَمَا وَسِعَہٗ اِلَّا اتِّبَاعِیْ"

کہ یہ حدیث اِسے تقویت دے رہی ہے۔

علامہ شوکانی نے بھی نوؔوی کے اس خیال کو ردّ کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں اور لکھا ہے:۔

"ھُوَ عَجِیْبٌ مِّنَ النَّوَوِیْ مَعْ وُرُوْدِہٖ عَنْ ثَلَاثَۃٍ مِّنَ الصَّحَابَۃِ وَکَاَنَّہٗ لَمْ یَظْھَرْ لَہٗ تَاوِیْلُہٗ" (الفوائد المجموعہ صـ ۱۴۱)

یعنی نودی کا اس حدیث سے انکار قابلِ تعجب ہے باوجودیکہ اس حدیث کو تین صحابہ نے روایت کیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نووی پر اس کے صحیح معنیٰ نہیں کھُلے۔

ہمارا استدلال حدیث ہٰذا کی صحت ثابت کرنے کے بعد اب ہم بتاتے ہیں کہ اس حدیث سے ہمارا استدلال یہ ہے کہ آیت خاتم النبیین سنہ ۵ ہجری میں نازل ہوئی تھی۔ اور صاحبزادہ ابراہیمؑ نے سنہ ۹ ہجری میں وفات پائی۔ لہٰذا آیت خاتم النبیین کے نزول کے قریباً پانچ سال بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر میرا بیٹا ابراہیمؑ زندہ رہتا تو ضرور صدّیق نبی ہوتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک صاحبزادہ ابراہیمؑ کا بالفعل نبی نہ ہونا اس کے وفات پا جانے کی وجہ سے ہے نہ کہ آیت خَاتَمُ النَّبِیّٖن کے نزول کی وجہ سے۔ کیونکہ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک

آیت خاتم النّبیین حضورؐ کے بعد امتی نبی کے پیدا ہونے میں بھی روک ہوتی تو آنحضرت صلّے اللہ علیہ وسلّم کبھی یہ نہ فرماتے "اگر ابراہیم زندہ رہتا تو ضرور صدّیق نبی ہوتا" بلکہ یہ فرماتے "اگر ابراہیم زندہ بھی رہتا تب بھی نبی نہ ہوتا۔ کیونکہ میں خاتم النّبیین ہوں"

امام علی القاریؒ نے اس حدیث کے مخالف علماء کے خیال کو ردّ کرنے اور اس حدیث کو قوی قرار دینے کے بعد لکھا ہے :-

"لَوْعَاشَ اِبْرَاهِيْمُ وَصَارَ نَبِيًّا وَكَذَا لَوْصَارَ عُمَرُ نَبِيًّا لَكَانَا مِنْ اَتْبَاعِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَعِيْسٰى[۱] وَخِضَرٍ[۲] وَ اِلْيَاس" (موضوعات کبیر صفحہ ۵۸)

یعنی اگر ابراہیم زندہ رہتا اور نبی ہو جاتا اور اسی طرح اگر حضرت عمرؓ نبی ہو جاتے تو یہ دونو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے متبعین میں سے ہوتے جیسے عیسیٰؑ، خضرؑ اور الیاسؑ کو متبع نبی تسلیم کیا جاتا ہے۔

پھر یہ بتانے کے لئے کہ ان دونو کا نبی ہو جانا آیت خاتم النّبیین کے خلاف نہ ہوتا، تحریر فرماتے ہیں :-

"فَلَا يُنَاقِضُ قَوْلَهٗ تَعَالٰى خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ اِذِ الْمَعْنٰى اَنَّهٗ لَا يَأْتِىْ بَعْدَهٗ نَبِىٌّ يَنْسَخُ مِلَّتَهٗ وَلَمْ يَكُنْ مِّنْ اُمَّتِهٖ"

(موضوعات کبیر صفحہ ۵۹)

ترجمہ: ان دونو کا نبی ہو جانا آیت خاتم النّبیین کے خلاف نہ ہوتا کیونکہ خاتم النّبیین کے معنٰی یہ ہیں کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہ ہوگا جو

آپ کی شریعت کو منسوخ کرے اور آپ کی اُمّت میں سے نہ ہو۔

امام علی القادری علیہ الرحمۃ نے اس عبارت میں آیت خاتم النّبیین کی رُو سے دو طرح کے نبیوں کا آنا منقطع قرار دیا ہے:۔

اوّل یہ کہ ایسا نبی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے بعد نہیں آسکتا جو شریعتِ محمدیہ کو منسوخ کرے یعنی نئی شریعت کے لانے کا مدّعی ہو۔

دوم یہ کہ ایسا نبی بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آسکتا جو آپؐ کی اُمّت میں سے نہ ہو۔

گویا مستقل نبی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آسکتا۔ اس لئے صاحبزادہ ابراہیمؑ زندہ رہنے کی صورت میں اُمتی نبی ہی ہو سکتے تھے اور ان کا اُمتی نبی ہونا آیت خاتم النّبیین کے خلاف نہ ہوتا اور آیت خاتم النّبیین اُن کے اُمتی نبی ہونے میں روک نہ ہوتی۔ کیونکہ خاتم النبیین کی آیت صرف تشریعی نبی یا اُمتِ محمدیہؐ سے باہر کسی نبی کے آنے یعنی مستقل نبی کے آنے میں روک ہے۔

ایک سوال کا جواب

اس جگہ ایک سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ کیسے کہہ دیا کہ اگر ابراہیمؑ زندہ رہتا تو صدیق نبی ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کی طرف سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ علم دیا جا چکا تھا کہ آپ کا یہ فرزند ضرور نبی ہے چنانچہ امام ابن حجر الہیثمی اپنی کتاب "الفتاوی الحدیثیہ" میں ایک حدیث نبوی درج فرماتے ہیں:۔

"عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ لَمَّا تُوُفِّيَ اِبْرَاهِيْمُ اَرْسَلَ النَّبِيُّ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی اُمِّہٖ مَارِیَۃَ فَجَاءَتْہُ وَغَسَلَتْہُ وَکَفَّنَتْہُ وَخَرَجَ بِہٖ وَخَرَجَ النَّاسُ مَعَہٗ فَدَفَنَہٗ وَاَدْخَلَ النَّبِیُّ یَدَہٗ فِیْ قَبْرِہٖ فَقَالَ اَمَا وَاللّٰہِ اِنَّہٗ لَنَبِیٌّ ابْنُ نَبِیٍّ (الفتاوی الحدیثیہ لابن حجر الہیثمی ص۱۲۵)

ترجمہ: حضرت علی ابن ابی طالبؓ سے روایت ہے کہ جب ابراہیم ؑ (فرزند رسُول ناقل) وفات پاگیا تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کی والدہ ماریہؓ کو بُلا بھیجا۔ وہ آئیں اور اسے غسل دیا اور کفن پہنایا اور رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اُسے لے کر نکلے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ نکلے تو آپ نے اُسے دفن کیا اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اس کی قبر میں داخل کیا پس کہا خدا کی قسم بے شک یہ ضرور نبی ہے نبی کا بیٹا ہے۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ صاحبزادہ ابراہیم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بالقوۃ نبی ضرور تھے اور یہ امر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر خدا کی طرف سے منکشف ہوچکا تھا اسی لئے تو آپ نے فرمایا کہ اگر وہ زندہ رہتا تو ضرور صدیق نبی ہوتا۔ یعنی بالفعل نبی ہوتا۔

مولوی خالد محمود صاحب کی غلط بیانی

مولوی خالد محمود صاحب امام علی القاری علیہ الرحمۃ کی توجیہ کو اپنے مقصد کے خلاف پاکر نہایت گھبراہٹ میں امام موصوف کی طرف ایک ایسی بات منسوب کرتے ہیں جس کا انہیں وہم بھی نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ مولوی خالد محمود

صاحب لکھتے ہیں :-

"ملّا علی قاری یہاں سمجھا رہے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ حضرت عمرؓ یا حضرت علیؓ یا حضورؐ کے بیٹے حضرت ابراہیم جیسے کسی اور بزرگ کو نبی بناتا تو اُسے بھی حضرت عیسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کی طرح تاجدار نبوت سے پہلے نبی بناتا کیونکہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس فرضی صورت میں یہ ضروری نہیں کہ ان بزرگوں کے تشخصات بھی وہی ہوں جو اب تھے۔ یعنی حضرت ابراہیم حضور کے بیٹے بھی ہوں۔ اور پھر آنحضرتؐ سے پہلے کے نبی ہوں۔ بنا بر فرض نبوت حضرت ابراہیم کا یہ تشخص لازم نہیں۔ یعنی اُن کے فرزندِ رسُولؐ سے صرفِ نظر کر کے ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر رب العزّت انہیں یا حضرت عمرؓ کو نبی بناتے تو یہ بزرگ یقینی طور پر حضرت عیسےؑ، حضرت خضرؑ اور حضرت الیاسؑ کی طرح حضور سے پہلے کے نبی ہوتے اور حضورؐ کے بعد تک رہنے کی صورت میں حضور کے تابع شریعت ہو کر رہتے۔ اور اس طرح کا اگر کوئی پچھلا نبی آجائے تو اس کا آنا خاتم النبیین کے خلاف نہیں ہوگا۔ البتہ اس کے لئے یہ ضروری ہوگا کہ وہ آپ کی شریعت کے ماتحت رہے اور اس کی اپنی نبوت نافذ نہ ہو جیسے ایک صُوبے کا گورنر جب دوسرے گورنر کے صوبہ میں چلا جائے تو وہ گورنر وہاں بھی ہوگا لیکن اس کی حکومت وہاں نافذ نہ ہوگی"

(عقیدۃ الامۃ صفحہ ۴۷)

الجواب خالد محمود صاحب کا شدید اضطراب ان کے اس بیان سے ظاہر ہے وہ ہمیں یہ بتارہے ہیں کہ گویا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم اس حدیث میں یہ فرماتے ہیں کہ اگر ابراہیم میرا بیٹا نہ ہوتا بلکہ حضرت عیسٰیؑ کی طرح کسی پہلے زمانہ میں پیدا ہو چکا ہوتا اور نبی بن چکا ہوتا اور پھر میرے نبوّت کے زمانہ کو پاتا تو پھر وہ نبی تو ہوتا مگر اس کی نبوّت نافذ نہ ہوتی۔

خالد محمود صاحب کا یہ بیان سراسر دروغ بے فروغ ہے۔ وہ صاحبزادہ ابراہیم سے صرف نظر کرنا بتاتے ہیں۔ حالانکہ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور ملا علی قاری علیہ الرحمۃ صرف نظر نہیں کر رہے بلکہ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم تو معیّن طور پر اپنے وفات پانے والے بیٹے ابراہیمؑ کے متعلق یہ فرما رہے ہیں کہ اگر وہ زندہ رہتا تو ضرور صدّیق نبی ہوتا۔ بلکہ اس کے چھوٹی عمر میں وفات پا جانے پر یہ کہہ کر اُسے مشخص فرما رہے ہیں کہ اِنَّ لَہٗ مُرْضِعًا فِی الْجَنَّۃِ کہ اس کے لئے جنّت میں ایک دایہ مقرر ہے۔ اور گذشتہ حدیث کے مطابق اس کے دفن کئے جانے کے وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خدا کی قسم کھا کر فرمایا:-

"اَمَا وَاللّٰہِ اِنَّہٗ لَنَبِیٌّ ابْنُ نَبِیٍّ"

یعنی خدا کی قسم بے شک یہ ضرور نبی ہے اور نبی کا بیٹا ہے۔

اسی طرح امام علی القاری علیہ الرحمۃ بھی اسی فوت ہو جانے والے ابراہیم مشخّص فرزندِ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کے متعلق فرما رہے ہیں کہ اگر وہ زندہ رہتا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تابع نبی ہوتا۔ اور اس کا اِس قسم کا نبی ہونا آیتِ خاتم النّبیین کے خلاف نہ ہوتا۔ اس جگہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں

فرمایا ہے کہ اس کی نبوت نافذ نہ ہوتی اور نہ امام علی القاری نے ایسا لکھا ہے۔ صاحبزادہ ابراہیم کے نبی ہونے کی صورت میں ان کی عیسٰی، خضر و الیاس سے تشبیہ دینے سے یہ مراد نہیں کہ نبی بننے کی صورت میں وہ عیسٰی و خضر و الیاس علیہم السلام کی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے پیدا ہو کر نبی بن چکے ہوتے اور پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پاتے تو وہ نبی تو ہوتے مگر ان کی نبوت نافذ نہ ہوتی۔

تشبیہ میں یہ لازم نہیں ہوتا کہ مشبّہ کی مشبہ بہ سے تمام جزئیات میں اس طرح مشابہت ضروری ہو کہ دونو کا زمانہ بھی ایک ہی ہو بلکہ اگر زمانہ حال کے کسی شخص کو جیسا کہ صاحبزادہ ابراہیم تھے زمانہ ماضی کے کسی شخص سے تشبیہ دی جائے تو اس تشبیہ سے مشبّہ کے زمانہ سے صرفِ نظر کر لینا بالکل ایک غیر معقول بات ہوگی۔ اور امام علی القاری جیسا فاضل فقیہ کبھی ایسی غیر معقول بات نہیں کہہ سکتا۔ خصوصاً جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خود اپنے صاحبزادہ ابراہیم سے صرفِ نظر کر کے اُسے حضرت عیسٰیؑ کی طرح اپنے سے کسی پہلے زمانہ کا انسان فرض کر کے یہ بات بیان نہیں فرما رہے بلکہ مقصود آپ کا اپنے اس وفات پانے والے فرزند کی استعدادِ نبوت کو بیان کرنا تھا جس سے نبوت کے بالفعل نفاذ میں صرف اس کی وفات حائل ہوئی ہے نہ کہ آیت خاتم النبیّین۔

پس مولوی خالد محمود صاحب اپنے مندرجہ بالا بیان میں محض کھینچ تان سے ایک سیدھی بات کمروڑ توڑ کر اپنا مطلب سیدھا کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اس سادہ سی تشبیہ میں امام علی القاری علیہ الرحمۃ کی مراد صرف یہ ہے کہ جس طرح عیسٰیؑ، خضرؑ اور الیاسؑ کا جو پہلے کے نبی ہیں رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے تابع ہو جانا ختمِ نبوت

کے منافی نہیں۔ اسی طرح اگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاں پیدا ہونے والا فرزند ابراہیمؑ وفات نہ پاجاتا تو اس کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تابع نبی ہونا آیت خاتم النّبیین کے منافی نہ ہوتا کیونکہ آیت خاتم النّبیین میں انقطاعِ نبوّت کا وہ صرف یہ مفہوم بیان کر رہے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو آپؐ کی شریعت کو منسوخ کرے اور آپؐ کی اُمت میں سے نہ ہو۔

پس اُمت میں سے کسی کا نبی بن جانا اُن کے نزدیک آیت خاتم النّبیین کے خلاف نہیں۔ اسی لئے وہ فرماتے ہیں کہ فرزند رسولؐ صاحبزادہ ابراہیم اگر زندہ رہتے اور بموجب حدیث نبوی نبی ہوجاتے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ کے متبع یعنی امتی ہوتے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مذہب

معلّمۂ نصف الدّین امّ المومنین حضرت عائشۃ الصدّیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :-

" قُوْلُوْا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ "

(تفسیر دُرِّ منثور جلد ۵ صفحہ ۲۰۴)

ترجمہ: لوگو تم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین تو کہو اور یہ نہ کہو کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

یہی قول حضرت امام محمد طاہر علیہ الرحمۃ نے تکملہ مجمع البحار میں ان الفاظ میں نقل کیا ہے :-

" قُوْلُوْا اِنَّهٗ خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ "

(تکملہ صفحہ ۸۵)

حضرت عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ کے ان ظاہری معنوں سے کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں خاتم النّبیین کا مفہوم پورے طور پر ادا نہیں ہوتا بلکہ اس قول کے ظاہری معنوں سے امت محمدیہ غلط فہمی میں مبتلا ہو سکتی ہے۔ اس لئے آپؐ نے اُمت کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النّبیین کہنے کی تو ہدایت فرمائی اور لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ کہنے سے منع فرما دیا۔

حضرت ام المومنینؓ حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کی مُنکر نہ تھیں بلکہ وہ اس کے معنی یہ سمجھتی تھیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا یا کوئی مستقل نبی نہیں آ سکتا جو آپؐ کے زمانۂ نبوّت کو ختم کر دے۔ دیگر عُلماءِ اُمّت نے بھی لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے یہی معنی کئے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مُراد اِن الفاظ سے یہ ہے کہ آپؐ کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا نبی نہیں آ سکتا۔ افسوس ہے کہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ الصدیقہؓ نے اُمّت کو لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ کہنے سے روک کر جس غلط فہمی سے بچانا چاہا تھا مولوی خالد محمود صاحب اسی دھوکے میں اُمّت کو مبتلا کرنا چاہتے ہیں۔

خود امام محمد طاہرؒ نے یہ قول نقل کر کے ایک توجیہہ اس قول کی یہ بھی بیان کی ہے کہ

"ھٰذَا لَا یُنَافِیْ حَدِیْثَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ لِاَنَّہٗ اَرَادَ لَا نَبِیَّ یَنْسَخُ شَرْعَہٗ" (تکملہ مجمع البحار صفحہ ۸۵)

یعنی ام المومنینؓ کا یہ قول حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے خلاف نہیں کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اس سے یہ مراد تھی کہ آپ کے بعد کوئی

ایسا نبی نہ ہو گا جو آپ کی شرع منسوخ کرے۔

ہاں امام محمد طاہر نے اپنے عقیدہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس توجیہہ سے پہلے یہ توجیہہ بھی کی ہے۔

"هٰذَا نَاظِرٌ اِلٰی نُزُوْلِ عِیْسٰی"

کہ یہ قول کہ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ کہا نہ جائے نزولِ عیسٰی کے پیش نظر ہے

مگر یہ صرف امام محمد طاہر علیہ الرحمۃ کا اپنا خیال ہے۔ اسی لئے میں نے اپنی کتاب "علمی تبصرہ" میں اختصار کے پیشِ نظر امام محمد طاہر کی اس توجیہہ کو پیش نہیں کیا تھا بلکہ اس دوسری توجیہہ کو پیش کیا تھا جس سے ہمارا مقصد وضاحت سے ظاہر ہو جاتا تھا کہ اُمتی نبی کا آنا آیت خاتم النبیین کے منافی نہیں۔ چونکہ حضرت اُم المومنینؓ وفات مسیحؑ کی قائل ہونے کی وجہ سے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے اصالتاً نزول کی قائل نہ تھیں لہذا وہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے اصالتاً نزول کے پیش نظر یہ قول نہیں کہہ سکتی تھیں۔ بلکہ انہوں نے یہ قول اس مسیح موعود کے پیش نظر کہا ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں سے ایک پہلو سے اُمتی اور ایک پہلو سے نبی ہونے والا تھا۔

اس بات کا ثبوت کہ حضرت ام المومنینؓ وفات مسیح کی قائل تھیں یہ ہے کہ حاکم نے مستدرک میں آپ کی سند سے یہ حدیث بیان کی ہے:-

"اِنَّ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ عَاشَ عِشْرِیْنَ وَمِائَۃَ سَنَۃٍ"

کہ عیسٰی بن مریم ایک سو بیس سال زندہ رہے۔

پس "علمی تبصرہ" میں اختصار کے پیش نظر میرا "هٰذَا نَاظِرٌ اِلٰی نُزُوْلِ

عیسیٰ کا قول جو امام محمد طاہر کے ذاتی خیال سے متعلق ہے پیش نہ کرنا قابلِ اعتراض امر نہیں۔ ماسوا اس کے ہم بھی تو اس حدیث کو اس وقت تک نزولِ عیسیٰ سے ہی متعلق قرار دیتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ عیسیٰ اسرائیلی ہو یا محمدی۔ چونکہ اسرائیلی مسیح علیہ السلام حضرت ام المومنین رضؓ کے نزدیک وفات پا چکے ہیں۔ اس لئے اُن کے زیرِ بحث قول میں وہ تو ہرگز حضرت ام المومنین رضؓ کے مدنظر نہیں ہو سکتے۔

بالآخر عرض ہے کہ اگر اُم المومنین رضؓ خاتم النّبیین کے معنی علی الاطلاق خاتمیتِ زمانی ہی سمجھتیں تو لَانَبِیَّ بَعْدَہٗ کہنے سے کبھی منع نہ فرماتیں۔ مگر چونکہ وہ خاتم النّبیین کے پورے اسلامی عقیدہ کی قائل تھیں اس لئے انہوں نے لَانَبِیَّ بَعْدَہٗ کہنے سے منع فرمایا کیونکہ اس سے خاتم النّبیین کے اسلامی عقیدہ کے متعلق پوری تشریح نہیں ہوتی تھی بلکہ غلط فہمی پیدا ہو سکتی تھی۔ اور یہ وہم پیدا ہو سکتا تھا کہ خاتمیتِ زمانی علی الاطلاق پائی جاتی ہے حالانکہ یہ بات اُن کے نزدیک درست نہ تھی۔ وہ حدیث لَانَبِیَّ بَعْدِیْ کی منکر نہ تھیں۔ مگر لَانَبِیَّ بَعْدِیْ کے حقیقی معنوں سے چونکہ عوام ناواقف تھے اس لئے ایسے لوگ خاتم النّبیین کے ساتھ لَانَبِیَّ بَعْدَہٗ کہا جانے سے اس وہم میں مبتلا ہو سکتے تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اُمتی نبی بھی نہیں آسکتا اور نہ ہی مسیح موعود کا بطور اُمتی نبی کے ظہور ہو سکتا ہے۔ اس لئے اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا نے اُمت پر شفقت فرماتے ہوئے لَانَبِیَّ بَعْدَہٗ کہنے سے روک کر اُمت کو غلط فہمی سے بچانے کی کوشش کی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ مولوی خالد محمود صاحب اُن کی راہ نمائی سے مستفیض نہیں ہوئے اور حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام

کے اُمتی نبی کے دعوے کو آیت خاتم النبیّین کے خلاف قرار دے رہے ہیں۔ اور خاتمیت مرتبی کا اسلامی عقیدہ رکھنے کا دعویٰ کرتے ہوئے پھر خاتمیّتِ زمانی کے ایسے معنیٰ لینا چاہتے ہیں جو خاتمیت مرتبی کے ساتھ بوجہ تناقض جمع نہیں ہو سکتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مذہب

ثابت رضؓ نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں :-

" قَالَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اِنِّیْ لَمْ اَرَ زَمَانًا خَیْرًا لِعَامِلٍ مِّنْ زَمَانِکُمْ ھٰذَا اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ زَمَانٌ مَّعَ نَبِیٍّ " (مسند احمد حنبل جلد ۳ صفحہ ۲۷)

راوی کہتا ہے کہ "حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں اس زمانہ سے کوئی زمانہ بہتر نہیں پاتا سوائے ایسے زمانہ کے کہ وہ آئندہ نبی کے ساتھ ہو۔

یَکُوْنُ مضارع کا صیغہ ہے جو استقبال کا فائدہ دے رہا ہے۔ پس حضرت علیؓ کے نزدیک آئندہ نبی کے ہونے کا امکان تھا۔ ورنہ وہ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ زَمَانٌ مَّعَ نَبِیٍّ کے الفاظ نہ فرماتے۔

امام الصّوفیاء الشیخ الاکبر حضرت محی الدّین ابن العربی علیہ الرحمۃ کے اقوال

امام الصوفیاء الشیخ الاکبر تحریر فرماتے ہیں :-

(الف) وَمِنْ جُمْلَةِ مَا فِیْھَا تَنْزِیْلُ الشَّرَائِعِ وَخَتَمَ اللّٰہُ ھٰذَا التَّنْزِیْلَ بِشَرْعِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَ

خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ " (فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۵۵-۵۶)

ترجمہ: آغاز اور انجام والی اشیاء میں سے شریعتوں کا نازل کرنا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شریعت کے اُتارنے کو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی شرع سے ختم کر دیا۔ پس آپ (اس طرح) خاتم النبیین ہوئے۔

(ب) "فَمَا ارْتَفَعَتِ النُّبُوَّةُ بِالْكُلِّيَّةِ لِهٰذَا قُلْنَا إِنَّمَا ارْتَفَعَتْ نُبُوَّةُ التَّشْرِيْعِ فَهٰذَا مَعْنىٰ لَانَبِيَّ بَعْدَهٗ "

(فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۲۴)

ترجمہ: نبوّت کُلّی طور پر نہیں اُٹھی۔ اس لئے ہم نے کہا ہے کہ صرف تشریعی نبوّت اُٹھی ہے اور یہی معنیٰ حدیث لا نبی بعدی کے ہیں

(ج) "إِنَّ النُّبُوَّةَ الَّتِيْ انْقَطَعَتْ بِوُجُوْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا هِيَ نُبُوَّةُ التَّشْرِيْعِ لَامَقَامُهَا فَلَا شَرْعَ يَكُوْنُ نَاسِخًا لِّشَرْعِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهٰذَا مَعْنىٰ قَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِيْ وَلَانَبِيَّ اَيْ لَانَبِيَّ يَكُوْنُ عَلٰى شَرْعٍ يُخَالِفُ شَرْعِيْ بَلْ اِذَا كَانَ يَكُوْنُ تَحْتَ حُكْمِ شَرِيْعَتِيْ۔"

(فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۳)

ترجمہ: وہ نبوّت جو رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے آنے سے منقطع ہوئی ہے وہ صرف تشریعی نبوت ہے نہ کہ **مقام نبوّت**۔ پس اب کوئی شرع نہ ہوگی جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شرع

کی ناسخ ہو اور نہ آپ کی شرع میں کوئی نیا حکم بڑھانے والی شرع ہوگی اور یہی معنے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے ہیں کہ رسالت اور نبوت منقطع ہوگئی ہے۔ پس میرے بعد نہ رسول ہوگا نہ نبی یعنی مراد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی (اس قول سے۔ناقل) یہ ہے کہ اب ایسا نبی کوئی نہیں ہوگا جو میری شریعت کے مخالف شریعت پر ہو بلکہ **جب کبھی کوئی نبی ہوگا تو وہ میری شریعت کے ماتحت ہوگا۔**

مولوی خالد محمود صاحب کی حیلہ جوئی

مولوی خالد محمود صاحب نے اپنی کتاب "عقیدۃ الامۃ" میں شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کی عبارت (ج) کا آخری حصہ تو درج کیا ہے اور اس کا ترجمہ بھی بگاڑ کر لکھا ہے اور اس عبارت کے پہلے حصہ کو درج نہیں کیا جس میں شیخ اکبرؒ نے فرمایا ہے کہ صرف تشریعی نبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے آنے پر منقطع ہوئی ہے مقام نبوت منقطع نہیں ہوا۔ چونکہ خالد محمود صاحب کے دل میں چور تھا۔ اس لئے انہوں نے پوری عبارت اور اس کا ترجمہ پیش نہیں کیا اور اس کے آخری حصہ کا ترجمہ توڑ مروڑ کر یہ لکھا ہے:۔

"تحقیق رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی ہے۔ پس میرے بعد کوئی رسول یعنی کوئی (پرانا نبی بھی) ایسا نہیں ہوگا جو میری شریعت کے خلاف رہے بلکہ جب بھی ہوگا اُمتی نبی ہو کر رہے گا"

اس ترجمہ میں "یعنی کوئی پرانا نبی بھی" اصل الفاظ کا ترجمہ نہیں ہے بلکہ یہ

الفاظ ترجمہ میں خالد محمود صاحب نے اپنی طرف سے بڑھائے ہیں۔ اس سے پہلی عبارت میں جس کو درج نہیں کیا اس میں بیان کردہ خیال "مقام نبوت منقطع نہیں ہوا۔" کے عام اور اصولی مفہوم کو خالد محمود صاحب اپنے نوٹ میں گول مول کر گئے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں :-

"پیش نظر رہے کہ آنحضرتؐ کے بعد مقام نبوت کی نفی نہیں۔ آخر حضرت عیسٰی علیہ السلام نے تو آنا ہی ہے۔ ہاں نبوت ملنے کی نفی ہے جسے کہ تشریع کہتے ہیں۔ حاصل اینکہ یہاں انقطاع تشریع ہے یعنی نبوت ملنے کا انقطاع ہے خود نبوت کا انقطاع نہیں" (عقیدۃ الامۃ ص۸۱)

واضح ہو کہ تشریعی نبوت کا انقطاع تو ہم احمدی بھی مانتے ہیں اور شیخ اکبر بھی۔ مگر وہ تشریعی نبوت کو مقام نبوت پر امر زائد جانتے ہیں۔ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ "نبوت ملنے کا انقطاع ہے خود نبوت کا انقطاع نہیں" یہ گول مول فقرہ خالد محمود صاحب نے اس لئے لکھا ہے کہ یہ ظاہر کریں کہ گویا شیخ اکبر آئندہ نبی پیدا ہونے کا انقطاع تو قرار دیتے ہیں لیکن نبوت کا انقطاع قرار نہیں دیتے کیونکہ ایک پرانے نبی حضرت عیسٰیؑ نے آنا جو ہوا۔

مولوی خالد محمود صاحب! اس ہیرا پھیری سے کیا فائدہ کیونکہ شیخ اکبر علیہ الرحمۃ تو نبوّت کو قیامت تک جاری قرار دیتے ہیں اور صرف تشریعی نبوّت کو منقطع جانتے ہیں۔ چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں :-

"فَالنُّبُوَّةُ سَارِيَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فِي الْخَلْقِ وَاِنْ كَانَ التَّشْرِيْعُ قَدِ انْقَطَعَ فَالتَّشْرِيْعُ جُزْءٌ مِّنْ اَجْزَاءِ

النُّبُوَّةِ" (فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۰ باب ۷۳)

ترجمہ: نبوت مخلوق میں قیامت تک جاری ہے اگرچہ تشریعی (نئی شریعت کا لانا۔ ناقل) منقطع ہوگیا ہے۔ پس شریعت کا لانا نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔

شیخ اکبر کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک ایک جزوِ نبوت جو شریعت کا لانا ہے منقطع ہے اور نبوت منقطع نہیں۔ نبوت کا مفہوم ان کے نزدیک یہ ہے کہ

"لَيْسَتِ النُّبُوَّةُ بِاَمْرٍ زَائِدٍ عَلَى الْاِخْبَارِ الْاِلٰهِيِّ"

(فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۱۲ ۴ سوال ۱۸۸)

یعنی نبوت خدا تعالیٰ کی طرف سے امور غیبیہ ملنے سے زائد کوئی امر نہیں۔

پھر نبوت کے منقطع ہونے کے متعلق وہ لکھتے ہیں:۔

"فَاِنَّهٗ يَسْتَحِيْلُ اَنْ يَنْقَطِعَ خَبَرُ اللّٰهِ وَاِخْبَارُهٗ مِنَ الْعَالَمِ اِذْ لَوِ انْقَطَعَ لَمْ يَبْقَ لِلْعَالَمِ غِذَاءٌ يَتَغَذّٰى بِهٖ فِيْ بَقَاءِ وُجُوْدِهٖ" (فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۰)

ترجمہ: یہ محال ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے دنیا کو اخبار غیبیہ کا ملنا منقطع ہو جائے اس لئے کہ اگر یہ منقطع ہو جائے تو دُنیا کے لئے کوئی غذا باقی نہیں رہے گی جس سے وہ اپنے وجود (رُوحانی) کو غذا دے سکے۔

ان عبارتوں سے ظاہر ہے کہ شیخ اکبر رح کے نزدیک نبوت مطلقہ تو جاری ہے لیکن تشریعی نبوت منقطع ہو گئی۔

اُمّت کے خاص مقربوں کا مقام بیان کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:۔

"اَلْمُقَرَّبُوْنَ مَقَامُهُمْ بَيْنَ الصِّدِّيْقِيَّةِ وَالنُّبُوَّةِ التَّشْرِيْعِيَّةِ وَهُوَ مَقَامٌ جَلِيْلٌ جَهِلَهُ اَكْثَرُ النَّاسِ مِنْ اَهْلِ طَرِيْقَتِنَا كَاَبِيْ حَامِدٍ وَاَمْثَالِهٖ لِاَنَّ ذَوْقَهٗ عَزِيْزٌ وَهُوَ

مَقَامُ النُّبُوَّةِ الْمُطْلَقَةِ"

(فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۱۱)

ترجمہ: خدا تعالیٰ کے خاص مقربوں کا مقام صدیقیت اور نبوّت تشریعیہ کے درمیان واقع ہے۔ یہ ایک عظیم الشان مقام ہے جس سے ہمارے اہل طریقت میں سے اکثر لوگ جیسے ابو حامد (غزالی) وغیرہ ناواقف ہیں کیونکہ اس کا ذوق کم ہی لوگوں کو حاصل ہے **اور یہ نبوت مطلقہ کا مقام ہے۔**

نبوۃ مطلقہ نبوّت کی جزو ذاتی ہے

یہی نبوۃ مطلقہ شیخ اکبر کے نزدیک نبوّت کی جزو ذاتی ہے۔ شریعت لانے کو وہ جزو عارض قرار دیتے ہیں۔ یعنی ایسی جزو جو کسی نبی کو حاصل ہوتی ہے اور کسی کو نہیں۔ چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"عَلِمْنَا اَنَّ التَّشْرِيْعَ اَمْرٌ عَارِضٌ بِكَوْنِ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ يَنْزِلُ فِيْنَا مِنْ غَيْرِ تَشْرِيْعٍ وَهُوَ نَبِيٌّ بِلَا شَكٍّ"

(فتوحات مکیہ جلد ۱ صفحہ ۵۷)

ترجمہ: ہم نے جان لیا ہے کہ شریعت کا لانا ایک امرِ عارض ہے (یعنی نبوّت کے لئے امرِ ذاتی نہیں۔ ناقل) کیونکہ عیسٰی علیہ السلام ہم میں بغیر کسی نئی شریعت کے نازل ہوں گے اور وہ بلاشک نبی ہیں۔

شیخ اکبر کے نزدیک عیسٰی علیہ السلام کا بروزی نزول

یاد رہے کہ شیخ اکبر علیہ الرحمۃ حضرت عیسٰیؑ کے اصالتاً نازل ہونے کے قائل نہیں بلکہ وہ اُن کے بروزی نزول کے ہی قائل ہیں۔

چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"وَجَبَ نُزُوْلُهٗ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ بِتَعَلُّقِهٖ بِبَدَنٍ اٰخَرَ"

(تفسیر شیخ اکبر برحاشیہ تفسیر عرائس البیان طبع اوّل صفحہ ۲۶۲)

ترجمہ: حضرت عیسٰیؑ کا نزول آخری زمانہ میں کسی دوسرے بدن کے تعلق سے واجب ہے۔

شیخ اکبر کے نزدیک نبوّت عامہ کا امکان

شیخ اکبر علیہ الرحمۃ تشریعی نبوّت کو جو ایک مخصوص قسم کی نبوّت ہے منقطع قرار دیتے ہیں اور نبوّت مطلقہ کو جاری قرار دیتے ہیں۔ اس نبوّت مطلقہ کو وہ نبوّت عامہ بھی قرار دیتے ہیں اور اس نبوّت کے پانے والوں کو انبیاء الاولیاء کا نام دیتے ہیں۔ اور اس کے جاری ہونے کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیت

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ

اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ

(حٰم سجدہ ع ۴)

کی تفسیر میں لکھتے ہیں :-

" هٰذَا التَّنْزِيْلُ هُوَ النُّبُوَّةُ الْعَامَّةُ لَا نُبُوَّةُ التَّشْرِيْعِ "

(فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۲۴۲ باب معرفۃ الاستقامۃ)

یعنی ملائکہ کا مومنوں کے استقامت دکھانے پر نازل ہونا نبوّتِ عامہ ہے نہ کہ تشریعی نبوّت

خالد محمود صاحب نے حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ کا یہ قول پیش کیا ہے :-

" اِعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَدْ سَدَّ بَابَ الرِّسَالَةِ عَنْ كُلِّ مَخْلُوْقٍ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ "

یعنی جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد رسالت کا دروازہ بند کر دیا ہے۔

شیخ اکبر کے اس قول میں ان کے مندرجہ بالا اقوال کی روشنی میں تشریعی رسالت کے دروازے کا بند ہونا ہی مذکور ہے کیونکہ وہ اس بات کے قائل ہیں :-

" فَقَطَعْنَا اَنَّ فِیْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ مَنْ لَحِقَتْ دَرَجَتُهٗ دَرَجَةَ الْاَنْبِيَاءِ فِی النُّبُوَّةِ لَا فِی التَّشْرِيْعِ (فتوحات مکیہ جلد ۱ صفحہ ۵۶۹-۵۷۰)

ترجمہ : ہم نے قطعی طور پر جان لیا ہے کہ اس اُمّت میں ایسے شخص بھی ہیں جن کا درجہ نبوّت میں انبیاء کے درجہ سے مل گیا ہے نہ کہ نئی شریعت لانے میں

اَلنَّبِی کا نام زائل ہونے کی وجہ

شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کے بعض اقوال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ

" لَا یُطْلَقُ اِسْمُ النُّبُوَّةِ وَ لَا النَّبِیِّ اِلَّا عَلَی الْمُشَرِّعِ خَاصَّةً فَحُجِرَ هٰذَا الْاِسْمُ لِخُصُوْصِ وَصْفٍ مُعَیَّنٍ فِی النُّبُوَّةِ "

ترجمہ: اَلنُّبُوَّةُ اور اَلنَّبِی کا نام خاص طور پر صرف شریعت لانے والے کو دیا جاتا ہے کیونکہ شریعت کا لانا نبوّت کا ایک خاص معیّن وصف ہے۔ یعنی شریعت غیر نبی کو نہیں ملتی۔

شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کے اس کلام سے ظاہر ہے کہ اَلنَّبِی اور اَلنُّبُوَّة کا لفظ الف لام تعریف کے ساتھ عُرف عام میں تشریعی نبی اور تشریعی نبوّت کے لئے معیّن ہوگیا ہے۔ اس لئے غیر تشریعی نبی کو اور اس کی نبوّت کو اَلنَّبِی اور اَلنُّبُوَّة نہیں کہا جائے گا۔ اس کی وجہ وہ یہ بتاتے ہیں :-

" فَسَدَدْنَا بَابَ اِطْلَاقِ لَفْظِ النُّبُوَّةِ عَلٰی هٰذَا الْمَقَامِ لِئَلَّا یَتَخَیَّلَ مُتَخَیِّلٌ اَنَّ الْمُطْلِقَ لِهٰذَا اللَّفْظِ یُرِیْدُ نُبُوَّةَ التَّشْرِیْعِ فَیَغْلُطَ " (فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۳)

ترجمہ: ہم نے اس مقام نبوّۃ پر اَلنُّبُوَّة کا لفظ بولنا اس لئے روک دیا ہے کہ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ اس لفظ کو بولنے والا تشریعی نبوّت مراد لیتا ہے (اور سُننے والا) اس سے (ایسی) غلطی میں نہ پڑجائے۔

انبیاء الاولیاء

لیکن کسی کے ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی کہلانے سے ایسی غلطی واقع نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ ایسے نبی کو جو تشریعی

نبی نہ ہو۔ شیخ اکبر علیہ الرحمۃ النّبی کی بجائے نبی الاولیاء قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ نبوّت مطلقہ رکھنے والے غیر تشریعی انبیاء اور محدثین اُمت میں فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"اِنْ اَرَادَ اَصْحَابُ النُّبُوَّةِ الْمُطْلَقَةِ فَالْمُحَدَّثُوْنَ اَصْحَابُ جُزْءٍ مِّنْهَا فَالنَّبِیُّ الَّذِیْ لَا شَرْعَ لَهٗ فِیْ مَا یُوْحٰی اِلَیْهِ بِهٖ هُوَ رَأْسُ الْاَوْلِیَاءِ وَجَامِعُ الْمَقَامَاتِ مَقَامَاتٍ مَا تَقْتَضِیْهِ الْاَسْمَاءُ الْاِلٰهِیَّةُ مِمَّا لَا شَرْعَ فِیْهِ مِنْ شَرَائِعِ اَنْبِیَاءِ التَّشْرِیْعِ وَ الْمُحَدَّثُ مَا لَهٗ سِوَی التَّحْدِیْثِ وَمَا یُنْتِجُهٗ مِنَ الْاُمُوْرِ وَالْاَعْمَالِ وَالْمَقَامَاتِ. وَکُلُّ نَبِیٍّ مُحَدَّثٌ وَمَا کُلُّ مُحَدَّثٍ نَبِیٌّ وَهٰؤُلَاءِ اَنْبِیَاءُ الْاَوْلِیَاءِ وَاَمَّا الْاَنْبِیَاءُ الَّذِیْنَ لَهُمْ شَرَائِعُ فَلَابُدَّ مِنْ تَنَزُّلِ الْاَرْوَاحِ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ بِالْاَمْرِ وَالنَّهْیِ" (فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۷۷، ۹۰ بلحاظ ایڈیشن مختلف)

ترجمہ: نبوّت مطلقہ رکھنے والے انبیاء (یعنی غیر تشریعی انبیاء۔ ناقل) کے مقابل محدّثین جزوی طور پر نبوّت مطلقہ رکھتے ہیں۔ پس وہ نبی جس کی وحی تشریعی نہ ہو وہ راس الاولیاء ہوتا ہے اور ایسے مقامات کا جامع بھی جنہیں اسماء الٰہیہ چاہتے ہیں۔ وہ مقامات جن میں تشریعی انبیاء کی طرح کوئی شریعت نہیں ہوتی اور محدّث کو تو صرف تحدیث اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے امور اور مقامات حاصل ہوتے ہیں۔ **پس ہر نبی مُحَدَّث ہوتا ہے اور ہر مُحَدَّث نبی نہیں ہوتا۔ یہ سب**

لوگ (غیر تشریعی انبیاء اور محدثین - ناقل) انبیاء الاولیاء ہوتے ہیں
لیکن وہ انبیاء جو تشریعی ہوتے ہیں ان کے دلوں پہ ارواح (فرشتے)
امر و نہی (یعنی شریعت) لیکر نازل ہوتے ہیں۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ شیخ اکبر علیہ الرحمۃ نبوّت مطلقہ رکھنے والے غیر تشریعی انبیاء کے مقابلہ میں محدثین اُمت کو نبوّت مطلقہ جزوی طور پہ رکھنے کی وجہ سے نبی قرار نہیں دیتے۔ ہاں وہ غیر تشریعی انبیاء کی طرح محدثین کیلئے انبیاء الاولیاء کا اطلاق جائز رکھتے ہیں۔ ہاں اُمّت محمدیہ کا مسیح موعود اُن کے نزدیک بالاختصاص نبوّت مطلقہ رکھنے والا نبی الاولیاء ہے۔ چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"یَنْزِلُ وَلِیًّا ذَا نُبُوَّۃٍ مُطْلَقَۃٍ یَشْرَکُہٗ فِیْھَا الْاَوْلِیَاءُ الْمُحَمَّدِیُّوْنَ
فَھُوَ مِنَّا وَھُوَ سَیِّدُنَا" (فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۴۹)

ترجمہ: مسیح موعود نبوّت مطلقہ رکھتے ہوئے نبی الاولیاء ہوگا اور اس امر میں اولیاء محمدی بھی اس کے شریک ہیں (مگر صرف جزوی طور پہ۔ ناقل)

مسیح موعود ان محدّثین کے بالمقابل ان کے نزدیک بلاشک نبی ہے۔ چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"یَنْزِلُ فِیْنَا حَکَمًا مِنْ غَیْرِ تَشْرِیْعٍ وَھُوَ نَبِیٌّ بِلَا شَکٍّ"

(فتوحات مکیہ جلد ۱ صفحہ ۵۷۰)

یہ بات ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ شیخ اکبر علیہ الرحمۃ حضرت عیسیٰؑ کے اصالتاً نزول کے قائل نہیں بلکہ بروزی نزول کے قائل ہیں۔

مسیح موعود کی احتیاط | شیخ اکبر علیہ الرحمۃ نے مسیح موعود کو نبوّت مطلقہ رکھنے

والا نبی الاولیاء قرار دیا ہے۔ مگر جیسا کہ آپ معلوم کرچکے ہیں وہ انبیاء الاولیاء کی اصطلاح کو غیر تشریعی مستقل انبیاء کے لئے بھی استعمال کرتے ہیں۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے لئے اس اصطلاح کی بجائے زیادہ احتیاط کرتے ہوئے اُمتی نبی کا اطلاق کیا ہے تا کسی کو یہ شبہ پیدا ہی نہ ہوسکے کہ کہ آپ مستقلہ نبوت کے دعویدار ہیں۔

پھر الشیخ الاکبر نے اس بات کی تصریح نہیں کی کہ مسیح موعود کی نبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان خاتم النبیین کا فیض ہے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ امر تصریح سے بیان فرما دیا ہے کہ آپ ایک پہلو سے نبی ہیں اور ایک پہلو سے اُمتی۔ گویا مقام نبوت آپ نے خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطہ اور افاضۂ رُوحانیہ سے حاصل کیا ہے کیونکہ اُمتی کا ہر مقام اُس کے اُمتی ہونے کی وجہ سے متبوع نبی کا فیض ہی ہوتا ہے۔

پیرانِ پیر حضرت سید عبد القادر جیلانی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

حضرت پیرانِ پیر سیّد عبد القادر جیلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :-

" اُوْتِیَ الْاَنْبِیَاءُ اِسْمَ النُّبُوَّۃِ وَاُوْتِیْنَا اللَّقَبَ اَیْ حُجِرَ عَلَیْنَا اِسْمُ النُّبُوَّۃِ مَعَ اَنَّ الْحَقَّ تَعَالٰی یُخْبِرُنَا فِیْ سَرَائِرِنَا مَعَانِیْ کَلَامِہٖ وَکَلَامِ رَسُوْلِہٖ وَصَاحِبُ ھٰذَا الْمَقَامِ مِنْ اَنْبِیَاءِ الْاَوْلِیَاءِ "

(الیواقیت الجواہر للامام الشعرانی جلد ۲ صفحہ ۲۵ و نبراس شرح الشرح لعقائد نسفی حاشیہ صفحہ ۴۴۵)

ترجمہ: انبیاء کو نبوت کا نام دیا گیا ہے اور ہم (اُمتی۔ ناقل) نبی کا لقب پاتے ہیں۔ ہم سے نبی کا نام روک دیا گیا ہے (یعنی محض نبی کا نام۔ ناقل) باوجود اس کے کہ خدا تعالےٰ ہمیں خلوت میں اپنے کلام اور اپنے رسُول کے کلام کے معانی سے آگاہ کرتا ہے اور اس مقام کا رکھنے والا انسان انبیاء الاولیاء میں سے ہوتا ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ نبوۃ الولایت کا مقام حضرت پیرانِ پیر علیہ الرحمۃ کے نزدیک منقطع نہیں۔

سیّد عبد الکریم جیلانیؒ کا مذہب

عارف ربّانی سیّد عبد الکریم جیلانی اپنی کتاب "الانسان الکامل" میں لکھتے ہیں:-

"اِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ الْاَنْبِیَاءِ نُبُوَّتُہٗ نُبُوَّۃُ الْوَلَایَۃِ کَالْخِضْرِ فِیْ بَعْضِ الْاَقْوَالِ وَکَعِیْسٰی اِذَا نَزَلَ اِلَی الدُّنْیَا فَاِنَّہٗ لَا یَکُوْنُ لَہٗ نُبُوَّۃُ التَّشْرِیْعِ وَکَثِیْرٍ مِنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ"

(الانسان الکامل ص۸۴)

ترجمہ:- بہت سے انبیاء کی نبوت نبوۃ الولایت ہی ہے جیسا کہ خضرؑ کی نبوت بعض اقوال کے لحاظ سے اور جیسا کہ عیسٰی علیہ السّلام کی نبوت جب وہ دنیا کی طرف نازل ہوں گے اور اسی طرح بہت سے بنی اسرائیل کی نبوّت کا حال ہے۔

پس نبوّت الولایت ان بزرگوں کے نزدیک بنی اسرائیل کے انبیاء اور اُمّتِ

محمدیہ کے مسیح موعود کے لئے ایک حقیقتِ مسلّمہ ہے۔ یہ نبوّت الولایت محض ولایت نہیں ہے بلکہ ولایت مطلقہ سے ایک بالا مقام ہے۔ چنانچہ سیّد موصوف یہ بھی تحریر فرماتے ہیں :۔

"کُلُّ نَبِيٍّ وَلَايَةِ اَفْضَلُ مِنَ الْوَلِيِّ مُطْلَقًا وَمِنْ ثَمَّ قِيْلَ بِدَايَةُ النَّبِيِّ نِهَايَةُ الْوَلِيِّ فَافْهَمْ وَ تَامَّلْهُ فَاِنَّهُ قَدْ خَفِيَ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ اَهْلِ مِلَّتِنَا (الانسان الکامل صفحہ ۸۴)

ترجمہ: ہر نبیٔ ولایت مطلق ولی سے افضل ہوتا ہے اور اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ نبی کا آغاز ولی کی انتہا ہے۔ پس اس نکتہ کو سمجھ لو اور اس میں غور کرو کیونکہ یہ ہمارے بہت سے اہلِ ملّت پر مخفی رہا ہے۔ (مولوی خالد محمود صاحب پر یہ نکتہ مخفی ہی رہا ہے۔ ناقل)

خاتم النبیین کے معنی

سیّد موصوف تحریر فرماتے ہیں :۔

"فَانْقَطَعَ حُكْمُ نُبُوَّةِ التَّشْرِيْعِ وَكَانَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ لِاَنَّهُ جَاءَ بِالْكَمَالِ وَلَمْ يَجِئْ اَحَدٌ بِذٰلِكَ"

(الانسان الکامل جلد ۱ صفحہ ۹۸)

ترجمہ :۔ پس تشریعی نبوّت کا حکم اُٹھ گیا ہے پس محمد صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النّبیین ہیں کیونکہ وہ کمال (شریعت کاملہ تامہ) لے کر آئے ہیں۔ اور کوئی اور نبی ایسے کمال کے ساتھ نہیں آیا۔

پھر سیّد موصوف علیہ الرحمۃ حدیث نبوی "وَا شَوْقَاهُ اِلٰى اِخْوَانِيَ الَّذِيْنَ

یَأْتُوْنَ بَعْدِیْ" کی تشریح میں لکھتے ہیں :-

"فَھٰؤُلَاءِ اَنْبِیَاءُ الْاَوْلِیَاءِ یُرِیْدُ بِذَالِكَ نُبُوَّۃَ الْقُرْبِ وَالْاِعْلَامِ وَالْحُکْمِ الْاِلٰھِیِّ۔ لَا نُبُوَّۃَ التَّشْرِیْعِ لِاَنَّ نُبُوَّۃَ التَّشْرِیْعِ اِنْقَطَعَتْ بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ"

(الانسان الکامل جلد ۲ صـ ۱۰۹)

ترجمہ :- یہ اخوان جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والے ہیں (جن کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اظہار اشتیاق فرمایا ہے) انبیاء الاولیاء ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے انہیں اپنا اخوان قرار دینے سے مُراد یہ ہے کہ اُن کو قرب والی نبوۃ علم دیا جانے والی نبوّت اور الٰہی حکمتوں پر مشتمل نبوت ملتی ہے نہ کہ تشریعی نبوّت۔ کیونکہ تشریعی نبوّت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر منقطع ہو گئی

حضرت امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

حضرت امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمۃ کو مولوی خالد محمود صاحب نے اپنی کتاب عقیدۃ الامت میں شیخِ اکبر محی الدین ابن عربی کا شاگرد قرار دیا ہے۔

نبوّت کی بندش کے متعلق ان کا عقیدہ یہ ہے :-

"اِعْلَمْ اَنَّ مُطْلَقَ النُّبُوَّۃِ لَمْ تَرْتَفِعْ وَاِنَّمَا ارْتَفَعَتْ نُبُوَّۃُ التَّشْرِیْعِ" (الیواقیت والجواہر جلد ۲ صـ ۳۵ و صـ ۳۹ بلحاظ ایڈیشن مختلف)

ترجمہ :- جان لو کہ مطلق نبوت بند نہیں ہوئی صرف تشریعی نبوت بند ہوئی ہے۔

پھر وہ حدیث لَانَبِیَّ بَعْدِیْ کی تشریح میں لکھتے ہیں :-

" وَقَوْلِهٖ صَلَّے اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ وَ لَارَسُوْلَ اَیْ مَا ثَمَّ مَنْ يُّشَرِّعُ بَعْدِیْ شَرِيْعَةً خَاصَّةً "

(الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۳۵)

ترجمہ :- آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قول لانبی بعدی ولارسول سے مراد یہ ہے کہ آپؐ کے بعد کوئی شخص شریعتِ خاصّہ کے ساتھ تشریعی نبی نہیں ہوگا۔

نبوّت کی تقسیم

امام موصوف نبوّت کی دو قسمیں تشریعی اور غیر تشریعی قرار دے کر لکھتے ہیں :-

"تَنْقَسِمُ النُّبُوَّةُ الْبَشَرِيَّةُ عَلٰی قِسْمَيْنِ - اَلْاَوَّلُ مِنَ اللّٰهِ اِلٰی غَيْرِهٖ مِنْ غَيْرِ رُوْحٍ مَلَكِیٍّ بَيْنَ اللّٰهِ وَ بَيْنَ عَبْدِهٖ بَلْ اِخْبَارَاتٌ اِلٰهِيَّةٌ يَجِدُهَا فِیْ نَفْسِهٖ مِنَ الْغَيْبِ اَوْفِیْ تَجَلِّيَاتٍ وَلَايَتَعَلَّقُ بِذٰلِكَ حُكْمُ تَحْلِيْلٍ اَوْ تَحْرِيْمٍ بَلْ تَعْرِيْفُ مَعَانِی الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ اَوْ بِصِدْقِ حُكْمٍ مَشْرُوْعٍ ثَابِتٍ اَنَّهٗ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ تَعَالٰی اَوْ تَعْرِيْفُ بِفَسَادِ حُكْمٍ قَدْ ثَبَتَ مِنَ النَّقْلِ صِحَّتُهٗ وَنَحْوُ ذَالِكَ وَكُلُّ ذَالِكَ تَنْبِيْهٌ مِّنَ اللّٰهِ تَعَالٰی وَ شَاهِدٌ عَدْلٌ مِّنْ نَفْسِهٖ وَلَاسَبِيْلَ لِصَاحِبِ هٰذَا الْمَقَامِ اَنْ يَّكُوْنَ عَلٰی شَرْعٍ يَخُصُّهٗ يُخَالِفُ شَرْعَ رَسُوْلِهِ الَّذِیْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ وَ اُمِرْنَا بِاتِّبَاعِهٖ " (الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۲۰۰)

ترجمہ :- انسان کو جو نبوّت ملتی ہے اس کی دو قسمیں ہیں۔ قسم اوّل کی نبوت خدا تعالےٰ اور اس کے بندے کے درمیان رُوحِ ملکی کے بغیر ہوتی ہے (یعنی اس میں فرشتہ شریعت جدیدہ نہیں لاتا) بلکہ صرف خدا کی طرف سے اخبارِ غیبیہ ہوتی ہیں جنہیں انسان اپنے نفس میں پاتا ہے یا کچھ تجلیات ہوتی ہیں مگر ان کا تعلق کسی امر کو حلال یا حرام کرنے سے نہیں ہوتا بلکہ ان کا تعلّق صرف کتاب اللہ اور سنّتِ رسُول کے معانی سے ہوتا ہے یا کسی شرعی حکم کی جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ثابت ہو اُن تجلّیات کے ذریعہ تصدیق مطلوب ہوتی ہے یا کسی حکم کی جو گو نقل (روایت) کے لحاظ سے اس کی صحت ثابت ہو خرابی بتانا مقصود ہوتا ہے وغیرہ۔ یہ سب امور اللہ تعالےٰ کی طرف سے متنبّہ کرنے اور شریعت پر شاہد عدل (مصدق) کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس مقام والے نبی کی اپنی کوئی خاص شریعت نہیں ہوتی جو اُس کے اُس رسُول کی شریعت کے خلاف ہو جو رسُول خود اُس کی طرف بھیجا گیا ہے اور جس کی ہمیشہ کے لئے پیروی کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔

اس کے بعد وہ دوسری قسم تشریعی نبوّت کے متعلق لکھتے ہیں :-

"ھٰذَا الْمَقَامُ لَمْ یَبْقَ لَہٗ اَثَرٌ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَّا فِی الْاَئِمَّۃِ الْمُجْتَھِدِیْنَ مِنْ اُمَّتِہٖ"

(الیواقیت والجواہر حوالہ مذکور)

ترجمہ : تشریعی نبوت کے مقام کا کوئی اثر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد باقی نہیں رہا سوائے اس اثر کے جو ائمہ مجتہدین میں (اجتہاد کی

کی صورت) میں پایا جاتا ہے۔

ہم نے قسم اوّل کے نبی سے متعلقہ عبارت کے فقرہ من غیر روح ملکی کی خطوط وحدانیہ میں یہ تشریح کی ہے کہ اس پر فرشتہ شریعت جدیدہ کے ساتھ نازل نہیں ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسری جگہ امام موصوف لکھتے ہیں:۔

"وَالْحَقُّ اَنَّ الْکَلَامَ فِی الْفَرْقِ بَیْنَھُمَا اِنَّمَا ھُوَ فِی کَیْفِیَّۃِ مَا یَنْزِلُ بِہِ الْمَلَکُ لَا فِی نُزُوْلِ الْمَلَکِ"

(الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۵۹)

یعنی سچی بات یہ ہے کہ دو تو قسم کے نبیوں کے درمیان فرق صرف اس وحی کی کیفیت میں ہوتا ہے جسے فرشتہ لیکر نازل ہوتا ہے فرشتہ کے نزول میں کوئی فرق نہیں ہوتا (یعنی فرشتہ دو تو قسم کے نبیوں پر نازل ہوتا ہے)

مولوی خالد محمود صاحب نے عقیدۃ الامت میں امام عبدالوہاب شعرانیؒ کی ذیل کی عبارت درج کی ہے:۔

"اِعْلَمْ اَنَّ الْوَحْیَ لَا یَنْزِلُ بِہِ الْمَلَکُ عَلٰی غَیْرِ قَلْبِ نَبِیٍّ اَصْلًا وَلَا یَأْمُرُ غَیْرَ نَبِیٍّ بِاَمْرِ الٰھِیَۃٍ جُمْلَۃً وَّاحِدَۃً فَاِنَّ الشَّرِیْعَۃَ قَدِ اسْتَقَرَّتْ وَبَیَّنَ الْفَرْضَ وَالْوَاجِبَ وَالْمَنْدُوْبَ وَالْحَرَامَ وَالْمَکْرُوْہَ وَالْمُبَاحَ فَانْقَطَعَ الْاَمْرُ الْاِلٰھِیُّ بِانْقِطَاعِ النُّبُوَّۃِ وَالرِّسَالَۃِ وَمَا بَقِیَ اَحَدٌ مِنْ خَلْقِ اللّٰہِ یَأْمُرُہُ اللّٰہُ بِاَمْرٍ یَکُوْنُ شَرْعًا یُتَعَبَّدُ بِہٖ اَبَدًا" (عقیدۃ الامۃ صفحہ ۸۶)

یعنی جان لو کہ فرشتہ وحی لیکر اس کے دل پر نہیں اُترتا جو نبی نہیں اور نہ ہی غیر نبی کو کسی امرِ الٰہی کا حکم دیتا ہے کیونکہ شریعت قائم ہو چکی اور فرض واجب مندوب حرام مکروہ اور مباح سب واضح ہو چکے۔ پس نبوّت اور رسالت (تشریعی۔ ناقل) کے منقطع ہونے کے ساتھ ہی امرِ الٰہی بھی منقطع ہو گیا ہے اور مخلوق میں سے روئے زمین پر کوئی باقی نہ رہا جسے اللہ تعالیٰ کبھی کوئی ایسا نیا حکم دے جسے تشریعی صورت میں ماننا ضروری ہو۔

امام موصوف کی یہ عبارت ہمارے مسلک کے خلاف نہیں کیونکہ اس میں نبوّت اور رسالت کے ذکر میں جدید شرعی حکم کے منقطع ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔

امام موصوف کی یہ عبارت اُن کے اُن اقوال کی روشنی میں پڑھی جانی چاہیئے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ انہوں نے صرف تشریعی نبوّت کو منقطع قرار دیا ہے نہ کہ غیر تشریعی نبوّت کو۔ اور دونو قسم کے نبیوں پر فرشتہ کا وحی لے کر آنا تسلیم کیا ہے۔ لیکن دونو قسم کے نبیوں پر نازل ہونے والی وحی کی کیفیت میں فرق قرار دیا ہے جو یہ ہے کہ غیر تشریعی نبی پر احکام شریعت جدیدہ نازل نہیں ہوتے۔

اسی کے پیشِ نظر وہ لکھتے ہیں :-

"هٰذَا بَابٌ أُغْلِقَ بَعْدَ مَوْتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا يُفْتَحُ لِأَحَدٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَلٰكِنْ بَقِيَ لِلْأَوْلِيَاءِ وَحْيُ الْإِلْهَامِ الَّذِي لَا تَشْرِيعَ فِيهِ (الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۳)

یعنی یہ وہ دروازہ ہے جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی موت پر بند کر دیا گیا

ہے۔ پس یہ قیامت کے دن تک کسی پر نہیں کھولا جائے گا۔ لیکن خدا کے پیاروں کے لئے وحیِ الہام کا دروازہ کھلا ہے جس میں شریعت جدیدہ نہیں ہوتی۔

پس ایک قسم کی وحی کا دروازہ امام موصوف کے نزدیک کھُلا ہے اور یہ وہ وحی ہے جس میں شریعت جدیدہ کے اوامر و نواہی نہیں ہوتے۔ ایسے لوگوں کو جن پر وحی غیر تشریعی نازل ہو صوفیاء انبیاء الاولیاء قرار دیتے ہیں اور اُن کی نبوت کو نبوّۃ الولایت کا نام دیتے ہیں۔

امام موصوف مسیح موعود کے متعلق اپنے اُستاد کی طرح لکھتے ہیں:۔

"فَيُرْسَلُ وَلِيًّا ذَا نُبُوَّةٍ مُطْلَقَةٍ وَّيُلْهَمُ بِشَرْعِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَفْهَمُهٗ عَلٰى وَجْهِهٖ"

(الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۸۹ بحث نمبر ۴۷)

ترجمہ:۔ مسیح موعود نبوّت مطلقہ رکھنے والے ولی کی صورت میں بھیجا جائے گا اور اس پر شریعت محمدیہ الہاماً نازل ہوگی اور وہ اُسے ٹھیک ٹھیک سمجھے گا۔

خالد محمود صاحب نے امامِ موصوف کا یہ قول عقیدۃ الامت صفحہ ۸۶ پر درج کیا ہے:۔

"مَنْ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَمَرَهٗ بِشَيْءٍ فَلَيْسَ بِذٰلِكَ بِصَحِيْحٍ اِنَّمَا ذَالِكَ تَلْبِيْسٌ لِاَنَّ الْاَمْرَ مِنْ قِسْمِ الْكَلَامِ وَصِفَتِهٖ وَذَالِكَ بَابٌ مَسْدُوْدٌ دُوْنَ النَّاسِ" (الیواقیت والجواہر جلد ۲

صفحہ ۳۸ بحوالہ عقیدۃ الامت صفحہ ۸۶)

یعنی جو شخص یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے کسی بات کا حکم دیا ہے تو یہ صحیح نہیں بلکہ شیطانی فریب ہے کیونکہ حکم کلام کی ایک قسم ہے اور اس کی ایک صفت ہے اور یہ دروازہ لوگوں کے لئے بند ہو چکا ہے

مولوی خالد محمود صاحب سے ہمارا سوال

مندرجہ بالا عبارت کی رُو سے جب اُس کو اُس عبارت کے مقابلہ میں رکھا جائے جو مسیح موعود پر قرآن شریف کے بصورت وحی الہاماً نازل ہونے کے متعلق ہم اُوپر درج کر چکے ہیں تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر خالد صاحب کی پیش کردہ عبارت میں "امر" سے "امر جدید" مراد نہ لیا جائے جو شریعت جدیدہ کا حامل ہوتا ہے تو پھر خالد محمود صاحب اُوپر کی دو تو عبارتوں میں تطبیق دے کر دکھلائیں؟

خالد محمود صاحب پر واضح رہے کہ اگر قرآن کریم کی کسی آیت کا جو کسی امر و نہی پر مشتمل ہو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص پر نازل ہونا منقطع ہوتا تو ذیل کی آیات بعض بزرگوں پر الہاماً نازل نہ ہوتیں۔

(الف) حضرت محی الدین ابن عربی تحریر فرماتے ہیں مجھ پر یہ آیات نازل ہوئیں

"قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ" (فتوحاتِ مکیہ جلد ۳ صفحہ ۳۶۷)

(ب) حضرت خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ پر مندرجہ ذیل قرآنی آیات کا نزول ہوا۔

(۱) وَانْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ

(۲) لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ۔

(۳) وَمَا اَنْتَ بِهَادِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلَالَتِهِمْ

(علم الکتاب صفحہ ٦٤)

(ج) حضرت مولوی عبداللہ صاحب غزنوی پر مندرجہ ذیل آیات قرآنی امر ونہی پر مشتمل نازل ہوئیں:۔

(۱) فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ

(۲) وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاوةِ وَالْعَشِيِّ

(۳) فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ

(۴) وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ

(رسالہ اثبات الالہام والبیعۃ مؤلفہ مولوی محمد حسن رئیس لدھیانہ
وسوانح عمری مولانا عبداللہ صاحب غزنوی از مولوی عبدالجبار غزنوی
و مولوی غلام رسول کنوی صفحہ ۲۵ مطبوعہ مطبع القرآن والسنۃ امرتسر)

بالآخر واضح ہو کہ حضرت امام عبدالوہاب الشعرانی علیہ الرحمۃ بحث ۴۵ میں لکھتے ہیں:۔

"فَلَا تَخْلُو الْاَرْضُ مِنْ رَّسُوْلٍ حَيٍّ بِجِسْمِهٖ اِذْ هُوَ قُطْبُ الْعَالَمِ الْاِنْسَانِيِّ وَلَوْ كَانُوْا اَلْفَ رَسُوْلٍ فَاِنَّ الْمَقْصُوْدَ مِنْ هٰؤُلَاءِ هُوَ الْوَاحِدُ" (الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۹۰)

ترجمہ:- زمین کبھی بھی مجسم زندہ رسُول سے خالی نہیں ہوگی خواہ ایسے رسُول شمار میں ہزار ہا ہوں۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم انسانی دنیا کے قطب ہیں اور ان رسُولوں سے مقصود خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی واحد شخصیت ہی ہے (گویا یہ رسُول آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بروز اور ظل ہوں گے اس لئے کوئی غیر شخص رسُول نہ ہوگا)

پھر آگے لکھتے ہیں:-

"فَمَا زَالَ الْمُرْسَلُوْنَ وَ لَا یَزَالُوْنَ فِی هٰذِهِ الدَّارِ لٰکِنْ مِّنْ بَاطِنِیَّةِ شَرْعِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ لٰکِنَّ اَکْثَرُ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ" (الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۹۰ بحث ۴۵)

ترجمہ:- پہلے بھی مرسلین دنیا میں رہے ہیں اور آئندہ بھی اس دنیا میں مرسلین ہوں گے۔ لیکن یہ مرسلین اس مرتبہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے فیض باطنی سے پائیں گے۔ لیکن اکثر لوگ (جیسا کہ مولوی خالد محمود بھی ناقل) اس حقیقت سے ناواقف ہیں۔

امام علی القاری علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

فقہ حنفیہ کے جلیل القدر امام اور محدّث کا ختم نبوّت کے متعلق عقیدہ

ہم پہلے یہ بیان کر چکے ہیں کہ اُن کے نزدیک حدیث نبوی لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِیْمُ لَکَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا کی تشریح کی رُو سے صاحبزادہ ابراہیمؑ کے بالفعل نبی ہونے میں آیت خاتم النبیّین روک نہیں ہوئی بلکہ اُن کی وفات روک ہوئی ہے اگر وہ زندہ رہتے اور بموجب حدیث نبوی بالفعل نبی بن جاتے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم۔

کے تابع اُمتی نبی کی حیثیت ہی رکھتے۔ کیونکہ آیت خاتم النّبیین کا مفہوم اُن کے نزدیک یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں ہو سکتا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے اور آپ کی اُمّت میں سے نہ ہو۔ گویا انقطاعِ نبوّت اُن کے نزدیک دو شرطوں سے مشروط ہے:۔

پہلی شرط یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ناسخِ شریعتِ محمّدیہ یعنی نئی شریعت لانے والا نبی نہیں آسکتا۔ اور

دُوسری شرط یہ ہے کہ اُمّتِ محمّدیہ سے باہر کوئی نبی نہیں آسکتا۔

پس ہندوؤں اور عیسائیوں اور تمام غیر مسلموں میں کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اور اُمّت میں اگر کوئی نبی پیدا ہو اور وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تابع اور اُمتی ہو تو اُس کی نبوّت آیت خاتم النّبیین کے منافی نہ ہوگی۔

مولوی خالد محمود صاحب نے امام علی القاری علیہ الرحمۃ کے متعلق ختم نبوت کا عقیدہ بیان کرنے کے لئے اُن کے کچھ اقوال درج کئے ہیں جن کی اس جگہ تشریح کرنا ضروری ہے تاکہ کوئی شخص مولوی خالد محمود صاحب کے مغالطہ میں نہ آسکے۔

پہلا قول "دَعْوَى النُّبُوَّةِ بَعْدَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفْرٌ بِالْإِجْمَاعِ۔"

(ملحقات شرح فقہ اکبر صفحہ ۲۵ عقیدۃ الامۃ ص۲۷)

ترجمہ:۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت کا دعویٰ کرنا اجماع کے ساتھ کُفر ہے۔

یہ ترجمہ کرنے کے بعد مولوی خالد محمود صاحب لکھتے ہیں :-

"ظاہر ہے کہ یہ اجماع مُسیلمہ کذّاب کے بارہ میں حضرت صدیق اکبرؓ کے عہدِ خلافت میں منعقد ہوا تھا۔ حالانکہ مُسیلمہ کذّاب نے مستقل نبوّت کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ نمازیں بھی پڑھتا تھا اور اپنی اذان میں حضور کی نبوّت کا برابر اعلان بھی کرتا تھا" (عقیدۃ الامۃ صفحہ ۸۲)

مولوی خالد محمود صاحب کا یہ بیان تاریخ کی روشنی میں سراسر باطل ہے کہ مُسیلمہ کذّاب نے مستقل نبوّت کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ کیونکہ مُسیلمہ کذّاب نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل تشریعی نبی ہونے کا دعویٰ کیا تھا چنانچہ نواب صدیق حسن خانصاحب لکھتے ہیں :-

" اس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل تشریعی نبوّت کا دعویٰ کیا اور شراب اور زنا کو حلال قرار دیا۔ فریضۂ نماز کو ساقط کر دیا۔ قرآن مجید کے مقابلہ میں سُورتیں لکھیں۔ پس شریر اور مُفسد لوگوں کا گروہ اُس کے تابع ہو گیا۔"

(حجج الکرامہ صفحہ ۳۴۳ ترجمہ از فارسی)

پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اگر مسیلمہ کذّاب کے دعویٰ نبوت کے کُفر پر کوئی اجماع ہوا ہے تو وہ اجماع تشریعی نبوّت کے باطل ہونے کے متعلق ہی ہوا ہے ورنہ مسیح موعود کا اُمّتی نبی ہونا تو خود حضرت امام علی القاری علیہ الرحمۃ کو مسلّم ہے - انہوں نے صاف لکھا ہے :-

"لَامُنَافَاۃَ بَیْنَ اَنْ یَّکُوْنَ نَبِیًّا وَّ اَنْ یَکُوْنَ مُتَابِعًا لِنَبِیِّنَا

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيَانِ اَحْكَامِ شَرِيْعَتِهٖ وَ اِتْقَانِ طَرِيْقَتِهٖ وَلَوْ بِالْوَحْيِ اِلَيْهِ"

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۵۶۴)

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نبی ہونے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تابع ہو کر احکام شریعت کے بیان کرنے اور آپ کے طریق کو پختہ کرنے میں کوئی منافات موجود نہیں خواہ وہ یہ کام اس وحی سے کریں جو اُن پر نازل ہو۔

پس مسیح موعود کا اُمتی نبی ہونے کا دعویٰ اجماع کے خلاف نہیں بلکہ یہ مسیح موعود کی نبوت کو بعد از نزول تمام محققین علمائے اُمت مانتے چلے آئے ہیں۔ اور خود رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی نازل ہونے والے عیسےٰ کو صحیح مسلم باب خروج الدجال کے مطابق چار دفعہ نبی قرار دیا ہے۔ اور ایک اور حدیث میں یہ بھی فرمایا ہے۔

اَلَا اِنَّهٗ خَلِيْفَتِيْ فِيْ اُمَّتِيْ

کہ وہ میری اُمت میں میرا خلیفہ ہے

یہ حدیث طبرانی میں موجود ہے اس میں بھی مسیح موعود کا اُمتی نبی ہونا رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے منصوص اور موعُود ہے کیونکہ اس حدیث میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ سے پہلے یہ بھی فرمایا ہے۔

اَلَا اَنَّهٗ لَيْسَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهٗ نَبِيٌّ وَّلَا رَسُوْلٌ ۔

کہ آگاہ رہو کہ میرے اور مسیح موعود کے درمیان کوئی نبی نہیں

پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور مسیح موعود کے درمیان اگر کوئی شخص دعویٰ نبوّت کرے تو بیشک یہ نہ صرف اجماع کے خلاف ہے بلکہ اِس نصِّ حدیث کے بھی خلاف ہے۔ لیکن مسیح موعود کی نبوّت نصِّ حدیث سے ثابت ہے جس کے خلاف اجماع ہو ہی نہیں سکتا۔

دوسرا قول

دُوسرا قول یہ پیش کرتے ہیں :۔

" وَاَقُوْلُ اَلتَّحَدِّیْ فَرْعُ دَعْوَی النُّبُوَّۃِ وَدَعْوَی النُّبُوَّۃِ بَعْدَ نَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُفْرٌ بِالْاِجْمَاعِ " (عقیدۃ الامۃ صفحہ ۸۲)

یہ قول بھی مسیح موعود کے ظہور سے پہلے زمانہ کے ساتھ تعلّق رکھتا ہے کیونکہ مسیح موعود کو تو خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نبی قرار دیا ہے اور اپنا اُمتی بھی پس اس کی طرف سے غیر تشریعی نبی کی طرح تحدّی ممکن ہوئی۔ اس عبارت میں دَعْوَی النُّبُوَّۃ سے مُراد تشریعی نبوّت ہی کا دعویٰ ہے۔

تیسرا قول

تیسرا قول یہ پیش کرتے ہیں :۔

" وَالْمَعْنٰی اَنَّہٗ لَا یَحْدُثُ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ لِاَنَّہٗ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ السَّابِقِیْنَ (مرقاۃ جلد ۵ صفحہ ۵۶۴، عقیدۃ الامۃ صفحہ ۴۳)

پس معنیٰ یہی ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا کیونکہ آپ پہلے نبیوں کے آخر یعنی خاتم النّبیین ہیں۔

یہ ترجمہ مولوی خالد محمود صاحب کا ہے۔ اور حقیقت کو چھپانے کے لئے

اس جگہ مولوی خالد محمود صاحب نے یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ اس جگہ کس قول کے معنے بیان ہو رہے ہیں۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ اس موقعہ پر امام علی القاری علیہ الرحمۃ حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِی کے یہ معنی بیان کر رہے ہیں کہ آپؐ کے بعد کوئی شارع اور مستقل غیر تشریعی نبی پیدا نہیں ہوگا اور دلیل اس کی یہ دی ہے

لِاَنَّہٗ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ السَّابِقِیْنَ

کہ آپ پچھلے تمام نبیوں کے خاتم ہیں۔ اور پچھلے نبیوں کے متعلق یہ امر مسلّم بین الفریقین ہے کہ وہ یا تشریعی نبی تھے یا غیر تشریعی مستقل نبی۔

حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِی کی تشریح میں امام علی القاری علیہ الرحمۃ کا ایک اور قول بھی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں:۔

" وَرَدَ لَا نَبِیَّ بَعْدِی وَمَعْنَاہُ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ لَا یَحْدُثُ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ بِشَرْعٍ یَّنْسَخُ شَرْعَہٗ (الاشاعۃ فی اشراط الساعۃ صفحہ ۲۲۶)

ترجمہ:۔ حدیث میں لَا نَبِیَّ بَعْدِی آیا ہے جس کے معنے علماء کے نزدیک یہ ہیں کہ کوئی نبی ایسی شریعت کے ساتھ پیدا نہیں ہوگا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی ناسخ ہو۔

پس اس قول سے ظاہر ہے کہ اُمتی نبی کا پیدا ہونا حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِی کے منافی نہیں۔

چوتھا قول

چوتھا قول یہ پیش کرتے ہیں:۔

" قَدْ یَکُوْنُ فِیْ ھٰؤُلَاءِ مَنْ یَّسْتَحِقُّ الْقَتْلَ کَمَنْ یَّدَّعِی النُّبُوَّۃَ بِمِثْلِ ھٰذِہِ الْخُزَعْبِیْلَاتِ اَوْ یَطْلُبُ تَغَیُّرَ شَیْءٍ

مِّنَ الشَّرِيْعَةِ اَوْ نَحْوَ ذَالِكَ "

(ملحقات شرح فقہ اکبر صفحہ ۸۳ بحوالہ عقیدۃ الامۃ صفحہ ۷۶)

واضح رہے کہ امام علی القاری فضول شعبدہ بازی کے ساتھ نبوّت کا دعوے کرنے والے یا شریعت میں تغیّر کرنے والے مدعی نبوّت مستقلہ تشریعیہ کے متعلق یہ فتویٰ دے رہے ہیں نہ کہ اُمتی نبی کا دعویٰ کرنے والے کے متعلق۔ مسیح موعود کو تو وہ خود اُمتی نبی بموجب احادیث نبویہ تسلیم کرتے ہیں۔ گو وہ مسیح موعود کی شخصیت کی تعیین کے متعلق ہمارے نزدیک اجتہادی غلطی میں مبتلا ہیں۔ اور قبل از ظہور پیشگوئی ایسی اجتہادی غلطی کا امکان ہوتا ہے۔

پانچواں قول

پانچواں قول انہوں نے یہ پیش کیا ہے :۔

" اِنَّہٗ خَتَمَھُمْ اَیْ جَاءَ اٰخِرُھُمْ فَلَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ اَیْ لَا یَتَنَبَّأُ اَحَدٌ بَعْدَہٗ فَلَا یُنَافِیْ نُزُوْلَ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ مُتَابِعًا لِشَرِیْعَتِہٖ مُسْتَمِدًّا بِالْقُرْاٰنِ وَالسُّنَّۃِ "

(جمع الوسائل شرح شمائل جلد ۱ صفحہ ۳۳۔ عقیدۃ الامۃ صفحہ ۷۶)

یہ قول تو سراسر ہمارے عقیدہ کے مطابق ہے کہ ایسے نبی کا آنا جو شریعتِ محمّدیہ کے تابع ہو اور قرآن و سُنّت سے استمداد چاہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کے منافی نہیں۔ کیونکہ آپؐ آخری نبی ان معنیٰ میں ہوئے کہ آپؐ آخری شریعت لانے والے ہیں اس لئے مسیح موعود آپؐ کے تابع اور اُمّتی نبی ہوگا نہ کہ مستقل نبی۔

پس لَا یَتَنَبَّأُ اَحَدٌ بَعْدَہٗ کے یہ معنیٰ ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

کے بعد کسی کو تشریعی اور مستقلہ نبوّت نہیں دی جائے گی

اسی کے ذیل میں انہوں نے یہ قول بھی درج کیا ہے:۔

"إِضَافَةُ النُّبُوَّةِ لِاَنَّهُ خَتَمَ بِهٖ بَیْتَ النُّبُوَّةِ حَتّٰی لَا یَدْخُلَ بَعْدَہٗ اَحَدٌ"

کہ اس حدیث میں قصرِ نبوّت والی حدیث کے مطابق بیت النّبوۃ سے مراد کامل شریعت ہے۔ اور یہ صحیح ہے کہ اب قرآنی شریعت کے بعد کوئی تشریعی نبی نہیں آسکتا۔ جو شریعت محمدیہ میں مداخلت کرے۔

چھٹا قول

چھٹا قول یہ پیش کیا ہے:۔

"اِنَّہٗ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ وَیَحْکُمُ بِشَرِیْعَتِہٖ وَیُصَلِّیْ اِلٰی قِبْلَتِہٖ وَیَکُوْنُ مِنْ جُمْلَةِ اُمَّتِہٖ"

(شرح شفاء جلد ۲ صفحہ ۵۰۹ مصر)

یہ عبارت ناقص ہے کیونکہ "یَحْکُمُ" کا فاعل مذکور نہیں۔ بہرحال اس عبارت کے آخری حصّہ کا تعلّق مسیح موعود سے ہے اور امام علی القاری علیہ الرحمۃ یہ بتا رہے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النّبیین ہیں اور آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں اور مسیح موعود نَبِیُّ اللّٰہ شریعت کے مطابق حکم دے گا اور آپؐ کے قبلہ کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھے گا اور آپؐ کا اُمّتی ہوگا۔ پس یہ قول بھی ہمارے عقیدہ کے مخالف نہیں۔ ہم بھی مسیح موعود کو اُمّتی نبی ہی مانتے ہیں نہ کہ مستقل نبی۔ فتدبّر!

ساتواں قول

ساتواں قول یہ پیش کیا ہے۔

"خُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ (اَیْ وُجُوْدُھُمْ فَلَا یُحْدَثُ

بَعْدِی نَبِیٌّ وَ لَایُشْکِلُ بِنُزُوْلِ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ وَتَرْوِیْجِ دِیْنِ نَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اَتَمِّ النِّظَامِ وَکَفٰی بِہٖ شَہِیْدًا وَ شَرَفًا" (مرقاۃ جلد ۵ صفحہ ۳۶۱ بحوالہ عقیدۃ الامۃ ص۳۵)

خاتم النّبیین کے یہ معنی کرنے کے بعد کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا نزول عیسٰی کے اشکال کا اس جگہ یہ جواب دیا ہے کہ وہ تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کو پُورے نظام کے ساتھ رواج دیں گے۔ چنانچہ حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کی ترویج کے لئے ہی مامور ہیں۔ آپ کا دعویٰ مستقل تشریعی نبی کا ہرگز نہیں۔ بلکہ صرف ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی ہونے کا دعویٰ ہے۔

آٹھواں قول

آٹھواں قول امام علی القاری علیہ الرحمۃ کی بجائے امام سیوطی علیہ الرحمۃ کا درج کر دیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات پر وحی منقطع ہو گئی ہے۔ مگر اس جگہ وحی سے مُراد تشریعی وحی ہے ورنہ خود امام علی القاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:-

حدیث لَا وَحْیَ بَعْدَ مَوْتِیْ بَاطِلٌ لَا اَصْلَ لَہٗ

(الاشاعۃ فی اشراط الساعۃ ص۲۲۶)

کہ وہ حدیث جس میں یہ آیا ہے کہ میری موت کے بعد کوئی وحی نہ ہوگی یہ ایک قول باطل ہے اس کی کوئی اصلیت نہیں۔

حضرت شیخ احمد سرہندی مجدّد الف ثانیؒ کا عقیدہ

حضرت شیخ احمد سرہندی مجدّد

الف ثانی علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا ہے :-

"حصولِ کمالاتِ نبوت مر تابعاں را بطریق تبعیت و وراثت بعد از بعثتِ خاتم الرسل علیہ وعلیٰ جمیع الانبیاء الصلوات والتحیات منافی خاتمیتِ او نیست۔ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ"

(مکتوبات مجدد الف ثانیؒ جلد اول ص۴۳۲ مکتوب ۳۵۱/۳۰۱)

ترجمہ :- آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے لئے کمالات نبوت حاصل کرنا خاتم الرسل کے بعد آپ پر اور تمام انبیاء پر صلوات و تحیات آپؐ کی خاتمیت کے منافی نہیں۔ پس اے مخاطب تو شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔

مولوی خالد محمود صاحب اس کے متعلق لکھتے ہیں :-

"یہ مقامِ نبوّت کے محض اجزاء اور عکوس و اظلال ہیں۔ اور ان کمالات سے اصل نبوّت کا حصول لازم نہیں آتا۔ کمالاتِ نبوّت تو باقی ہیں لیکن مقام نبوّت خواہ تشریعی ہو یا غیر تشریعی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات پر ہر اعتبار سے ختم ہو چکا۔ انبیاء کو یہ کمالات بے توسط ملتے ہیں۔ یہاں شائبۂ ظلّیت نہیں۔ اور غیر انبیاء کو یہ کمالات انبیاء کے کمال متابعت سے حاصل ہوتے ہیں۔ جیساکہ صحابہ کرام کو یہ کمالات نبوّت حاصل ہوئے۔ بایں ہمہ وہ نبی اور رسول نہیں تھے"

(عقیدۃ الامۃ صفحہ ۹۸-۹۹)

واضح رہے کہ چونکہ خود نبوّت بھی نبی میں ایک کمال ہے۔ اس لئے ظلّی طور پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے امتی کو نبوّت کا ملنا بھی ختمِ نبوّت کے منافی نہیں۔ ہاں یہ درست ہے کہ اس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اصل نبوّت

کا حصول لازم نہیں آتا۔ ہم بھی اصل تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہی مانتے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس اصل نبوّت کا ظلّ کامل ہونے کی وجہ سے ظلّی نبی ہی یقین کرتے ہیں نہ کہ تشریعی نبی۔ مولانا محمد قاسم صاحب کے نزدیک تو تمام انبیاء آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اظلال وعکوس ہی ہیں۔ چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں :۔

"انبیاء میں جو کچھ ہے وہ ظلّ وعکس محمدی ہے۔ کوئی ذاتی کمال نہیں"

(تحذیر الناس صفحہ ۱۹)

اور حضرت مجدد الف ثانی رحہ نے تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو انبیاء میں ہی شمار کیا ہے۔ چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں :۔

"ایں ہردو بزرگوار از بزرگی وکلانی درانبیاء معدود اند وبکمال ایشاں محفوف" (مکتوبات جلد اوّل صفحہ ۲۵۱ مکتوب ۲۷۱)

یعنی یہ ہردو بزرگوار اپنی بزرگی اور عظمت کی وجہ سے انبیاء میں شمار ہوتے ہیں اور ان کے کمالات کے جامع ہیں۔

حالانکہ خدا تعالیٰ نے ان کو نبی نہیں کہا۔

پس چونکہ خود نبوّت بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں ایک کمال ہے اس لئے مسیح موعود کو جو نبوّت حاصل ہونے والی تھی وہ ظلّی ہی ہے اسی لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسے نبی بھی کہا ہے اور امتی بھی۔

حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ محدّث دہلوی مجدد صدی دوازدہم رقمطراز ہیں:۔

"حَقٌّ لَهٗ اَنْ يَّنْعَكِسَ فِيْهِ اَنْوَارُ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ . . . . هُوَ

شَرْحٌ لِلْاِسْمِ الْجَامِعِ الْمُحَمَّدِیِّ وَنُسْخَۃٌ مُنْتَسِخَۃٌ مِّنْہُ"

(الخیر الکثیر صفحہ ۹۸ - ۹۹)

کہ مسیح کا حق ہے کہ اس میں سید المرسلین کے انوار منعکس ہوں۔ . . .

وہ تو اسم جامع محمدی کی تشریح اور اس کا ہی ایک دوسرا نسخہ ہے۔

پس مسیح موعود جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صفات کا جامع اور آپ ہی کی ظلّی رنگ میں بعثتِ ثانیہ ہے تو لاکلام وہ ظلّی نبی ہوا۔ اس کے اس منصب سے مولوی خالد محمود صاحب بھی انکار نہیں کر سکتے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ کے مسیح موعود کے دعویٰ کی تکذیب کریں۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ تو خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد موعود عیسیٰ کو ایک اولوالعزم پیغمبر تابعِ شریعتِ محمدیہ قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں :-

"علماء اُمّت را حکم انبیاء دادہ کار تقویت شریعت و تائید ملّت را بایشاں تفویض نمودہ مع ذالک یک پیغمبرِ الوالعزم را متابع او ساختہ ترویج شریعت او نمودہ است " (مکتوبات جلد اول صفحہ ۲۱۰ مکتوب ۲۰۹)

کہ علماء اُمّت حکماً نبی ہی ہیں۔ انہیں تقویت شریعت اور تائید ملّت کا کام سپرد ہے اور اس کے ساتھ ہی ایک اولوالعزم پیغمبر کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والا اور شریعت محمدیہ کو رواج دینے کے لئے مقرر کیا ہے۔

ان کا یہ اجتہادی خیال کہ مسیح موعود اصالتاً عیسیٰ علیہ السلام ہیں واقعات کے رُو سے

غلط ہے کیونکہ بموجب حدیث نبوی فَاَمَّکُمْ مِّنْکُمْ (صحیح مسلم) موعود ابن مریم کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے امت محمدیہ میں سے امت کا امام قرار دیا ہے جو اس امر کا روشن ثبوت ہے کہ مسیح موعود کو ابن مریم کا نام استعارہ کے طور پر دیا گیا ہے جیسا کہ فقہاء نے کہا ہے ابو یوسف ابوحنیفہ کہ امام ابو یُوسف تو بروزی طور پر ابوحنیفہ ہی ہیں۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت مجدد الف ثانی خاتم الانبیاء بمعنی آخری تشریعی و مستقل نبی مانتے ہیں نہ مطلق آخری نبی۔ اسی لئے وہ مسیح موعود کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک اولوالعزم امتی پیغمبر قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مجدّد الف ثانی تحریر فرماتے ہیں:۔

"ایں قرب بالاصالۃ نصیب انبیاء است و ایں منصب مخصوص بایں بزرگواران وخاتم ایں منصب سیّد البشر است علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام"

(مکتوبات جلد اول مکتوب بحوالہ عقیدۃ الامۃ صلا۱۰)

کہ نبوت بالاصالۃ (مستقلہ۔ ناقل) کا قرب انبیاء کا حصہ ہے اور یہ منصب ان بزرگواروں سے مخصوص ہے اور سیّد البشر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس منصب (نبوت بالاصالہ) کے خاتم ہیں۔

پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر نبوت مستقلہ ختم ہے۔ لیکن آپ کی ظلّیت میں مقام نبوّت منقطع نہیں۔ کیونکہ ظلّ و اصل میں منافات نہیں ہوتی۔ فرق صرف یہ ہے کہ پہلے انبیاء پر منصب نبوّت کی موہبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے واسطہ کے بغیر ہوئی ہے اور مسیح موعود کو موہبتِ نبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور افاضۂ رُوحانیہ کے واسطہ سے ملی ہے۔

حضرت مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :-

"بائد دانست کہ حصول ایں موہبت درحق انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات بے توسط و درحقِ اصحاب انبیاء والتحیات کہ بہ تبعیت و وراثت بایں دولت مشرف گشتہ اند بتوسط انبیاء است علیہم الصلوات والبرکات۔ بعد از انبیاء و اصحاب ایشاں کم کسے بایں دولت مشرّف گشتہ است۔ **ہر چند جائز است دیگرے را بہ تبعیت و وراثت بایں دولت مہتد سازد۔**

فیض روح القدس از باز مدد فرمائد　　دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا مے کرد

(مکتوبات جلد ا صفحہ ۴۳۴)

ہمارے زمانہ میں خدا تعالیٰ نے رُوح القدس کے فیض سے ہماری مدد فرمائی۔ اور ایک شخص کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے رُوحانی فرزندوں اور خادموں میں سے مسیحا بنا دیا ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ؕ

حضرت مولانا رُوم علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

حضرت مولانا جلال الدین رُومی علیہ الرحمۃ خاتم النبیین کی تشریح میں لکھتے ہیں :-

بہر ایں خاتم شد است او کہ بجود　　مثلِ او نے بود نے خواہند بود

چونکہ در صنعت برد اُستاد دست　　نے تو گوئی ختمِ صنعت بر تو است

ترجمہ: آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس وجہ سے خاتم ہیں کہ سخاوت (فیض پہنچانے میں) نہ آپ جیسا کوئی ہوا ہے نہ ہوگا۔ جب کوئی کاریگر اپنی کاریگری

میں کامل درجہ کی دسترس رکھتا ہو تو اسے مخاطب کیا تو یہ نہیں کہتا کہ کہ اس شخص پر کاریگری ختم ہو گئی ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ مولانائے رُوم کے نزدیک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر نبوّت اس رنگ میں ختم ہوئی ہے جس رنگ میں صنعت میں کامل دسترس رکھنے والے کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس پر صنعت ختم ہو گئی ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ اس کے بعد کوئی کاریگر پیدا نہیں ہوگا بلکہ صرف یہ معنی ہوتے ہیں کہ اس جیسا کوئی کاریگر نہیں۔ اس تشریح سے ظاہر ہے کہ مولانا رُوم کے نزدیک بھی خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم انبیاء کے ظہور میں مؤثر وجود ہیں۔ اور آپؐ کے فیض سے ولائت سے بڑھ کر مقام نبوّت بھی مل سکتا ہے۔ چنانچہ وہ خود فرماتے ہیں :۔

فکر کن در راہِ نیکو خدمتے   تا نبوّت یابی اندر اُمتے

ترجمہ : اے مخاطب! نیکی کی راہ میں ایسی خدمت سرانجام دے کہ تجھے اُمّت میں نبوّت مل جائے۔ (مثنوی مولانا روم دفتر اوّل صفحہ ۵۳)

اس شعر کے متعلق مولوی خالد محمود صاحب لکھتے ہیں :۔

”یہاں منصبِ نبوّت کا حصول نہیں کمالاتِ نبوّت کا حصول مُراد ہے“

(عقیدۃ الامۃ صہ ۱۱۲)

الجواب : مولانا رُومؒ تو امت کے اندر نبوّت ملنے کا ذکر فرما رہے ہیں مگر خالد محمود صاحب اس کا نام کمالاتِ نبوّت رکھتے ہیں۔ چونکہ نبوّت سے مُراد نبوّت نہ لینے میں وہ اپنی تشریح کی خامی کو خود محسوس کر رہے تھے۔ اس

اس خامی کو پورا کرنے کے لئے لکھتے ہیں :-

"اگر اس میں کچھ اجمال ہے تو اس کی تفصیل مولانا روم کے مذکورہ بالا عقیدہ ختم نبوت کی روشنی میں کی جائے گی (عقیدۃ الامت صفحہ ۱۱۲)

حالانکہ اس شعر میں کوئی اجمال نہیں بلکہ اس میں صریح طور پر نبوت ملنے کا ذکر ہے۔ اور یہ بات ان کی خاتم النبیین کی اس تشریح کے مطابق ہے جو اُن کے اُوپر کے اشعار میں درج ہے۔ خالد محمود صاحب نے مولانا رومؒ کا بطور تشریح یہ شعر درج کیا ہے :-

یا رسُول اللہ رسالت را تمام   تو نمودی ہمچو شمس بے غمام

اس کا ترجمہ خود خالد محمود صاحب نے یہ کیا ہے :-

"اے اللہ کے رسُول آپ نے رسالت کو اس طرح شرف بخشا ہے جیسے بادل کے بغیر سُورج چمک رہا ہو" (عقیدۃ الامۃ صفحہ ۱۱۲)

یہ ترجمہ درست ہے مگر اس سے تو صرف یہ ثابت ہو رہا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ کے وجود میں نبوت اس کامل شان کے ساتھ جلوہ گر ہوئی ہے جس طرح بادل کے موجود نہ ہونے کے وقت سُورج اپنی پُوری تجلّی دکھاتا ہے۔ پس یہ شعر تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نُورِ نبوت کو علیٰ وجہ الکمال پانے اور اس کی کامل جلوہ گری کو ظاہر کرتا ہے۔ اور اسی جلوہ گری کے فیضان سے امت میں نبوت ملتی ہے۔ مگر مولوی خالد محمود صاحب اس کی حقیقت کو معمولی دکھانے کے لئے لکھتے ہیں :-

"مولانا تو اسی اعتبار سے ہر متبع سنّت پیر و مُرشد کو مجازاً نبی کہتے ہیں۔

دست را مسپار جز در دستِ پیر — پیرِ حکمت کو علیم است و خبیر
آں نبیٔ وقت باشد اے مرید — تا ازو نورِ نبی آید پدید"

جب پیرِ حکمت جو علیم و خبیر ہو مولانا رومؒ کے نزدیک نبیٔ وقت ہوتا ہے تو مسیح موعود کو تو خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نبی اللہ بھی قرار دیا ہے اور اِمَامُکُم مِنکُم کا مصداق بھی قرار دیا ہے۔ پس وہ تو بدرجۂ اولیٰ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی ہوا۔

حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

ختمِ نبوت کے متعلق حضرت ولی اللہ شاہ صاحب محدث دہلوی مجدد صدی دوازدہم علیہ الرحمۃ کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی تشریعی نبی نہیں آسکتا۔ چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں :۔

"خُتِمَ بِهِ النَّبِيُّوْنَ اَیْ لَا یُوْجَدُ مَنْ یَّاْمُرُهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ بِالتَّشْرِيْعِ عَلَى النَّاسِ (تفہیمات الٰہیہ جلد ۲ صفحہ ۷۳)

ترجمہ : آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر نبیوں کے ختم کا یہ مطلب ہے کہ اب کوئی ایسا شخص پیدا نہیں ہوگا جسے خدا تعالےٰ شریعت دے کر لوگوں کی طرف مامور کرے۔

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ یہ بھی تحریر فرماتے ہیں :۔

"اِمْتَنَعَ اَنْ یَّکُوْنَ بَعْدَهٗ نَبِیٌّ مُسْتَقِلٌّ بِالتَّلَقِّیْ" (الخیر الکثیر صفحہ ۸۰)

ترجمہ : یہ امر ممتنع ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی مستقل بالتلقی ہو۔

یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی مستقل نبی نہیں آسکتا۔

اُمّتِ محمّدیہ میں نازل ہونے والے مسیح موعود کی شان اور مرتبہ وہ یہ بیان فرماتے ہیں :۔

"حَقٌّ لَہٗ اَنْ یَّنْعَکِسَ فِیْہِ اَنْوَارُ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ"

یعنی مسیح موعود کا حق یہ ہے کہ اس میں سیدالمرسلین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے انوار منعکس ہوں۔

گویا مسیح موعود کی نبوت عکسی یعنی ظلّی ہو گی نہ کہ اصالتاً۔ یعنی مسیح موعود مستقل نبی نہیں۔ ہاں وہ ہوگا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کامل ظلّ و بروز بلکہ آپؐ ہی کا دوسرا نسخہ۔ چنانچہ اُوپر کے بیان کے آگے تحریر فرماتے ہیں :۔

"یَزْعَمُ الْعَامَّۃُ اَنَّہٗ اِذَا نَزَلَ اِلَی الْاَرْضِ کَانَ وَاحِدًا مِّنَ الْاُمَّۃِ کَلَّا بَلْ ھُوَ شَرْحٌ لِّلْاِسْمِ الْجَامِعِ الْمُحَمَّدِیِّ وَ نُسْخَۃٌ مُّنْتَسِخَۃٌ مِّنْہُ فَشَتَّانَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ اَحَدٍ مِّنَ الْاُمَّۃِ"

(الخیر الکثیر صہ۷۲ مطبوعہ بجنور مدینہ پریس)

ترجمہ : عوام کا خیال ہے کہ مسیحؑ جب زمین کی طرف نازل ہوگا تو وہ صرف ایک اُمتی ہوگا۔ ایسا ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ تو اسم جامع محمدی کی پُوری تشریح ہوگا (یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کامل ظلّ اور بروز ہوگا) اور آپ کا ہی دُوسرا نسخہ ہوگا (یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہی بعثتِ ثانیہ ہوگا)

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ یہ بھی تحریر فرماتے ہیں :۔

"لِاَنَّ النُّبُوَّۃَ یَتَجَزّٰی وَجُزْءٌ مِنْھَا بَاقٍ بَعْدَ خَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ"

(المسوی شرح المؤطا جلد ۲ صفحہ ۲۱۶ مطبوعہ دہلی)

یعنی نبوّت قابلِ تقسیم ہے اور اس کی ایک جزو (یعنی غیر تشریعی نبوت) خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد باقی ہے۔

یہ بیان آپ کا حدیث نبوی لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّۃِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتِ کے مطابق ہے کہ نبوّت کے اجزاء میں سے المبشرات کا حصّہ باقی ہے۔

نبوّت کی جو تعریف خالد محمود صاحب کے نزدیک ہے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ تو اپنے آپ کو اس تعریف کا مصداق ہی قرار نہیں دیتے تو پھر حضرت بانی سلسلہ احمدیہ مولوی خالد محمود صاحب کی تعریف میں نبی ہی نہ ہوئے۔ لہذا ان کا حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ پر ختم نبوّت کے منکر ہونے کا الزام دینا ظُلم اور تعدّی اور تحکّم محض نہیں تو اور کیا ہے؟

خُلاصہ کلام یہ کہ جس طرح مولوی خالد محمود صاحب حضرت عیسٰی علیہ السّلام کو آمد ثانی میں اُمتی نبی مانتے ہیں نہ کہ مستقل تشریعی نبی۔ اور ان کا اُمتی نبی کی حیثیّت میں آنا اُن کے نزدیک آیت خاتم النبیّین کے منافی نہیں اور وہ اُن کی قوّتِ حاکمہ سے بھی انکار نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اُمّتِ محمّدیہ کے مسیح موعود کو خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم عدل قرار دیا ہے۔ لہذا ہم احمدی جب حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو مسیح موعود کی حیثیّت میں اُمّتی نبی ہی مانتے ہیں تو پھر آپ کی نبوّت آیت خاتم النّبیین کے منافی نہ ہوئی۔ آیت خاتم النّبیین کے منافی تو وہ نبوّت ہوگی جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے انبیاء کو بالاستقلال حاصل تھی۔ اُمّتی نبی

تو ایک جدید اصطلاح ہے جو صُحفِ اولیٰ میں کبھی استعمال نہیں ہوئی۔ اور اُمتی نبی کا دعویٰ مستقلہ نبوّت کا نہیں۔

پس حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کے جس قدر اقوال مولوی خالد محمود صاحب نے عقیدۃ الامۃ میں انقطاع نبوّت کے متعلق پیش کئے ہیں وہ سب تشریعی اور مستقلہ نبوّت سے تعلق رکھتے ہیں نہ اُمتی نبی کی آمد کے انقطاع سے۔ کیونکہ مسیح موعود علیہ السلام کو تو حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ بھی دیگر علمائے اُمّت کی طرح اُمتی نبی ہی مانتے ہیں نہ کہ مستقل بالتلقی یا شارع نبی۔ گو آپ نے مسیح موعود کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ایسا کامل عکس قرار دیا ہے کہ گویا وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی کا دُوسرا نسخہ ہے۔

پس مسیح موعود کو چونکہ اُمتی نبی تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس لئے جو نبوّت باقی نہیں رہی وہ تو اُسے حاصل نہ ہوگی اور یہ تشریعی اور مستقلہ نبوّت ہی ہے جو باقی نہیں رہی ہے۔ جو باقی رہی ہے وہ المبشرات والی جزءِ نبوّت ہے۔ لہٰذا اسی جُزءِ نبوّت کو کامل طور پر حاصل کرنے کی وجہ سے ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کو نبی اور رسُول قرار دیا ہے۔

مولوی خالد محمود صاحب نے عقیدۃ الامۃ میں نبوّت کے انقطاع کے متعلق جو عبارتیں پیش کی ہیں وہ سب اُوپر کی عبارت کی روشنی میں پڑھی جانی چاہئیں۔

مولوی خالد محمود صاحب لکھتے ہیں:۔

"یہ بات تو مسلّمہ ہے کہ وحی ہر نبی پر آتی ہے اور اسے اللہ کی طرف سے حکم ملتا ہے۔ خواہ یہ حکم ہو کہ شریعت سابقہ کی تعلیم دے اور خواہ

اُسے احکام جدیدہ دیئے جائیں۔ اس حکم وحی کو ہی شریعت کہا جاتا ہے صاحبِ شریعتِ سابقہ کو جب ایسا حکم وحی موصول ہو تو پھر پہلی شریعت اس کی شریعت ہو جاتی ہے اور وہ خود قوت حاکمہ اور معیار بن جاتا ہے"

اس سے ظاہر ہے کہ خالد محمود صاحب کے نزدیک ہر نبی شریعت لاتا ہے۔ اور کوئی نبی غیر تشریعی ہوا ہی نہیں۔

ایک ضروری سوال

اس پر ایک ضروری سوال پیدا ہوتا ہے۔ خالد محمود صاحب بتائیں۔ جب اُن کے خیال میں حضرت عیسٰی علیہ السلام جو تشریعی نبی تھے نازل ہوں گے تو اس وقت وہ مستقل نبی ہوں گے اور تورات و انجیل کی دعوت دیں گے یا قرآن مجید کی۔ یہ تو ظاہر ہے مولوی خالد محمود صاحب یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ تورات و انجیل کی دعوت دیں گے بلکہ وہ علماء اُمت کی طرح یہی کہیں گے کہ وہ قرآن مجید کی ہی دعوت دیں گے۔ اب اگر وہ یہ کام اپنی وحی سے کریں گے تو کیا قرآنی شریعت اس وقت اُن کی شریعت بن جائے گی۔ اور وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد مستقل تشریعی نبی کی حیثیت رکھیں گے۔ اگر نہیں بلکہ وہ امتی نبی ہونگے تو صاف ظاہر ہے کہ مسیح موعود مولوی خالد محمود صاحب کے نزدیک ایک جدید اصطلاح میں نبی ہے کیونکہ اس قسم کا اُمتی نبی وہ خود مان چکے ہیں کہ پہلے انبیاء میں سے کوئی نہیں ہوا۔ بلکہ تمام پہلے انبیاء ان کے نزدیک مستقل تشریعی نبی تھے اور تشریعی نبی یا مستقل نبی کا آنا آیت خاتم النبیین کے منافی ہے۔

ایک اور سوال

مولوی خالد محمود صاحب کے نزدیک نبی کے لئے شریعت کا لانا ضروری ہے۔ خواہ پہلی شریعت کو ہی وحی الٰہی سے اس کی شریعت بنا دیا جائے یا وہ کوئی جدید شریعت لائے۔ اس سے ظاہر ہے کہ نبی کی تعریف میں ان کے نزدیک استقلال بالشریعۃ شرط ہے تو ان کا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اور آپ کی جماعت کو ختم نبوّت کا منکر قرار دینا کیسے صحیح ہوا۔ بانیٔ سلسلہ احمدیہ تو فرماتے ہیں کہ نہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لایا ہوں اور نہ میں مستقل نبی ہوں۔ بلکہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے باطنی فیوض حاصل کرکے آپ کے واسطہ سے امورِ غیبیہ پر اطلاع دیا جانے کی وجہ سے نبی ہوں۔ آپ نے یہ بات اپنے اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" میں صاف طور پر بیان فرما دی ہوئی ہے۔ اور الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے:۔

"مَا نَعْنِیْ مِنَ النُّبُوَّۃِ مَا یُعْنٰی فِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی۔ بَلْ ھِیَ دَرَجَۃٌ لَا تُعْطٰی اِلَّا مِنِ اتِّبَاعِ سَیِّدِنَا خَیْرِ الْوَرٰی"

کہ میری مُراد نبوت سے وہ نہیں جو صحفِ اُولیٰ میں لی جاتی ہے بلکہ میری نبوّت ایک ایسا درجہ ہے جو صرف نبی کریم خیر الوریٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔

مولوی عبد الحیّ صاحب کا عقیدہ

مولوی محمد قاسم صاحب کے ہمعصر مولوی عبد الحی صاحب حنفی فرنگی محل تحریر فرماتے ہیں:۔

"بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے یا زمانے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مجرّد کسی نبی کا آنا محال نہیں بلکہ نئی شریعت والا البتہ ممتنع ہے۔"

(دافع الوساوس فی اثر ابن عباس ایڈیشن جدید ص۱۶)

اس کے بعد انہوں نے اپنی تائید میں ملا علی قاری علیہ الرحمۃ کا یہ قول پیش کیا ہے:-

إِذِ الْمَعْنٰی اَنَّہٗ لَا یَأْتِیْ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ یَّنْسَخُ مِلَّتَہٗ

کہ خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آئے گا جو آپؐ کے دین کو منسوخ کرے۔

گو انہوں نے مُلا علی قاریؒ کا اگلا فقرہ وَلَمْ یَکُنْ مِّنْ اُمَّتِہٖ اور وہ آپؐ کی اُمت میں سے نہ ہو درج نہیں کیا۔

اسی بات کی تائید میں انہوں نے آگے علامہ سبکی کا قول بھی پیش کیا ہے۔ علامہ سبکی نے شاید حضرت عیسٰی علیہ السلام کی اصالتاً آمد کا اجتہاد رکھنے کی وجہ سے یہ لکھ دیا ہے کہ لا تنشأ النبوۃ کہ نئی نبوّت پیدا نہیں ہوگی۔ یا ممکن ہے ان کا یہ خیال ہو کہ اُمتی کی نبوّت دراصل نئی نبوّت نہیں ہوتی کیونکہ وہ تو نبوّتِ محمدیہ کا ہی ظلّ ہوتی ہے۔ اور ظلّ اور اصل میں کوئی حقیقی مغائرت نہیں ہوتی۔ ظلّ اصل کے ساتھ

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

کا مصداق ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اگر انہیں پہلی بات مدنظر ہے تو یہ صرف ان کا اجتہادی خیال ہے۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے وفات پا جانے کی وجہ سے ہم پر حجت نہیں۔ پیشگوئیوں میں اجتہادیوں بھی حجت نہیں ہوتا جب تک پیشگوئی وقوع میں نہ آجائے اس کی پوری حقیقت نہیں کھلتی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نازل ہونے والے مسیح کو اُمتِ محمدیہ کا ہی

ایک فرد قرار دیا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ بھی فرمایا ہے کہ وہ ایک سو بیس سال زندہ رہے اور معراج میں انہیں حضرت یحییٰ کے ساتھ دیکھنے کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ یہ امر بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد از وفات برزخی زندگی میں ہونے کی روشن دلیل ہے۔

حکیم صوفی محمد حسین صاحب کا عقیدہ نبوّت کی دو قسمیں۔ منقطع اور غیر منقطع

مولوی محمد قاسم صاحبؒ کے ایک ہمعصر علامہ حکیم صوفی محمد حسین صاحب مصنّف "غایۃ البرھان" تحریر فرماتے ہیں:۔

"الغرض اصطلاح میں نبوّت بخصوصیّت الٰہیہ خبر دینے سے عبارت ہے وہ دو قسم پر ہے۔ ایک نبوّت تشریعی جو ختم ہو گئی اور دوسری نبوت بمعنی خبر دادن وہ غیر منقطع ہے۔ پس اس کو مبشّرات کہتے ہیں۔ اپنے اقسام کے ساتھ اس میں رؤیا بھی ہیں۔" (کواکب الدریہ صفحہ ۱۴۷-۱۴۸)

امام راغب علیہ الرحمۃ کے نزدیک اُمّت محمّدیہ میں نبی کا امکان

مولوی ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کے رسالہ "ختم نبوت" کے جواب میں میں نے "علمی تبصرہ" صفحہ ۸ تا ۱۱ میں لکھا تھا

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (سورۂ نساء ع ۹)

ترجمہ: جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم)
کی اطاعت کریں گے پس وہ ان لوگوں کے ساتھ شامل ہیں جن پر اللہ تعالیٰ
نے انعام کیا ہے یعنی نبی صدّیق شہید اور صالح اور یہ ان کے اچھے ساتھی ہیں"

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے ایک انسان صالحیّت کے مقام سے ترقی کر کے نبوت کے مقام تک پہنچ سکتا ہے۔ اگر آیت کے یہ معنی کئے جائیں کہ خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والے صرف ظاہری طور پر نبیوں کے ساتھ ہوں گے نبی نہیں ہوں گے۔ تو یہی تشریح دوسرے تین مدارج کے بارے میں بھی کرنی پڑے گی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پیرو صرف بظاہر صدیقوں۔ شہیدوں اور صالحین کے ساتھ ہوں گے خود صدیق۔ شہید اور صالح نہیں ہوں گے۔ یہ تشریح صحیح نہیں۔ کیونکہ یہ معنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شانِ بزرگ کے صریح منافی ہیں۔ کہ ان کی پیروی سے کوئی شخص صدّیق۔ شہید اور صالح بھی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ صرف ظاہری طور پر ان کے ساتھ ہو گا۔ حالانکہ اُمّت محمدیہ کے اطاعت کرنے والوں کا اس دنیا میں زمانی اور مکانی طور پر پہلے انعام یافتہ لوگوں کے ساتھ ہونا محال امر ہے۔ اور آیت فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ جملہ اسمیہ ہے جو استمرار پر دلالت کرتا ہے یعنی اس دُنیا میں ان کے ساتھ ہونا بھی ثابت کرتا ہے۔ پس اس دُنیا میں ساتھ ہونے میں مرتبہ پانا ہی مُراد ہو سکتا ہے۔

اس کے بعد میں نے لکھا تھا

امام راغب علیہ الرحمۃ کی تفسیر | ہمارے انہیں معنوں کی تائید امام راغبؒ

علیہ الرحمۃ کی تفسیر سے بھی ہوتی ہے۔ تفسیر بحر المحیط میں امام راغب کی تفسیر جو ان الفاظ میں پیش کی گئی ہے کہ

"وَالظَّاهِرُ اَنَّ قَوْلَهٗ مِنَ النَّبِيّٖنَ تَفْسِيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ فَكَاَنَّهٗ قِيْلَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ مِنْكُمْ اَلْحَقَهُ اللّٰهُ بِالَّذِيْنَ تَقَدَّمَهُمْ مِمَّنْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَالَ الرَّاغِبُ مِمَّنْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ الْفِرَقِ الْاَرْبَعِ فِي الْمَنْزِلَةِ وَالثَّوَابِ النَّبِيَّ بِالنَّبِيِّ وَالصِّدِّيْقَ بِالصِّدِّيْقِ وَالشَّهِيْدَ بِالشَّهِيْدِ وَالصَّالِحَ بِالصَّالِحِ"

(البحر المحیط جلد ۲ صفحہ ۲۸۷)

ترجمہ: یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول مِنَ النَّبِيّٖنَ - اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ کی تفسیر ہے گویا یہ کہا گیا ہے کہ جو تم میں سے اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اُسے انعام یافتہ لوگوں سے ملا دے گا جو اُن سے پہلے گذر چکے ہیں۔ راغب نے کہا ہے یعنی ان چار گروہوں کے ساتھ درجہ اور ثواب میں شامل کر دے گا جن پر اس نے انعام کیا ہے اس طرح کہ جو تم میں سے نبی ہوگا اس کو نبی کے ساتھ ملا دے گا اور جو صدیق ہوگا اُسے صدیق کے ساتھ ملا دے گا اور شہید کو شہید کے ساتھ ملا دے گا اور صالح کو صالح کے ساتھ ملا دے گا۔

یہ ترجمہ درج کر کے میں نے اپنی کتاب "علمی تبصرہ" میں مولوی ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کے رسالہ "ختم نبوت" کے جواب میں لکھا تھا:-

اس عبارت میں امام راغب علیہ الرحمۃ نے اَلنَّبِیُّ بِالنَّبِیِّ کہہ کر ظاہر کر دیا ہے کہ اس اُمّت کا نبی گذشتہ انبیاء کے ساتھ شامل ہو جائے گا جس طرح اس اُمّت کا صدیق گذشتہ صدیقوں اور اس اُمّت کا شہید شہیدوں اور اس اُمّت کا صالح گذشتہ صالحین کے ساتھ شامل ہوگا۔ گویا ان کی تفسیر کے مطابق اُمّتِ محمدیہ کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں نبوّت کا دروازہ کھلا ہے۔ ورنہ وہ کونسے نبی ہوں گے جو امام راغب کی اس تفسیر کے مطابق انبیاء کی صف میں شامل ہوں گے۔

مولوی خالد محمود صاحب نے میرے اس مضمون کو پڑھا ہے جیسا کہ ان کی کتاب عقیدۃ الامۃ کے صفحہ ۱۱۰ کے حاشیہ سے ظاہر ہے۔ اس کے باوجود وہ یہ لکھتے ہیں کہ

"قادیانی مبلغ کہتے ہیں کہ نیک لوگوں کا اس منعم علیہ گروہ کے ساتھ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ بھی وہی کچھ ہو جائیں (بیٹے کے باپ کے ساتھ رہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بھی باپ ہو گیا . . . . فیا للعجب) یعنی نبیوں کی معیّت اور حضوری میں جگہ ملنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بھی نبی ہو جائیں۔ پس خدا اور اس کے رسُول کی اطاعت کرنے والے بھی نبی ہو جائیں گے۔ قادیانی لوگ یہاں مَعَ کو مِنْ کے معنوں میں لیتے ہیں لیکن مِنَ النّبیّین والصدیقین کو وہ بھی منعم علیہ گروہ کا ہی بیان سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک بھی یہ انعام

یافتہ لوگوں کی ہی تفسیر ہے" (عقیدۃ الامۃ صفحہ ۱۰۷)

مولوی خالد محمود صاحب کی بیٹے کے باپ کے ساتھ رہنے کی مثال اس جگہ منطبق نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ بیٹے کا باپ کے ساتھ رہنا معیّت زمانی یا مکانی کو چاہتا ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والوں کو اس دُنیا میں زمانی اور مکانی طور پر پہلے گزرے ہوئے انبیاء، صدیقین شہداء اور صالحین اس طرح کی معیّت محال ہے جیسے بیٹے کو باپ کے ساتھ رہنے میں ہوتی ہے۔ امام راغب مفردات القرآن میں زیر لفظ مَعَ۔ مَعِیّت کے چار معنے معیّت زمانی۔ معیّت مکانی۔ معیت متضائفین اور معیّت فی المنزلۃ بیان کرتے ہیں۔ پہلی تین قسم کی معیت اس آیت میں محال ہے۔ لہٰذا چوتھی قسم کی معیّت یعنی مرتبہ میں معیت ہی مراد ہوسکتی ہے۔ لہٰذا مَعَ اس جگہ مِنْ کا مفہوم دینے کے علاوہ ایک زائد مفہوم بھی دے رہا ہے جو یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے چاروں گروہوں میں سے کسی گروہ میں داخل ہونے کے علاوہ یہ اطاعت کرنے والے جامع کمالاتِ انبیاء یا جامع کمالاتِ صدیقین یا جامع کمالات شہداء اور جامع کمالاتِ صالحین بھی ہوسکتے ہیں۔ خالی مِنْ کا لفظ استعمال کرنے سے یہ مفہوم پیدا نہیں ہوسکتا تھا۔ پس جامع کمالاتِ انبیاء کا ان کے زمرہ میں داخل ہونا بدرجہ اُولیٰ مراد ہوا۔

امام راغب نے آیت فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ کی تفسیر میں لکھا ہے:۔

"اَیْ اِجْعَلْنَا فِیْ زُمْرَتِهِمْ اَیْ اِشَارَةً اِلٰی قَوْلِهٖ اُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ الآیہ (مفردات القرآن)

یعنی فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِیْنَ کے معنی یہ ہیں کہ ہمیں شاہدین کے زمرہ میں داخل کردے اس میں آیت اُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْهِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصّٰلِحِیْنَ کی طرف اشارہ ہے۔

پس علامہ راغب کے نزدیک شاہدین کے ساتھ ہونے سے انبیاء یا صدیقوں یا شہداء یا صالحین کے زمرہ میں داخل ہونا مراد ہے۔

خالد محمود صاحب کا الزام اوّل

مولوی خالد محمود صاحب نے مجھے الزام دیتے ہوئے لکھا ہے:۔

"قاضی محمد نذیر صاحب نے اپنے رسالہ علمی تبصرہ (شائع کردہ نظارت اصلاح و ارشاد صدر انجمن احمدیہ ربوہ) کے صفحہ ۹ پر فاضل اندلسی اور علامہ راغب کی عبارات کو گڈمڈ کرکے پیش کیا ہے۔ پہلی تین سطریں فاضل اندلسی کی ہیں جو علامہ راغب کی ترکیب کے خلاف ہیں۔ اس کے بعد علامہ راغب کی تفسیر ہے۔ قاضی محمد نذیر صاحب ہر دو عبارات میں فرق نہیں کرسکے اور نہ انہیں یہ پتہ چلا ہے کہ یہ دونو تعبیریں ایک دوسرے کے خلاف ہیں"

(عقیدۃ الامۃ صفحہ ۱۱۰ حاشیہ)

الجواب

میں نے تفسیر بحر المحیط سے جو قول علمی تبصرہ میں نقل کیا ہے اس کے ترجمہ سے ظاہر ہے کہ میں نے مفسر بحر المحیط فاضل اندلسی اور امام راغب کے قول کو ہرگز گڈمڈ نہیں کیا۔ چنانچہ فاضل اندلسی کی تفسیر پیش کرنے کے بعد میں نے علمی تبصرہ میں لکھا ہے:۔

"راغب نے کہا ہے یعنی ان چار گروہوں کے ساتھ درجہ اور ثواب میں شامل

کردے گا"

اس سے ظاہر ہے کہ میرے نزدیک پہلی عبارت امام راغب کی نہیں بلکہ خود فاضل اندلسی کی ہے جیسا کہ میرے استدلال کے ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ

"اس عبارت میں امام راغب نے النّبی بالنّبی کہہ کر ظاہر کر دیا ہے کہ اس اُمت کا نبی گذشتہ انبیاء کے ساتھ شامل ہو جائے گا جس طرح اس اُمت کا صدیق گذشتہ صدیقوں اور اس امت کا شہید گذشتہ شہیدوں اور اس اُمت کا صالح گذشتہ صالحین کے ساتھ شامل ہوگا۔ گویا ان کی تفسیر کے مطابق امت محمدیہ کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں نبوّت کا دروازہ کھلا ہے ورنہ کونسے نبی ہوں گے جو امام راغب کی تفسیر کے مطابق نبیوں میں شامل ہوں گے (علمی تبصرہ صفحہ ۹)

(ب) مولوی خالد محمود صاحب کا یہ خیال باطل ہے کہ فاضل اندلسی کے نزدیک آیت ہٰذا کی ترکیب امام راغب سے مختلف ہے۔ حقیقت اس کے برعکس یہ ہے کہ فاضل اندلسی نے امام راغب کی پہلی توجیہہ کو درست سمجھتے ہوئے اپنی طرف سے اجمالاً معنی بیان کر کے اس کی تفسیر میں امام راغب کا قول پیش کر کے اپنے مجمل بیان کی تفصیل پیش کی ہے۔ پس فاضل اندلسی کا قول مجمل ہے اور امام راغبؒ کا مفصّل۔ اور یہ دونو قول ہرگز ایک دوسرے کے خلاف نہیں۔ اگر فاضل اندلسی کے نزدیک اُن کا یہ قول ان کے اپنے خیال کے مخالف ہوتا تو اس کی وہ ساتھ ہی فوراً تردید بھی کر دیتے جیسا کہ امام راغب کے دوسرے قول کی جو اس کی تفسیر میں پیش کیا ہے خود تردید کر دی ہے۔

خالد محمود صاحب کا دوسرا الزام

مولوی خالد محمود صاحب لکھتے ہیں:۔

"قاضی صاحب نے دوسری بد دیانتی یہ کی ہے کہ علامہ راغب کی بات نقل کرتے ہوئے آگے اُن کی ترکیب نحوی کو چھوڑ دیا ہے کیونکہ اس ترکیب کے وہ خود بھی خلاف تھے"

(عقیدۃ الامۃ صفحہ ۱۱۰ حاشیہ)

الجواب اصل حقیقت یہ ہے کہ امام راغب کی طرف سے تفسیر بحر المحیط میں فاضل اندلسی نے دو توجیہیں اس آیت کی تفسیر میں نقل کی ہیں۔ اور پہلی توجیہہ اپنی ترکیب نحوی کے موافق سمجھ کر اپنے قول کے ساتھ بطور تفصیل و تشریح پیش کی ہے اور دوسری توجیہہ کو جو ایک دوسری ترکیب نحوی کے لحاظ سے ہے درست قرار نہیں دیا۔ میں نے اپنے استدلال میں پہلی توجیہہ کو ہی "علمی تبصرہ" میں اختیار کرکے پیش کیا ہے جو فاضل اندلسی کے نزدیک بھی درست ہے۔ ورنہ وہ اس کی بھی تردید کر دیتے۔ لہذا امام راغب کی دوسری توجیہہ نقل کرنے کی مجھے ضرورت نہ تھی جس میں خامی پائی جاتی ہے۔ لہذا اس میں میری بد دیانتی کیا ہوئی۔

خالد محمود صاحب کا تیسرا الزام

مولوی خالد محمود صاحب نے تیسرا الزام مجھے یُوں دیا ہے کہ

"تیسری بد دیانتی قاضی صاحب نے یہ کی ہے کہ فاضل اندلسی نے آگے جو اس کی پُر زور تردید کی ہے اسے یکسر چھوڑ دیا ہے"

(عقیدۃ الامۃ ص۱۱۱ حاشیہ)

الجواب میں نے تو وہ توجیہہ پیش کی ہے جس پر فاضل اندلسی کو بھی اعتراض

نہیں۔ اور ساتھ ہی وہ میرے مقصد کے بھی موافق ہے اور دوسری توجیہہ میں چونکہ فاضل اندلسی کے نزدیک نحوی ترکیب کی خامی بھی موجود تھی اور معنوی طور پر وہ آیت خاتم النبیین کے مطابق نہ ہونے کا احتمال بھی رکھتی تھی اس لئے مجھے اس کے پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ لہذا جب میں نے امام راغب کی دوسری توجیہہ پیش کرنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی تو مجھے فاضل اندلسی کی تردید کو نقل کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس میں کوئی بددیانتی نہیں۔ خالد محمود صاحب کو جب خود اعتراف ہے کہ میں محمد نذیر امام راغب کی دوسری توجیہہ کے خلاف تھا تو پھر میرا اس توجیہہ کو پیش نہ کرنا میری دیانت کی دلیل ہوا نہ کسی بددیانتی کی دلیل۔ ویسے مولوی خالد محمود صاحب شوق سے جو گالی مجھے چاہیں دے لیں۔ میں تو اس کے جواب میں صبر سے ہی کام لوں گا۔ میرا مسلک تو یہ ہے:-

گالیاں سُن کر دُعا دو پا کے دُکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

اللہ تعالیٰ آپ کو ہدایت کی راہ دکھائے۔ اللّٰھم آمین۔

امام راغب کی دوسری توجیہہ کی خامی

امام راغب کی دوسری توجیہہ میں میرے نزدیک معنوی خامی یہ ہے کہ اس ترکیب کے رُو سے تشریعی نبی یا مستقل نبی کی آمد کا بھی جواز نکلتا ہے۔ گو مقصود ان کا اُمتی نبی کی آمد کا ہی جواز ہو۔ غالباً اسی لئے فاضل اندلسی نے اسی احتمال کے پیشِ نظر اس توجیہہ کو آیت خاتم النبیّین کے خلاف قرار دیا ہے کیونکہ یہ آیت اس بات پر نصّ قطعی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی تشریعی

یا مستقل نبی نہیں آسکتا۔ بلکہ صرف ایسا نبی ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آسکتا ہے جو ایک پہلو سے نبی ہو اور ایک پہلو سے اُمتی بھی۔

امام راغب علیہ الرحمۃ کی یہ دوسری توجیہہ بحر المحیط میں ان الفاظ میں پیش کی گئی ہے:۔

"اَجَازَ الرَّاغِبُ اَنْ يَّتَعَلَّقَ مِنَ النَّبِيِّيْنَ بِقَوْلِهٖ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ اَيْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَيَكُوْنُ قَوْلُهٗ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ اِشَارَةٌ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا يُّبَيِّنُ ذٰلِكَ قَوْلُ النَّبِيِّ حِيْنَ الْمَوْتِ اَللّٰهُمَّ اَلْحِقْنِيْ بِالرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى۔ وَهٰذَا ظَاهِرٌ"

(بحر المحیط جلد ۳ صفحہ ۲۸۷)

ترجمہ: امام راغب نے اس بات کو بھی جائز رکھا ہے کہ مِنَ النَّبِيِّيْنَ کے الفاظ خدا تعالیٰ کے قول مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ سے متعلق ہیں اور خدا کا قول فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ کا اشارہ ملاء اعلیٰ کی طرف ہے اور ملاء اعلیٰ والے اچھے رفیق ہیں۔ اور اس امر کو رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا وہ قول بیان کرتا ہے جو آپؐ نے اپنی وفات کے وقت کہا اَللّٰهُمَّ اَلْحِقْنِيْ بِالرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى۔ اور یہ توجیہہ ظاہر ہے۔

اس توجیہہ کی رو سے آیت کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ جو لوگ نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین میں سے اللہ تعالےٰ اور رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں وہ ملاء اعلیٰ کے رہنے والوں سے جا ملتے ہیں۔

امام راغب کے اس قول سے یہ تو ظاہر ہے کہ اُمّتِ محمدیہ میں نبی آسکتا ہے مگر ساتھ ہی چونکہ اس بات کا بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ تشریعی اور مستقل نبی بھی آسکتا ہے۔ اس لئے اس احتمال کے پیش نظر امام راغب کی پہلی توجیہہ زیادہ درست ہے کیونکہ اس کے رُو سے تشریعی نبی اور مستقل نبی کے خاتم النّبیین کے بعد آنے کا احتمال ہی پیدا نہیں ہو سکتا بلکہ صرف ایسے نبی کا آنا ہی آیت خاتم النّبیین کے رُو سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد جائز اور ممکن قرار پاتا ہے۔ جو نبی بھی ہو اور ساتھ ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اُمتی بھی ہو۔ اور ہمیشہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے تابع رہے۔

خالد محمود صاحب اس دوسری توجیہہ ترکیب نحوی کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"یہ ترکیب گو علمی لحاظ سے صحیح نہیں مگر ہمیں ہرگز مضر نہیں۔ کیونکہ حضرت عیسٰی اور حضرت خضر علیہ السلام بے شک حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والوں میں سے ہیں۔ اس سے علامہ راغب کو اجرائے نبوّت کا قائل ثابت کرنا فریب اور بد دیانتی ہے"

(عقیدۃ الامۃ صفحہ ۱۱۱)

ہم نے جب "علمی تبصرہ" میں اس توجیہہ سے استدلال ہی نہیں کیا تو نہ ہم نے کوئی فریب دیا ہے نہ بد دیانتی کی ہے۔ البتّہ یہ بات ہمارے لئے قابلِ تعجب ہے کہ فاضل اندلسی تو اس تفسیر کو آیت خاتم النّبیین کے خلاف قرار دے کر ردّ کرتے ہیں اور مولوی خالد محمود صاحب یہ لکھ رہے ہیں کہ یہ تفسیر اُن کے لئے ہرگز مضر نہیں۔

مولوی خالد محمود صاحب نے اُمّت میں نبی کی آمد کو ردّ کرنے کے لئے علامہ راغب کا ایک قول نقل کیا ہے کہ

"خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لِاَنَّهٗ خَتَمَ النُّبُوَّةَ اَیْ تَمَّمَهَا بِمَجِيْئِهٖ"

(مفردات القرآن زیر لفظ ختم)

مولوی خالد محمود صاحب پر واضح ہو کہ امام راغب کے اس کلام کا مفہوم اُن کی توجیہہ اَلنَّبِیُّ بِالنَّبِیِّ، اُمّتِ محمدیہ کے نبی کو پہلے نبی سے ملا دیگا کے بالمقابل اور ختم کے حقیقی لغوی معنی تاثیر الشئ کی روشنی میں اور آیت فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِيْنَ کی تفسیر کی روشنی میں یہ ہیں کہ

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ آپ نے النُّبُوَّة پر مُہر لگا دی ہے یعنی اپنی آمد سے اُسے کمال تک پہنچا دیا ہے یعنی نبوّت کے کمالاتِ ممکنہ آپؐ کی ذات میں انتہائی کمال کو پہنچ گئے ہیں۔ اب آپؐ کی شان اور مرتبہ کا کوئی نبی آپ کے بعد نہیں آسکتا۔ ہاں آپؐ کی مُہرِ نبوّت کی تاثیر اور فیض سے آپؐ کا ایک اُمّتی اور رُوحانی فرزند مقام نبوّت پا سکتا ہے مگر نبی ہونے کے باوجود وہ آپ کا اُمّتی بھی رہتا ہے اور آپ کی شریعت کی پابندی اس کے لئے اسی طرح ضروری رہتی ہے جس طرح کسی عام اُمّتی کے لئے ضروری ہے۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ؎

قاضی محمد نذیر لائلپوری

۱۴ر جنوری ۱۹۶۷ء

فہرست مضامین کتاب "مقام خاتم النبیین"

ضیاء الاسلام پریس ربوہ

ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا